حیات امیر خسرو

برصغیر پاک و ہند کے جامع الصفات بزرگ امیر خسرو کے حالات و سوانح
ان کے علمی، ادبی، فنی، ظاہری اور باطنی کمالات کا دل کش مرقع،

شیخ غلام علی اینڈ سنز، پرنٹرز، پبلشرز
کشمیری بازار، لاہور —— بندر روڈ، کراچی

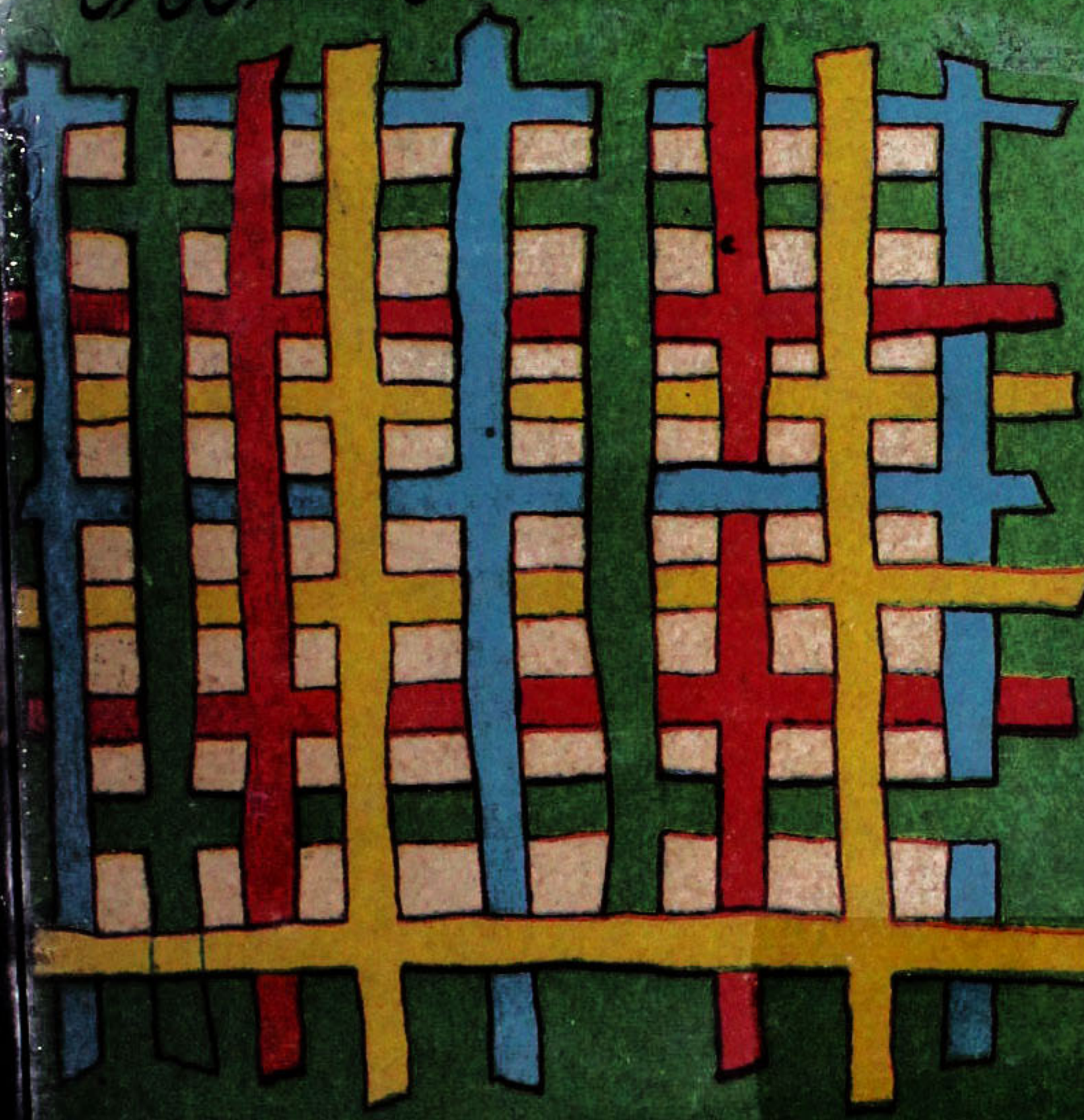

Marfat.com

۱۶

حیاتِ امیر خسرو

برصغیر پاک و ہند کے جامع الصفات بزرگ امیر خسرو کے حالات و سوانح
ان کے علمی، ادبی، فنّی، ظاہری اور باطنی کمالات کا دِل کش مُرقّع

نقی محمّد خاں خورجوی

کتاب منزل ۔ کشمیری بازار ۔ لاہور

Marfat.com

Marfat.com

حیاتِ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

مع

ایجادِ موسیقی

ذخیرہ محمد اقبال مجددی

از

نقی محمد خان خورجوی

شیخ غلام علی اینڈ سنز پرنٹرز پبلشرز
کشمیری بازار لاہور — بندر روڈ کراچی

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

137117

سلسلہ مطبوعات نمبر ۲۰۱

شیخ نیاز احمد پرنٹرز و پبلشرز نے
علمی پرنٹنگ پریس ہسپتال روڈ لاہور سے
چھپوا کر کتاب منزل کشمیری بازار لاہور
سے شائع کیا

Marfat.com

ابواب

پیدائش نسب اور تعلیم	۲۵
شہرت عروج اور اعزاز شاہی	۴۰
سلسلہ بیعت طریقت اور وفات	۶۰
ہندی شاعری پہیلیاں اور مکرنیاں	۸۱
فارسی شاعری	۱۰۱
تصانیف	۱۲۷
ایجاد موسیقی	۱۴۴
امیر کے اوصاف اور ختم کتاب	۲۳۶

Marfat.com

مصنّف کی دیگر تصانیف

بزمِ حسیناں
زینت المحرم
اعجوبۂ اسرار
طلسمِ ہستی
انتخاب و پسند
بقول شخصے
مذاقِ سلیم

میلاد شریف
شیطان کی خالہ
علاج بالغذا
گلِ نورستہ
تاریخ قدیم خوجہ
تاریخ خاندانِ جمیل
عمرِ رفتہ

Marfat.com

چند قیمتی رائیں

ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب بابائے اردو

اس سرزمین سے حضرت امیر خسرو جیسا صاحبِ ذوق، ذو کمال و جامع صفات شخص اب تک پیدا نہیں ہوا۔ وہ فارسی کے نہایت اعلیٰ پایہ کے شاعر ہیں۔ استادِ غزل شیخ سعدی مانے جاتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کو ان کی ہمسری کا دعویٰ ہو سکتا ہے تو وہ حضرت امیر ہیں۔ ان کے کلام کی فصاحت روانی اور خاص کر سوز و گداز جس میں تصوف کی چاشنی بھی شامل ہے اپنا جواب نہیں رکھتا۔ یوں تو ہر اہلِ زبان کو اپنی زبان کا غرہ ہوتا ہے لیکن اہلِ ایران اس معاملہ میں خاص طور پر ممتاز ہیں۔ وہ کسی غیر ایرانی کے کلام کو خاطر میں نہیں لاتے، لیکن حضرت امیر [illegible] پڑا۔

[illegible] تذکرہ نویسوں نے ان کے حالات

Marfat.com

کلام اور تبصرے میں اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ وہ فن موسیقی کے بھی استادِ کامل تھے اور ضمنی یا سرسری طور پر ذکر اس کمال کے متعلق بھی کیا ہے۔ لیکن کسی نے تفصیل سے یہ نہیں لکھا کہ آپ نے اس فنِ لطیف میں کیا کیا اختراعات و ایجادات کیں۔ ہندی اور ایرانی موسیقی کی ترکیب اور تدوین میں کون کون سے نئے راگ ایجاد کیے اور کون کون سے ساز آپ کی طبع ایجاد آفریں کے رہین منت ہیں غرض حضرت امیر کے اس کمال کی تفصیل سے تمام تذکرے اور ان کی سوانح حیات خالی ہیں، معلومات کا فقدان اور فن کی دشواریاں ایسی ہیں کہ کسی کو اس پر قلم اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ یہ سعادت خان بہادر رفیق محمد خان صاحب کی قسمت میں لکھی تھی انھوں نے کمال محنت اور تحقیق سے اس دشوار کام کو انجام دیا اور ان تمام ماخذوں سے استفادہ حاصل کیا جن تک دسترس ممکن تھی۔ بلکہ ان تحریروں اور تصانیف تک بھی رسائی حاصل کی جو اب تک کمیاب تھیں اور بظاہر دسترس سے باہر خیال کی جاتی تھیں۔ فاضل مصنف نے اپنی سعی کو صرف کتابوں کے مطالعہ تک ہی محدود نہیں کیا۔ بلکہ ماہرین فن موسیقی کے ہر نکتہ کو سمجھا اور لکھا ہے واقعی [illegible]

Marfat.com

نے اس فن میں اتنی مہارت ضرور حاصل کر لی ہوگی جو اس بڑھاپے میں ان کی تفریح طبع کے لیے اچھا خاصا لطیف شغل کا باعث بن جائے گی جو "ہم حظ نفس ست و ہم قوت روح" فاضل مصنف کی سعیٔ طبع سے امیر کے کمال کا وہ حصہ تو روشنی میں آگیا جو اب تک تشنۂ تکمیل تھا۔ اب صرف ایک از نورہ گئی ہے جس کے پورا ہونے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی وہ امیر کا ہندی کلام ہے۔ اس میں شک نہیں کہ انھوں نے ہندی میں بھی بہت کچھ کہا ہے۔ ان کے فارسی کلام میں بہت سے ہندی الفاظ بے تکلف استعمال ہوئے ہیں اور خود اپنے دیوان غرۃ الکمال کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "جزوے چند نظم ہندی نیز نذر دوستان کردہ شدہ است" لیکن افسوس اب تک ان کا ہندی کا کلام دستیاب نہیں ہوا بیسیوں پہیلیاں، انملیاں، مکرنیاں ان کے نام سے مشہور ہیں لیکن ان کی کوئی سند نہیں کہ یہ انہی کی ہیں۔ ممکن ہے۔ بلکہ اغلب ہے کہ ان میں سے بعض انہی کی ہوں۔ لیکن صدہا سال سے لوگوں کی زبان پر رہنے سے الفاظ اور زبان ترکیب میں بہت کچھ فرق پیدا ہو گیا ہے۔ چنانچہ ان میں سے بعض ایسی ہیں جن کی زبان اس وقت کی زبان معلوم [illegible] کلام مل جاتا تو ہماری زبان کی گتھیاں

شاہد احمد صاحب دہلوی ایڈیٹر ساقی کراچی

خان بہادر نقی محمد خان صاحب عجب مجموعہ اضداد ہیں۔ ساری عمر پولیس میں نوکری کی اور ادبی کام بھی کرتے رہے۔ کتابیں لکھیں تو طرح طرح کی۔ "بزم حسیناں" زینت الحرم، عجوبۂ اسرار۔ طلسم ہستی۔ میلاد شریف۔ شیطان کی خالہ، علاج بالغذا وغیرہ نثر ہی نہیں لکھتے، شعر بھی کہتے ہیں۔ معاملہ فہم ایسے کہ جس دیسی ریاست کے معاملات الجھ جاتے انگریز انہیں سلجھانے کے لیے بھیج دیتے۔ بڑے پکے مسلمان ہیں۔ صوفی، پاک باطن بھی ہیں۔ ماشاء اللہ اسی سال کی عمر ہے مگر چلتے ہیں تو سرو رواں معلوم ہوتے ہیں۔ اس عمر میں لوگ چڑچڑے ہو کر کاٹ کھانے کو دوڑتے ہیں۔ مگر ان کی شگفتہ مزاجی اور بذلہ سنجی کی وجہ سے احباب انہیں گھیرے رہتے ہیں۔ آنکھیں بہت کچھ جواب دے چکی ہیں اور ہاتھ بھی لکھنے سے انکار کرنے لگا ہے مگر ہمت جوان اور طبع رواں رکھتے ہیں۔

امیر خسرو جیسے جامع الصفات [illegible] اور کاوش سے آپ نے ان کے [illegible]

ادبی کارنامے، ان کے ظاہری اور باطنی کمالات پر ۲۴۶ صفحات کی ایک لاجواب کتاب لکھی ہے۔ اسے بھی خسروی کا روحانی فیض سمجھنا چاہیئے کہ ایک بوقلموں شخصیت نے سات سو سال بعد ایک عظیم پہلودار شخصیت پر نہایت عقیدت کے ساتھ قلم اٹھایا جو [illegible] ابواب پر مشتمل ہے۔

افسوس کہ امیر خسرو کے کمالات کو زمانے کی نظر کھا گئی۔ سنو اسے اُوپر ان کی تصانیف تھیں۔ اب ملین[illegible] بھی نہیں ہیں اور جو ہیں، وہ بھی نایاب۔ جس شخص نے پانچ لاکھ شعر فارسی کے کہے ہوں اس نے اس سے زیادہ نہیں تو اتنے ہی اس زمانے کی اُردو کے بھی کہے ہوں گے۔ مگر آج ان میں سے چند پہیلیاں اور کچھ متفرق اشعار باقی ہیں۔ یہی حال ان کی موسیقارانہ ایجادات اور اختراعات کا ہوا۔ خود خسرو کے ایک شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے موسیقی کے تین دفتر لکھے تھے جو تلف ہو گئے۔

جس طرح خسرو اُردو کے باوا آدم ہیں اسی طرح کلاسکی موسیقی کے بھی [illegible] ہیں جو آج ہند و پاکستان میں رائج ہے [illegible] کتاب [illegible] خصوصیت سے قابلِ قدر ہے کہ اس [illegible] اجاگر کیا گیا ہے۔ مصنف نے اپنی [illegible] سے نہایت قیمتی مواد اِن

باب میں جمع کر دیا ہے اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ میری تلاش نے مجھے یہاں تک پہنچایا ہے۔ اب آگے اہلِ نظر توجہ فرمائیں۔ مگر اہلِ نظر سے نہ تو پہلے کبھی اس علم و فن پر توجہ فرمائی اور نہ توقع ہے کہ آیندہ کبھی زحمت فرمائیں گے۔ اور جواہرِ خسروی ناقدری کی گردیں رُلتے رُلتے بالکل ہی محو ہو جائیں گے۔ نقی محمد خان صاحب کا احسان ہے۔ کہ انھوں نے اس کتاب میں جو کچھ بھی انھیں مل سکا اُسے محفوظ کر دیا ہے۔

رسالہ "مُنادی" دہلی

اس کتاب کے مصنف ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ میاں نے پیدا تو علم و ادب کے لیے کیا تھا۔ لیکن زمانے کی ستم ظریفی سے ہو گئے وہ سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ بہر حال لکھنا پڑھنا ہمیشہ ان کا تفریحی مشغلہ رہا ہے۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد پاکستان تشریف لے گئے اور اپنے کاموں میں مشغول ہیں۔ جن کی موجودہ زمانے میں بے حد ضرورت ہے۔ تعجب ہے کہ امیر خسرو جیسے جامع کمالات کہ ان کا ثانی تاریخ میں نظر آنا [illegible]

Marfat.com

میں تصنیفات برائے نام نظر آتی ہیں۔ خاص طور پر اردو میں تو بہت کم کام ہوا ہے۔ خان بہادر صاحب نے اس اہم کام کا بیڑا اٹھایا اور باوجود ضعیفی اور پیرانہ سالی بڑی محنت سے حیات امیر خسرو کو مرتب کیا ہے اور ان کے کمالات موسیقی کے بارے میں تفصیلی مواد فراہم کیا ہے بلکہ چھپا ہوا خزانہ تلاش کر کے اہل ذوق کی نذر کر دیا ہے۔

اے جی آغا صاحب سی۔ ایس۔ پی ریٹائرڈ کمشنر

حیات امیر خسرو کے حالات کی فراہمی میں مصنف نے بڑی کاوش کی ہے جس نے نہ صرف مطالعہ کرنے والوں کے واسطے امیر کی اعلےٰ قابلیت کو بے نقاب کیا ہے بلکہ ان کی ایجاد کردہ موسیقی کو بھی کامل تحقیقات کے بعد شائقین موسیقی تک پہنچا دیا ہے۔ یہ ادبی دنیا کے واسطے ایک نادر کارنامہ ہے۔ یہ کتاب ہماری لائبریریوں میں آئندہ نسلوں کے واسطے بہت کار آمد ثابت ہوگی۔ میں ارادہ کر رہا ہوں کہ مصنف کی اس محنت سے سندھی بھی فائدہ اٹھائیں اس لیے میں سندھی زبان میں ترجمہ کرنے کے کام کو بلا تاخیر کرنے کا ارادہ کر رہا ہوں۔

حضرت تمکین کاظمی صاحب حیدر آباد (دکن)

بڑی بے چینی سے میں نے حیات امیر خسرو کا مطالعہ کیا مصنف نے بہت محنت کی ہے۔ خصوصاً موسیقی کا حصہ تو بس انہی کے بس کا تھا۔ آج تک کسی نے یہ ہمت نہ کی۔ آفرین باد اس محنت، جگر کاوی اور ژرف نگاہی کی داد نہ دینا ظلم ہے۔ باب ہفتم میں تو غضب کیا ہے۔ در اصل یہی کتاب کی جان اور امیر خسرو کا ارمان ہے اور واقعی کمال ہے۔ جس عمدگی سے یہ باب لکھا گیا ہے مجھ جیسے ناواقف کو بھی واقفیت ہو گئی۔ میری دعا ہے کہ خان بہادر صاحب تا دیر سلامت رہیں اور ملک کی علمی ادبی اور فنی خدمت انجام دیتے رہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بھر دے گل رنگ اے ساقی پلائے گا کہے
اب نہ وہ میکش رہے باقی نہ میخانے رہے

اس کتاب کی تالیف کے واسطے نہ تو عمر ہی اس قابل تھی اور نہ بینائی بلکہ گویا جسم کا ہر حصہ بغاوت اور سرکشی پر آمادہ ہے۔ کیوں نہ ہو اسی سال کی عمر میں تو محض سانسوں کا شمار ہی باقی رہ جاتا ہے۔ کچھ تو حضرت امیر کا فیض روحانی۔ کچھ میری عقیدت مندی اور قومی ضرورت کا احساس تھا جس نے مجھے اس کام کے واسطے آمادہ کیا۔ ضعیف کی تو رائے اور ارادہ بھی ضعیف ہوتا ہے۔ لیکن قدرت نے کچھ ایسے اسباب پیدا کر دیے کہ ہر دشواری آسان ہو گئی اور شوق کی رہبری نے کہاں سے کہاں منزل مقصود تک پہنچا دیا۔

میں خیال کرتا ہوں کہ تالیف کے مقابلہ میں تصنیف زیادہ [illegible] جس موضوع پر لکھنا چاہا۔ قلم برداشتہ اپنی معلومات کا ذخیرہ جمع کر دیا۔ تالیف میں اول تو حسب دلخواہ [illegible] کا ملنا دشوار [illegible] اگر یہ مرحلہ بھی طے ہو جائے تو [illegible] مصنفین اور مولفوں کی معلومات

سے واسطہ پڑتا ہے۔ جن کے خیالات میں ہم آہنگی نہ ہونے
کے باعث صریحاً اختلاف رونما ہوتا ہے اس لیے کسی صحیح
نتیجہ پر پہنچنے میں کافی دشواری پیش آتی ہے۔ بالعض اہل قلم
واقعات کو زیادہ سے زیادہ دلچسپ بنانے کے واسطے کچھ
ایسے انداز میں لکھ جاتے ہیں کہ ان کو عقل تسلیم کرتی ہے نہ
اس کی صداقت کی کوئی سند ہوتی ہے۔ اگر مؤلف اس کی تردید
کرتا ہے تو مضمون کا تسلسل اور کتاب کی لطافت زائل ہو جاتی
ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی تاریخ اس الجھن سے خالی نہیں ہے۔
میرے واسطے ایک دشواری یہ بھی تھی کہ چند مختصر کتابیں جو
حیاتِ خسرو کے نام سے شائع ہوئی ہیں برِّاعظم ہند و پاکستان
میں تقریباً ناپید ہیں۔ باوجود تمام امکانی کوشش کے جب
میں مایوس ہو گیا تو اہلِ علم اور صاحبِ ذوق حضرات کی
تلاش شروع کر دی اور متفرق طور پر جو کتابیں دستیاب ہوئیں
ان میں بزمِ صوفیہ، تذکرہ اولیائے کرام، خمخانۂ جاوید (نقل جس
مرتبہ شادی لال مطبوعہ ۱۸۸۰ء) شعر العجم اور اعجازِ خسروی
قابلِ ذکر ہیں۔ لیکن ان کتابوں کی حیثیت سوانح حیات کی نہ
تھی بلکہ ضمناً کچھ حالات امیر کے بھی تھے!
پرلطف کی بات تو یہ ہے کہ کتاب ہذا کی ترتیب [illegible]
سالہ بوڑھے کو [illegible] سالہ [illegible]

[illegible] کی دو ضخیم فارسی کی جلدیں ڈاکٹر عبدالحق صاحب
بابائے اردو نے یہ کہہ کر میرے سامنے رکھدیں کہ یہ تبرک
موجود ہے. میں نے اسی تبرک کو غنیمت سمجھا. آنکھوں سے
لگایا، سر پر رکھا اور لائبریری ہی میں بیٹھ کر کام کی بسم اللہ
کی. پیر حسام الدین راشدی صاحب جو کراچی کے روسا میں
سے ہیں اور جن کی لائبریری میں تقریباً تیرہ ہزار کتابیں موجود
ہیں. ان سے اکثر کتابیں مل گئیں. ان کی ہمت افزائی کا
میں شکر گذار ہوں. منجملہ دیگر کتابوں کے حیات خسرو مولفہ
ڈاکٹر محمد سعید مارہروی مطبوعہ ۲۱ رنومبر ۱۹۰۲ء اور مقالہ
پروفیسر ڈاکٹر محمد وحید مرزا مطبوعہ ۱۹۴۹ء سے مجھے
کافی مدد ملی. کیونکہ جن کتابوں سے ان ہر دو اصحاب نے
استفادہ حاصل کیا ہے. ان کی تعداد کم و بیش ایک سو
ہے. جو حسب ذیل ہیں.

[illegible] خسرو. ملفوظات خواجگان چشت. تذکرہ آتشکدہ
آذر. مراۃ الخیال. خزانہ عامرہ. کلمات الشعراء.
صبح [illegible]. نگارستان سخن. جواہر فریدی. سبع سنابل
[illegible] سیر الاولیا. مونس الارواح. تذکرہ
[illegible]. مطلع العلوم. تاریخ
[illegible]. بہارستان جامی. مثنوی

قرآن السعدین۔ مطلع الانوار۔ ہشت بہشت۔ لیلیٰ مجنوں
خیالاتِ خسرو۔ رسائل اعجازِ خسروی۔ مناصبِ خسرو۔
تذکرہ دولت شاہ۔ نفحات الانس۔ تاریخ جدولیہ۔
تذکرہ آبِ حیات۔ تاریخ ہند۔ تاریخ فیروز شاہی۔
بادشاہ نامہ۔ سیرت المتاخرین۔ دول رانی۔ خضر نامہ۔
خزائن الفتوح۔ تزکِ جہانگیری۔ اور غیل بایو گرافیکل
ڈکشنری۔ آئینہ سکندری خسرو (انڈیا آفس) آئین اکبری
اخبار الاخیار (عبدالحق دہلوی) المظفری۔ آتشکدہ۔
سفر نامہ ابن بطوطہ۔ انشاء امیر خسرو (انڈیا آفس) بابر نامہ
انگریزی۔ باغ و بہار میرامن۔ تاریخ علائی یا خزائن الفتوح
(برٹش میوزیم) تاریخ فیروز شاہی (ضیاء الدین برنی)۔
تحفۃ الصغر (انڈیا آفس) تاریخ رشیدی (مرزا حیدر)
جواہر خسروی (علیگڑھ) حاجی خلیفہ۔ کشف الظنون۔
خسرو کی ہندی کویتا (بنارس) دیوان حسن (برٹش میوزیم)
راگ درپن (فقیر اللہ) (انڈیا آفس) شیریں (انڈیا آفس)
صوت المبارک (واجد علی شاہ لکھنؤ) طبقات ناصری۔
ظفر نامہ۔ دول رانی (برٹش میوزیم) فوائد الفواد (...)
(انڈیا آفس) کلیات خاقانی (لکھنؤ) ...
لیلیٰ مجنوں خسرو۔ تحفۃ ... تاریخ ...

Marfat.com

[illegible] کے تقریباً [illegible] ہے کچھ
[illegible] شدہ [illegible] ان کے بعض کتب خانوں میں موجود
[illegible] کے نام لکھے اور نہ کتب خانوں کے
[illegible] بھی آدھی صدی کا زمانہ گذر گیا۔
[illegible] ہے کہ وہ کتب خانے اور کتابیں عالم وجود میں
ہیں [illegible] ہیں کہ اس کی معلوم شدہ کتابوں
[illegible] جن کتابوں کے بقیہ برٹش میوزیم میں سب موجود
ہیں لیکن ان [illegible] کتابوں کے نام نہیں لکھے۔

[illegible] نظر سے جس قدر بھی کتابیں گذریں۔ ان میں مشہور واقعات
[illegible] یکساں ہیں۔ البتہ کسی تذکرہ نویس نے طوالت اور کسی
نے اختصار سے کام لیا ہے۔ جن واقعات میں صریح اختلاف
ہے ان کو میں نے غیر ضروری خیال کر کے نظر انداز کر دیا
[illegible] پڑھنے والوں کو الجھن ہوتی ہے۔

[illegible] مقام [illegible] اور تذکرہ نویسوں کو اتفاق
[illegible] کا [illegible] ہو گیا اور یہ مرثیہ
[illegible] حیات لکھی ہے
[illegible] ہونے والا
[illegible]
[illegible] ایسا [illegible]

Marfat.com

ہوا تھا کہ ساری عمر میں انھوں نے گیارہ بادشاہوں کی حکومت دیکھی اور ان میں سات بادشاہوں کی ملازمت بھی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کو سپہ گری، درباداری، شعر گوئی، صوفیانہ [illegible] اور عبادتِ الٰہی کے واسطے کہاں سے وقت مل جاتا تھا۔

اس پر بھی سب کو اتفاق ہے کہ گذشتہ چھ سات سو سال سے کوئی امیر جیسا جامع کمالات شخص پیدا نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ ایران اور روم کی خاک سے بھی ہزاروں برس کی مدت میں شاید دو چار ہی امیر کے ہم پلہ پیدا ہوئے ہوں۔

کیسی عجیب بات ہے کہ وہ استاد جس کی دامنِ تربیت میں خسرو جیسا شخص پل کر بڑا ہوا ہو آج اس کا نام و نشان تک کسی کو معلوم نہیں۔ شاعری اور موسیقی میں بھی امیر نے خود لکھا ہے کہ میرا کوئی استاد نہیں۔ زبان دانی کے لحاظ سے ترکی، فارسی، اردو، ہندی، سنسکرت سب ہی کے ماہر تھے۔ تقی اوحدی اپنے تذکرہ میں جو [illegible]ھ میں ختم ہوا ہے، لکھتے ہیں کہ امیر کا ہندی کلام فارسی کلام سے بہت زیادہ تھا جو ضائع ہو گیا اور جو زمانے [illegible] برد سے بچ گیا تھا وہ بھی اب تک پردہ [illegible] موسیقی میں جو کمال حاصل کیا تھا [illegible] سب حیرت زدہ رہ گئے

[illegible] وا کردم سہ دفتر درد بہ تحریر آمدی
[illegible] سہ دیگر بود از بادر بود

گویا [illegible] کا بیش بہا ذخیرہ انھی کی زندگی میں ضائع ہو گیا تھا۔ ساتویں صدی ہجری کا بہترین نمونہ اُردو کا حضرت امیر خسرو کی ہندی نظموں میں پایا جاتا ہے۔ جس سے نہ صرف اس عہد کی زبان کا پتہ چلتا ہے بلکہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس زمانے میں جو زبان رائج تھی وہ موجودہ زمانے سے کچھ زیادہ غیر مانوس نہ تھی۔ جن واقعات نے ہمیں ان کی تصانیف سے محروم کر دیا ہے اس کے اسباب پر اگر غور کیا جائے تو اس کا سمجھنا دشوار نہ ہو گا۔ علمی قدردانی اور کتب خانوں کی حفاظت امن و اماں کے زمانے میں ہوا کرتی ہے۔ امیر کا زمانہ اس کے واسطے سازگار نہ تھا۔ یعنی خود ان کے زمانے [illegible] اور اس کے بعد دو ڈھائی سو برس برابر ہندوستان میں طوائف الملوکی کا دَور دورہ رہا۔ قتل و غارت گری کا بھی اکثر بازار گرم رہا۔ اور اس آئے دن کی مصیبت اور [illegible] اور بعض کسی کو اس طرف متوجہ نہ ہونے [illegible] کتابیں ضائع ہو گئیں اس کے [illegible] ان [illegible] ان کی علمی قدردانی کی وجہ

سے جو کتابیں اور دفاتر جمع ہو سکے ان میں سے کچھ تو ۱۸۵۷ء
کے خوفناک غدر میں تباہ ہو گئے اور جو کچھ باقی بچا وہ یا تو ہماری
اپنی شامت اعمال کی وجہ سے اور کچھ اہل یورپ کی علمی قدردانی
کی وجہ سے یورپ کے کتب خانوں میں پہنچ گیا

مولانا حالی نے صحیح لکھا ہے کہ وہ علمی خزانے جن کی کنجیاں
فیاض ازل نے مسلمانوں کو بخشی تھیں آج دوسری قوموں کے
ہاتھ میں ہیں۔ ایک عیسائی مورخ ڈاکٹر کیٹینز لکھتا ہے۔ کہ
مسلمان تو بہت ہیں مگر وہ جانتے کیا ہیں۔ اگر آج غزل کا
ایک عمدہ دیوان یا تاریخ کی ضرورت ہو تو یورپ سے لینی
پڑے گی۔" ابن خلدون، ابو رشد۔ حاجی خلیفہ۔ ابن بطوطہ
ابن الاثیر اور مقریزی وغیرہ جو اسلام میں آسمان علم کے
آفتاب مانے جاتے ہیں اب ہندو پاکستان میں ان کو کوئی جانتا
بھی نہیں۔ اسی طرح تابط، شنفرا، امرالقیس، عنترہ، حاتم،
بحتری کے دیوان کتنے لوگوں نے پڑھے ہیں حالانکہ یورپ
میں صدہا آدمی یہ کتابیں پڑھتے ہیں۔

دور کیوں جایئے حضرت امیر خسرو جن کا [illegible]
چل جائے گا۔ ان کی وہ طبع شدہ کتابیں جو [illegible]
گئی ہیں۔ کتنے لوگوں نے [illegible]
اسی سے ہوتا ہے کہ وہ [illegible]

[illegible] شامل کیے گئے۔ اصلیت یہ ہے کہ قوم میں ابھی صحیح طور پر علمی اور ادبی ذوق پیدا نہیں ہوا ورنہ وہ تنگ نظری اور تنگ خیالی کو راہ نہ دیتے اور نہ ذہن کے [illegible] کو ابھار کر عربانی تعصب کی دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیتے۔ اس بارے میں قوم کو غیرت دلانے کے واسطے اکبر الہ آبادی نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

ہم اُردو کو عربی کیوں نہ کریں اُردو کو وہ بھاشا کیوں نہ کریں
جھگڑے کے لیے اخباروں میں مضمون تراشا کیوں نہ کریں
آپس میں عداوت کچھ بھی نہیں بس ایک اکھاڑا قائم ہے
جب فلک کا اس سے دل بہلے ہم لوگ تماشا کیوں نہ کریں

ایک نادر و نادر الوجود مرقع خاندانِ چشتیہ کا مجھے بطور تحفہ جناب اکبر حسین صاحب الہ آبادی نے سنہ ۱۹۰۶ء میں دیا تھا جس کی پشت پر شاہی عجائب خانہ دہلی کی مہر اور منتظم عجائب خانہ کا دستخط تاریخ اور سنہ موجود تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دہلی لٹنے کے زمانے میں کسی ذریعہ سے لکھنؤ نواب اودھ کے کتب خانہ میں پہنچا ہوگا جس کا ثبوت پشت کی تحریر سے ملتا ہے جب وہ کتب خانہ یا عجائب خانہ بھی تباہ ہوا تو [illegible] مرقع کسی سے خرید لیا تھا جس کو میں [illegible] میوزیم کو دے دیا تھا۔

لیکن ایک ہی سال کے بعد میں نے معلوم کیا تو وہ وہاں سے غائب تھا۔ البتہ فوٹو اس کا میرے پاس موجود ہے۔ یہی حشر نادر الوجود قدیم کتابوں کا ہوا ہو گا۔

اس کتاب میں میں نے تاریخی واقعات اور عام حالات کو مدِنظر رکھ کر صرف وہی حالات اخذ کئے ہیں جو عوام کی دلچسپی کا باعث ہو سکتے ہیں۔

امیر کی تصانیف کو نہ ہر شخص پڑھ سکتا ہے اور نہ اوسط درجہ کی قابلیت رکھنے والا سمجھ سکتا ہے اور نہ کتابیں آسانی سے دستیاب ہو سکتی ہیں۔ اس کتاب میں تمام کارآمد باتیں موجود ہیں۔ چونکہ حضرت امیر کی ایجاد موسیقی پر تبصرہ کرنا مقصود ہے۔ جس کو سات سو سال سے سب ہی نظر انداز کرتے رہے ہیں اس لیے ان کے بقیہ حالات زندگی کو ایک ضمنی کام سمجھ کر انجام دیا ہے۔

آغا شمس الدین حیدر لکھنوی سے جو موسیقی کے ماہر اور عرصہ دراز تک میرس میوزک کالج لکھنؤ کے وائس پرنسپل بھی رہ چکے ہیں مجھے موسیقی کے سلسلہ میں کافی مدد ملی جن کا شکرگذار ہوں۔

حامد احمد صاحب دہلوی کا شکریہ ادا نہ کرنا بڑی احسان فراموشی ہوگی۔ کیونکہ انھوں نے نہ صرف [illegible]

137117

Marfat.com

... اور ... کا خود غنایت فرمایا بلکہ ان کے
... سے باب ہفتم کی تکمیل میں کافی مدد ملی —
شاہد صاحب شخص اسلعا مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی کے
پوتے اور رسالہ "ساقی" کے ایڈیٹر ہیں۔ علمی اور ادبی ذوق
تو ان کا خاندانی ورثہ ہے جس کو وہ سالہا سال سے انجام
دے رہے ہیں۔ لیکن حیرت تو یہ ہے کہ وہ انڈین کلاسیکل
میوزک کے بھی ماہر ہیں اور باوجود انتہائی مصروفیت کے
اہل علم اور اہل ذوق ان کو گھیرے رہتے ہیں جس کی بڑی
وجہ ان کا ایثار، خلوص اور ہر دل عزیزی ہے۔

آخر میں میں اس کتاب کو بکمال ادب و عقیدت اپنے پیر
طریقت حضرت مولانا شاہ ابوالخیر صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے
نام نامی پر معنون کرتا ہوں آپ کی ذات بابرکات اس
آخری زمانے میں مغتنمات سے تھی اور اس سرچشمہ روحانیت
سے ہزاروں تشنہ لب سیراب اور گم کردہ راہ فیضیاب
ہوئے ہیں۔

نقی محمد خان خورجوی
۱۹۶۰ء

Marfat.com

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

سلسلہ نسب، پیدائش اور تعلیم

ابتدائی حالات تقریباً سب نے یکساں لکھے ہیں لیکن ڈاکٹر محمد وحید مرزا صاحب نے زیادہ وضاحت سے حالات خاندانی پر روشنی ڈالی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بارہویں صدی عیسوی کا زمانہ عالم اسلامی کے واسطے بعض لحاظ سے نہایت مبارک تھا۔ یعنی تہذیب اور تمدن کا وہ شاداب چمن جس کو مسلمان حکمران، علماء اور فضلاء نے اپنی ان تھک کوششوں اور بے مثل جانفشانی سے صدیوں تک سینچا تھا۔ اس زمانے میں اپنی پوری بہار پر تھا۔ ابھی وہ گلستان بلا خیز وہ تباہ کن آندھی یعنی چنگیز خانی یورش کی گرم ہوا جس نے اس لہلہاتے ہوئے باغ کو جلا کر خاکستر کر دیا تھا۔ چلنا شروع نہ ہوئی تھی لیکن اموی سلطنت کا پرانا مضبوط شیرازہ البتہ بکھر چکا تھا۔ اور یہ [illegible] جس کی مثال آسمان نے بھی نہ دیکھی ہوگی۔ الگ الگ [illegible] جدا جدا خلیفہ سرکش اور زبردست امراء کے [illegible] تھے اور دار الاسلام کی چار دیواری کے اندر [illegible] برائے نام تھا۔ البتہ خلیفہ

Marfat.com

کی مذہبی قیادت زیادہ تر مسلمان ملکوں میں تسلیم کی جاتی تھی۔ اور ان ملکوں کی علمی اور ادبی سرگرمیوں میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ مشرقی ممالک کے شہر خصوصاً سامانی اور غزنوی حکمرانوں کی علم پروری اور ہنر پروری کی وجہ سے نہ صرف تجارت اور دولت کا گہوارہ تھے بلکہ علم و فن کے بھی بڑے مرکز بن گئے تھے۔

قزوین، بلخ، بخارا، شیراز، اصفہان، غزنہ جیسے کئی ایسے شہر تھے۔ جو شان و شوکت میں بغداد سے ہمسری اور دمشق سے رو کشی کا دعویٰ رکھتے تھے۔ جن کی بڑھتی ہوئی آبادی ان کی چار دیواری میں نہ سماتی تھی۔ جہاں دور دور سے سیاح اور طالب علم کھنچے چلے آتے تھے اور جہاں کی زمین حقیقت میں سونا اگلتی تھی۔ یہ تو سب کچھ تھا لیکن سلطنت کا مختلف بادشاہوں میں تقسیم ہو جانا قدرتی طور پر آپس کی رقابت کو فروغ دیتا تھا اور اگر یہ رقابت محض علمی اور ادبی میدانوں تک ہی محدود رہتی تو چنداں مضائقہ نہ تھا۔ لیکن ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا شوق اکثر اُن حکمرانوں کو میدانِ جنگ میں بھی لا کھڑا کرتا تھا۔ اس لیے اگر ایک طرف بے دریغ روپیہ خرچ کر کے اپنے دربار میں عالموں، ادیبوں اور شاعروں کو جمع کرنے کا شوق تھا تو دوسری طرف اپنے حریفوں کے مقابلے میں اپنے ملک کی حفاظت کے لیے فوجی انتظامات اور [illegible] تیار رکھنے کا فکر دامن گیر رہتا تھا، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ [illegible] اور فوجی نظام قائم ہو گیا جو یورپ کے قرونِ وسطیٰ [illegible]

Marfat.com

ضروری تھا کہ وہ لڑائی کے موقع پر اپنے
مطلوبہ تعداد سپاہیوں کی فراہم کرے اور ان کے
سامان جنگ کی تکمیل ہو۔

یہ وہ زمانہ تھا جب عوام بلا فوج میں بھرتی ہوئے لڑائی پر
مامور ہوجاتے یا حسب ضرورت کچھ لڑائی کے موقعہ پر بھرتی کر لیے جاتے
بعض علاقوں اور قوموں کے لوگ خاص طور پر فوجی ملازمت کے لیے پسند
کیے جاتے تھے اور ان قوموں میں ترکوں کو بنی عباس کے ابتدائی دور سے
اپنی دلیری اور شجاعت کی بناء پر خاص امتیاز حاصل ہوچکا تھا اس لیے
جب خلفاء کو جب سرکش عربوں اور ایرانیوں کو دبانے کی ضرورت ہوئی
ان کی نظر انہی جفاکش اور جنگ جو لوگوں پر پڑی اور یہ واقعہ بھی
ہے کہ ترکوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی سپہ گری کی دھاک تمام عالم
اسلامی پر بٹھا دی اور آگے چل کر عربوں کی بجائے اسلام کے سب
سے بڑے حامی اور مددگار بن گئے۔

ترکوں کی آبادی وسط ایشیا میں دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔
یہ لوگ زمانہ امن میں سیدھے سادے دیانت دار کسانوں کی زندگی
بسر کرتے تھے۔ لیکن جنگ کے وقت جوق در جوق فوجوں میں
بھرتی ہو جایا کرتے تھے۔

[illegible] ترک خصوصاً اپنی بہادری کے لیے مشہور تھے چنانچہ
[illegible] اسلامی فوجوں میں ان ترکوں کی طرح

Marfat.com

کفار سے لڑنے والی کوئی اور قوم نہیں ہے جس کی وجہ یہ تھی کہ [illegible] ہوا اور [illegible]
چاروں طرف کفار کی بھی آبادی تھی۔ یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ ان ترکوں سے بڑھ
کر کوئی جری قوم نہیں ہے۔ وہ کافروں کے خلاف اسلام کے لئے جانبازی اور بہادری
کے ساتھ ساتھ اپنے بزرگوں کی اطاعت اور برادران کی خدمت کرنے میں
بھی یہ لوگ سب سے بڑھ کر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خلفاء کو یہ ضرورت محسوس ہوئی
تھی کہ اپنی فوجوں کے واسطے انہی میں سے سپاہی لیں اور اس طرح ماوراء النہر
کے کسان ان کی فوجوں کے قائد ان کے خدام اور ان کے بعد یہ مصاحب
بن گئے۔

اس زمانے کے نظام کے مطابق سپاہیوں کی تقسیم یوں ہوا کرتی
تھی سب سے چھوٹی فوجی جماعت دس سپاہیوں پر مشتمل ہوتی تھی اس کے بعد سو،
ہزار، پانچ ہزار وغیرہ کی جماعتیں تھیں۔ الغرض فوج کا ہر ایک حصہ دس
یا دس سے زیادہ کا ہوتا تھا اور اس تعداد کے لحاظ سے فوجی افسروں
کے عہدے معین ہوا کرتے تھے۔ یہی نظام ہندوستان میں مغل بادشاہوں کے
زمانے میں بھی تھا چنانچہ امراء کے منصب پنج ہزاری ہفت ہزاری اسی
مناسبت سے ہوا کرتے تھے۔ عثمانی ترکوں میں یہ نظام فوج اب تک [illegible]
ہے۔ ان کے افسروں کے خطاب اون باشی۔ یوز باشی [illegible]
قائم ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس تقسیم میں ہزار کے [illegible]
تھی۔ اور مختلف علاقوں سے لڑائی کے [illegible]
ہیں آدمی لیے جاتے تھے اور ہزار [illegible]

Marfat.com

امیر خسرو کا یہ شعر قابل ملاحظہ ہے:

گرز دشمن شود ہزار سوار

چشم تو میر آں ہزار بود

معلوم ہوتا ہے کہ جو ایک ہزار سپاہیوں کا دستہ یا ہزارہ جس علاقہ میں بسایا جاتا تھا اسی علاقے کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ یا بعض صورتوں میں اپنے قبیلے کے سردار یا مورث اعلیٰ کے نام سے پکارا جاتا تھا اور عرصہ گزر جانے کے بعد جب وہ فوجی نظام درہم برہم ہو چکا تھا اور یہ ضروری نہ رہا تھا کہ کوئی خاص قبیلہ کسی امیر کے ماتحت ہو۔ تب بھی قبیلہ کا قدیم نام ہزارہ ہی باقی رہا۔ یہی نہیں بلکہ جہاں کہیں کوئی ہزارہ جاکر آباد ہو گیا وہ علاقہ بھی ہزارہ کہلانے لگا۔ چنانچہ ہندوستان کے شمالی مغربی حصّہ میں جو علاقہ ہزارہ کے نام سے موسوم ہے اس کی وجہ تسمیہ بھی غالباً یہی ہے کیونکہ علاوہ ہی نہیں بلکہ غالباً اس زمانے میں جبکہ چنگیز خان نے بہادر لشکر سمیت سلطان جلال الدین خوارزمی کے تعاقب میں ہندوستان کا رُخ کیا تھا۔ کچھ قبیلے یہاں آن کر آباد ہو گئے تھے۔ انہی جنگجو ہزارہ ترکوں میں امیر خسرو کے والد امیر سیف الدین محمود بھی تھے اور امیر خسرو کی ... ہیں کہ وہ بھی ... لوگ تھے جن کے قبیلے کا نام ہزارہ ... کی تصدیق اس طرح بھی ہوتی ہے کہ خود امیر خسرو نے اپنے

... کیا ہے

... یعنی ... شاہین کے بھی ہیں۔

اور غلام کے بھی خسرو کے اپنے ایک بیت کی بنا پر دوسرا مفہوم زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے ؎

خود کہ در عہد تو سلطان سخن
خسروئے لاچین سلطانی شد است

گویا لفظ لاچین اور سلطان سے صفت تضاد پیدا کی ہے۔ بہر حال اس لفظ کا مفہوم اتنا اہم نہیں ہے کہ جتنا یہ معلوم کرنا کہ در اصل لاچین کس کا نام تھا بہر حال علاقہ یا مقام کا نام تو یہ ہو نہیں سکتا، ظاہر ہے کہ کسی آدمی ہی کا نام ہو گا۔ زیادہ تر تذکرہ نویس اس بارے میں خاموش ہیں۔ البتہ ایک آدھ نے لکھا ہے کہ لاچین امیر خسرو کے والد کا نام تھا۔ یہ روایت اس وجہ سے قابل قبول نہیں معلوم ہوتی کہ امیر خسرو نے اپنے والد کا نام ہمیشہ سیف الدین یا محض سیفی لکھا ہے۔

یہ ضرور ہے کہ امیر سیف الدین اپنے قبیلے کے سردار تھے، لیکن اس کی بھی کوئی سند نہیں ہے کہ قبیلہ کا نام ہزارہ لاچین انہی کے نام پر تھا۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ لاچین ان کے کسی خاندانی بزرگ کا نام ہو اور وہ اپنے کسی قبیلہ کے سردار رہے ہوں ؎ اب یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ اس قبیلے ہزارہ لاچین کا ابتدائی مقام کہاں تھا اور کس زمانے میں ہندوستان میں آکر آباد ہوا۔

دولت شاہ سمرقندی کا بیان ہے کہ ایک ...
ان کا اصلی وطن شہر کش تھا جو اب قبۃ الخضرا ...

[illegible] معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہزارہ لاچین سے تھے۔
[illegible] امیر [illegible] کے اطراف میں آباد تھا۔ اور ہنگامہ چنگیز کے زمانے میں
یہ ترک ماوراء النہر سے ترک وطن کر کے ہندوستان میں آن کر آباد ہو گئے تھے
برخلاف اس کے اکثر سوانح نگار جن میں سے بعض کا بیان عام طور پر
دولت شاہ کے بیان سے زیادہ معتبر سمجھا جا سکتا ہے مثلاً جامیؒ مرزا
حسینؒ بایقرا یہ کہتے ہیں کہ چنگیز خان کے زمانے میں یہ لوگ بلخ اور
اس کے نواح میں آباد تھے اور وہاں سے ہندوستان آ گئے تھے ۔ ان
روایتوں میں دولت شاہ کا بیان زیادہ قرین قیاس ہے اور وہ اس وجہ
سے کہ امیر نے اپنے کلام میں اکثر مقامات پر ان باشندوں کا جس کو وہ
بالاتفاق کہتے ہیں نیز بلخ اور بخارا کے شہروں کا اور باشندوں کا حقارت
اور تضحیک آمیز طریقے پر ذکر کیا ہے، قطع نظر اس کے مقام کش یا ترغ
اور قرشی جن کا ذکر دولت شاہ نے کیا ہے۔ ماوراء النہر کے صوبے میں
ہیں اور ان علاقوں کے ترک خاص طور پر جنگجو مشہور تھے اور یہ وہی صفات
ہیں جو ہزارہ لاچین کے باشندوں میں پائے جاتے ہیں اور جن کا ثبوت
امیر کے والد سیف الدین محمود نے ہندوستان میں اپنے جوہر شجاعت
دکھا کر دیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ہزارہ لاچین کا اصلی وطن کش یا ترغ
[illegible] مقامات کو مان لیا جائے تو یہ بھی ممکن ہے کہ ہندوستان
[illegible] میں یہ قبیلہ بلخ کے گرد و نواح میں آن

کش، ماوراالنہر کا قدیم مشہور شہر ہے۔ ایک عرب جغرافیہ [illegible]
نے بھی اس کا ذکر کیا ہے کہ یہ شہر ایک چھوٹی سی ندی کشکا رود کے کنارے
پر واقع ہے۔ یہ ندی اور اس کے علاوہ اور چھوٹی چھوٹی ندیاں مثلاً جزار رود اور
چاہی رود اور خضر رود بھی اس کے قریب ہی بہتی ہیں۔ ابن حوقل کے زمانے میں
یہاں ایک قلعہ اور مضبوط چار دیواری بھی تھی۔ کئی ندیوں کی قربت کی وجہ سے
کش کے گرد و نواح کا علاقہ کافی زرخیز تھا۔

امیر تیمور کے زمانے میں اس شہر کو زیادہ شہرت حاصل تھی اس لیے
کہ امیر تیمور یہیں پیدا ہوا تھا۔ اس وجہ سے اس نے اس شہر کو از سرِ نو تعمیر
کرا کر وہاں ایک شاندار محل بنوایا تھا جس کا نام اس نے آق سرای
(سفید محل) رکھا تھا مگر عام طور پر شہر سبز مشہور تھا اور دولت خانہ نے
نام تبدیل کر کے قبت الحضرا رکھ دیا تھا۔ باغ بھی کش کے نواح میں ایک
مقام کا نام تھا۔ لیکن قرشی جسے عرب اکثر نخشب کہتے ہیں شہر کے جانب
جنوب واقع ہے۔ چنگیز خان کے بعد ایک مغل شاہزادے نے یہاں
ایک محل تعمیر کرایا تھا اور اسی مناسبت سے اس شہر کا نام قرشی مشہور ہو گیا۔

برارہ لاچین کے ہندوستان میں آنے کا زمانہ [illegible]
ہے۔ لیکن قرین قیاس یہی ہے کہ یہ قبیلہ چنگیز خاں کے زمانے میں [illegible]
صدی عیسوی میں ہندوستان آیا تھا۔ ہندوستان میں [illegible]
ایک کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کی جگہ [illegible]
دہلی کے تخت پر متمکن تھا۔ اس قابل بادشاہ نے تخت [illegible]

Marfat.com

[illegible] ہندوستان میں قائم کر لیا تھا اور اپنے حریفوں کو
[illegible] تاج الدین یلدوز اور ناصر الدین قباچہ حاکم
[illegible] کے بعد بنگال کے خلجیوں کو بھی وہاں کی حکومت
[illegible] لیا تھا۔ ان لڑائیوں اور ہنگاموں کے واسطے ایسے بہادروں کی
ضرورت تھی۔ اس لیے امیر سیف الدین محمود نے بھی مع اپنے ساتھیوں کے
اس بادشاہ کی حکومت اختیار کر لی۔ اور دہلی سے قریب تقریباً سو میل مقام
پٹیالی ضلع ایٹہ جسے مومن پور یا مومن بھی کہتے ہیں اور جو دریائے گنگا
کے کنارے پر آباد ہے مقیم ہو گئے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ پٹیالی امیر سیف الدین کو کسی معرکہ کے سر کرنے
[illegible] ملا ہو۔ لیکن اس بارے میں مورخ یا سوانح نگار نے کچھ نہیں لکھا
البتہ بدنی نے صرف اسی قدر لکھا ہے کہ ان کو بارہ سو ٹنکے (سکہ) سالانہ وظیفہ
ملتا تھا [illegible] کے اپنے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ امیر سیف الدین التمش
[illegible] حیثیت رکھتے تھے اور بادشاہ کو انھوں نے ہندوستان
[illegible] کے استحکام میں مدد بھی دی تھی۔ چنانچہ ایک مقام پر
[illegible]

جہاں [illegible] او بگرفت التمش
[illegible] [illegible] زقبضہ قدرت

[illegible] شمسی یا سلطانی شمسی کے نام سے موسوم
[illegible] تھی جس کے وہ التمش کے خاص امراء

میں سے تھے۔ بہر حال امیر کی پٹیالی کی پیدائش کے بارے میں سب کا اتفاق ہے۔ تاریخ فرشتہ اور دولت شاہ نے بھی اس کی تصدیق کی ہے کہ امیر خسرو کے والد بلخ کے امراء میں سے تھے اور چنگیز خانی فتنہ کے بعد ہجرت کرکے ہندوستان چلے آئے تھے اور سلطان محمد تغلق کے دربار میں ایک ممتاز عہدہ پر مامور تھے۔ سیف الدین بڑے جری اور فنِ سپہ گری سے بخوبی واقف تھے۔ بالآخر ایک مہم میں جبکہ وہ کفار سے لڑ رہے تھے شہید ہو گئے۔

سیف الدین کے تین بیٹے تھے۔ اعزاز الدین علی شاہ، حسام الدین اور امیر خسرو۔ آپ کی عمر والد کے انتقال کے وقت سات آٹھ سال کی تھی۔ آپ کی والدہ عماد الملک کی بیٹی تھیں جو امراء شاہی میں سے مشہور و معروف شخص تھے۔ اور دس ہزار فوج کے افسر بھی تھے۔

ایک روائت کے مطابق امیر کی والدہ نے ان کا نام ابو الحسن رکھا تھا۔ سال پیدائش میں اختلافات ہیں۔ بعض مورخوں نے [illegible] ۶۵۲ھ تحریر کیا ہے۔ قران السعدین میں جو کہ [illegible] ہے۔ خود امیر نے اپنی عمر چھتیس ۳۶ سال تحریر کی ہے۔ جس کے حساب سے پیدائش ۶۵۰ھ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ امیر لکھتے ہیں ؎

آنچہ بہ تاریخ ز ہجرت گذشت [illegible]
حال من امروز اگر بر رسی [illegible]

جب امیر پیدا ہوئے تو والدان [illegible]

[illegible] گئے تھے۔ مجذوب نے دور ہی سے دیکھ کر یہ کہا تھا کہ "یہ وہ [illegible] ہے جو خاقانی سے بھی دو قدم آگے جائے گا۔" افسوس ہے کہ مجذوب کا نام نہ معلوم ہو سکا۔ جب آپ بڑے ہوئے تو والد نے کم عمری ہی میں سپہ گری کی آبائی تعلیم دینا شروع کر دی اور مکتب میں داخل کرا دیا۔

خوش نویسی مولانا اسد الدین نے جو اس زمانے کے مشہور عالم اور خوش نویس تھے سکھلائی تھی۔ چونکہ امیر بے حد ذہین اور جدت پسند واقع ہوئے تھے۔ شاعری کا شوق بچپن ہی سے پیدا ہو گیا تھا اس وجہ سے وصلیون پر اسی کی مشق کیا کرتے تھے۔

خواجہ اصیل جو اس زمانے کے کوتوال تھے، بڑے علم دوست، فیض [illegible] اور غربا پروری میں مشہور تھے۔ امیر خسرو اپنی ذہانت کے باعث ان کے نائب ہو گئے۔ جس کی ابتدا اس صورت سے ہوئی کہ ایک روز خواجہ اصیل نے جب اسد الدین کو بلایا تو امیر خسرو بھی ان کے ساتھ چلے گئے۔ کوتوال کے مکان پر اتفاق سے خواجہ عز الدین بھی تشریف رکھتے تھے۔ اسد الدین نے خواجہ عز الدین سے کہا کہ یہ لڑکا ابھی غون غان کرتا ہے۔ [illegible] کہ اس کے اشعار میں بھی کچھ موزونیت ہے یا نہیں۔ آپ بھی اس کے کلام کو سنئے۔

اتفاق سے خواجہ عز الدین کے ہاتھ میں اس وقت اپنے اشعار [illegible] امیر خسرو کو دیکھ کر کہا کہ صاحبزادے اس میں سے کوئی شعر [illegible] کم عمری کا زمانہ تھا۔ امیر نے اس بیاض میں سے اشعار

Marfat.com

نہایت خوش الحانی سے پڑھے۔ چونکہ آواز میں قدرتی اثر اور درد تھا حاضر پر اس کا کافی اثر ہوا۔ آنکھیں بھر آئیں اور بے حد تعریف کی۔ ان کے اُستا اسد الدین نے کہا کہ اب شعر گوئی میں اس کا امتحان لیجیے۔ خواجہ عز الدین نے چار بے جوڑ چیزوں کے نام لے کر کہا کہ ان کو ملا کر شعر کہو یعنی مُو۔ بیضہ۔ تیر۔ خربوزہ۔ امیر نے برجستہ یہ اشعار پڑھے ؂

ہر مُوئے کہ در دو زلفِ آن صنم است
صد بیضۂ عنبریں برآں موئے صنم است
چوں تیر مداں راست دلش را زیرا
چوں خربوزہ دندانش میاں شکم است

خواجہ عز الدین کو اس ذہانت پر سخت حیرت ہوئی۔ پوچھا۔ نام کیا ہے؟ امیر نے جواب دیا کہ خسرو۔ باپ کا نام پوچھا تو امیر نے ازراہ ظرافت (بجائے سیف الدین کے) لاچین بتلایا اور کہا کہ ترک گفتن خطا است۔ یعنی ان کو ترک کہنا غلطی ہے۔ خواجہ عز الدین نے خطا کے لفظ کو پھر الٹ کر کہا کہ "بے خطا ترک است" یعنی یقیناً وہ ترک ہی تھے۔ خواجہ عز الدین بہت خوش ہوئے اور کہا کہ چونکہ تم کو دربارِ سلطانی سے بھی تعلق ہے اس لیے تمہارا تخلص سلطانی ہونا چاہیے۔ چنانچہ اکثر غزلوں میں امیر نے یہی تخلص کیا ہے۔

خسرو کے اپنے بیان سے ظاہر ہے کہ ان کا میلانِ طبع بچپن ہی سے شاعری کی طرف تھا۔ ایک جگہ تحفۃ الصغر کے دیباچہ میں [illegible] دادا مجھے مکتب بھیجا کرتے تھے۔ لیکن میں ردیف [illegible]

Marfat.com

[illegible] الدین محمد خطاط جو عام طور پر قاضی کے لقب سے مشہور تھے مجھے [illegible] ابتدا میں لکھانے کی کوشش کیا کرتے تھے اور استاد کی پوری کوشش کے [illegible] چہرۂ یار کی طرح دراز اور مسلسل بھی میں زلف اور خط و خال کی مشق کیا [illegible] تھا۔ ان واقعات سے ظاہر ہے کہ جس کا دماغ گرد و پیش کی چیزوں سے بے نیاز ہو کر اس حسن ازلی کو نامعلوم فضاؤں میں تلاش کرتا رہتا ہو۔ جس کا عکس دنیا کی ہر خوبصورت چیز میں موجود ہے اسے تریخ گنج یا ہدایہ کے درسوں میں کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ الغرض خسرو نے جو کچھ بھی علمی استعداد حاصل [illegible]ں۔ اس کے قابلِ قدر ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ لیکن نہ تو وہ خشک کتابوں کے مضامین کی دیدہ ریزی اور دماغ سوزی سے حاصل ہوئی نہ استادوں کی مدد سے بلکہ زیادہ تر ان کی اپنی ذہانت، اربابِ علم کی صحبت اور موزونی طبع ہی کا نتیجہ تھا اور وہ اس درجہ کی تھی کہ جس نے انھیں اپنے زمانے کے علوم و فنون میں جن کا جاننا ضروری تھا ماہر اور بے مثل بنا دیا تھا۔

مشہور بھی یہی ہے۔ اور اکثر تذکرہ نویسوں نے بھی یہی لکھا ہے کہ شاعری میں امیر کا کوئی استاد نہ تھا۔ بلکہ انھوں نے شعرائے متقدمین کے [illegible] سے فنِ شاعری میں کمال حاصل کیا تھا۔ ممکن ہے کہ ابتدا میں ایسا ہو کیونکہ ان کی جدت پسند اور سیماب صفت طبیعت لڑکپن میں استادوں کی [illegible] پابندیاں کو گوارا نہ کرتی ہو۔ لیکن چونکہ یہ اصولاً غلط تھا۔ اس [illegible] کسی استاد کے روبرو زانوئے ادب خم کیا ہوگا۔

[illegible] اپنے زمانے کے شعرا میں مولانا شہاب الدین

کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ اگر یہ وہی بزرگ ہیں جو شہاب الدین صدر نشین کے نام سے موسوم تھے۔ جن کا ذکر برنی اور فرشتہ نے بھی کیا ہے۔ تو ان کا انتقال تقریباً امیر کی پیدائش سے انیس سال قبل ہو چکا تھا۔ اس لیے ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ امیر کے ہمعصر شہاب الدین شہاب مہمرہ ساکن بدایوں تھے۔ (مہمرہ خوزستان کا شہر ہے۔ جہاں سے وہ ہجرت کر کے آئے تھے) اور امیر کو شاعری میں انہی کی شاگردی کا فخر حاصل تھا۔ شہاب کی عربی دانی اور علمی قابلیت کا خسرو کو بھی اعتراف ہے اور "ہشت بہشت" میں ان سے اصلاح لینے کا بھی ذکر کیا ہے۔ شہاب کا نمونہ کلام ملا مورخ بدایونی نے بھی دیا ہے۔ رہا معاملہ شاعری کی عظمت کا کہ شاگرد کا کلام استاد سے بلند ہے اس سے کسی کو بھی انکار نہیں ہے۔ بچپن ہی میں ذہانت کا یہ عالم تھا کہ والد کے انتقال پر آپ نے جو شعر کہا تھا وہ یہ ہے ؎

سیف از سرم برفت و دلم بس دو نیم ماند
دریائے من رواں شد و درم یتیم ماند

اس کم عمری میں والد کے انتقال کے بعد آپ کے نانا عماد الملک نے آپ کی پرورش کی تھی۔ جن کے بارے میں امیر خسرو لکھتے ہیں کہ وہ شاہی تخت کے چار ارکان میں سے ایک تھے۔ اور اگرچہ کوئی نشان باوجاہت نہ رکھتے تھے لیکن اپنے اثر اور رسوخ کی وجہ سے بادشاہوں کو تخت پر بٹھایا کرتے تھے۔ انھوں نے اپنی داد و دہش کی وجہ سے تمام ہندوستان کو مٹھی میں کر لیا تھا۔ عماد الملک سانولے رنگ کے تھے اور پان کا شوق [illegible] تھا۔

...کہ جب غیروں کے ساتھ وہ سلوک ہوتے تھے تو انھوں نے امیر ...ساتھ کیا کچھ نہ کیا ہوگا۔ یہی وجہ تھی کہ جوان ہونے سے پہلے امیر رائج ...وقت علوم اور فنون سے فارغ التحصیل ہو چکے تھے۔

امیر کا مذہب سنت والجماعت تھا۔ اعتقاد کے لحاظ سے حنفی طریق اور دل تورانی تھا۔

امیر باوجود کافی عمر ہو جانے کے اپنی ماں سے ایسی محبت کرتے تھے کہ بچوں کی طرح ماں سے چمٹ کر ملتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ ماں کا سینہ بہشت ہے۔ جس میں دو نہریں دودھ کی بہتی ہیں اور باوجود اڑتالیس سال عمر ہونے کے ماں کو اس طرح یاد کرتے تھے۔ جیسے کوئی دودھ پیتا بچہ اس کے لیے بلکتا ہے۔

Marfat.com

باب ۲

شہرت عروج اور اعزازِ شاہی

امیر پندرہ بیس برس کی عمر میں جب فارغ التحصیل ہو چکے تھے وہ زمانہ سلطان شاہ بلبن کا تھا اور آخر عمر تک گیارہ بادشاہوں کا زمانہ امیر نے دیکھا تھا۔

امیر کے عروج اور شہرت کی ابتدا اس طرح پر ہوئی کہ سلطان غیاث الدین بلبن کے دربار میں امیر کشلو خان بہت بڑے مرتبہ کا سردار تھا۔ اس کی فیاضی اور علم دوستی کا شہرہ دُور دُور تک ہو چکا تھا۔ اس کے دسترخوان پر ہمیشہ سینکڑوں آدمی کھانا کھاتے تھے۔ داد و دہش میں بھی وہ کسی سے کم نہ تھا علاوہ خیرات وغیرہ کے سال میں کئی سو غریبوں کی لڑکیوں کو بہترین جہیز بھی تقسیم کیا کرتا تھا۔ امیر خسرو کی شہرت تو ہو ہی چکی تھی۔ کشلو خان کے دربار میں ان کی رسائی ہو گئی اور دو سال کی ملازمت میں امیر کی وہاں کافی قدر ہوئی۔ امیر نے بھی کشلو خان کی ادبیت پر حرف نہ آنے دیا۔ مورخوں کا خیال ہے کہ معز الدین کیقباد نے اس سے بھی زیادہ امیر کی قدر افزائی کی تھی۔

ایک روز اتفاق سے بغرا خان سلطان غیاث الدین بلبن کے بیٹا

Marfat.com

[illegible] اور شعر شاعری کے چرچے ہو رہے تھے۔ شمس الدین دبیر اور حسن [illegible] جو اس زمانے کے مشہور و معروف شعراء میں سے تھے وہ بھی اس صحبت میں شریک تھے۔ امیر خسرو نے اپنی زمزمہ سنجی کا کچھ ایسا سماں پیدا کیا کہ بغرا خاں نہایت متاثر ہوا اور صلہ کے طور پر لگن بھر کر روپے دیے۔ کشلو خاں جن کے امیر ملازم تھے نہایت خود دار واقع ہوا تھا۔ اس کو یہ بات ناگوار گذری کہ امیر نے دوسروں کی دی ہوئی چیز کو کیوں قبول کر لیا اور اس کا وابستہ دوسرے دربار کا احسان مند ہوا۔ یہ ناخوشی اس کی برابر قائم رہی۔ امیر نے اس کی تلافی بھی مختلف ترکیبوں سے کرنی چاہی۔ لیکن اس کا دل صاف نہ ہوا۔

جب امیر مجبور ہو گئے تو کشلو خاں کی ملازمت چھوڑ کر بغرا خاں کے پاس چلے گئے۔ جو اس وقت سامانے کا حاکم تھا۔ اس نے نہایت قدر و منزلت کے بعد اپنا ندیم خاص بنا لیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب بغرا خاں کو ۶۷۸ھ میں بنگال کی مہم میں کامیابی ہوئی تھی۔ اور جس کے صلہ میں اس کو سلطان غیاث الدین نے [illegible] کا حاکم مقرر کیا تھا۔

امیر کی شاعری کا شہرہ ہو چکا تھا۔ شہزادہ ملک محمد خان نے امیر کو اپنے شعرائے خاص میں شامل کر لیا اور جب وہ ملتان کا حاکم مقرر ہو کر [illegible] تو امیر اور حسن دہلوی کو بھی ساتھ لے گیا تھا۔ چنانچہ پانچ سال تک [illegible] رہا۔

[illegible] میں سندھ کا پایہ تخت رہ چکا تھا اور چنگیز خان

کے بعد مغل برابر ہندوستان پر حملے کرتے رہتے تھے۔ اس لیے ملتان میں ایک بڑا دستہ فوج کا سرحدی حفاظت کے واسطے رہا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ ایران اور ترکستان سے جو تجارتی مال آتا جاتا تھا اس کی بھی حفاظت ہوتی تھی اور سوداگر ملتان کی حکومت سے مدد حاصل کرتے تھے۔

شہزادہ محمد کی قدر دانی کا شہرہ سن کر ادیب اور شاعر دُور دُور سے جمع ہو گئے تھے۔ ملتان کی شہرت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جس طرح پر دہلی میں شاہ نظام الدین اولیا[؟] کا چشمۂ فیض جاری تھا۔ اسی طرح ملتان میں بھی خواجہ صدر الدین جو خواجہ بہاء الدین ذکریا کے بیٹے تھے۔ روحانی ہدایت کی شمع روشن کیے ہوئے تھے۔

ان حالات سے ظاہر ہے کہ ملتان میں خسرو کے واسطے دلچسپی کی کوئی کمی نہ تھی۔ نیز ان کو اپنا کمال دکھلانے کے واسطے اس سے بہتر اور کیا موقع ہو سکتا تھا۔ لیکن خسرو جذباتی طبیعت رکھتے تھے۔ اور انھیں دلّی کی یاد رہ رہ کر ستاتی تھی۔ شہزادے نے ان کی دلجوئی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ شیخ سعدی شیرازی نے بھی خسرو کے کلام سے متاثر ہو کر شہزادے کو لکھا تھا کہ خسرو کی سرپرستی میں کوئی کمی نہ کی جائے۔ لیکن قدرت کو تو کچھ اور ہی منظور تھا۔

مغلوں کے سیلاب کو روکنے کے لیے اکثر انتظام کی غرض سے سلطان محمد کے ساتھ دشوار گذار مقامات پر امیر کو جانا پڑتا تھا چنانچہ ایسے ہی ایک سفر کے سلسلہ میں خسرو لکھتے ہیں: "دہلی میرے واسطے بہشت بریں ہے جس کی عمارتیں آسمان سے باتیں کرتی ہیں۔ ہر وقت بازاروں میں چہل پہل رہتی ہے [illegible]

[illegible] پانی جنگل کو شاداب اور سیراب کرتا ہے۔ وہاں کے باغوں میں جنت کے پھلوں کی مانند شیریں اور مفرح ہوتے ہیں۔ جہاں محبوب کی [illegible] ہے۔ اب مجھے اس خارستان میں لاکر مقید کر دیا گیا ہے، قلعہ کیا ہے ایک دہکتا ہوا تنور ہے۔ جہاں ویرانہ ہے اور گو یہ انسانوں کی بستی ہے لیکن وہ انسان بھی ایسے ہیں جن سے دیو بھی پناہ مانگتے ہیں۔ سر ان کے معلوم ہوتا ہے جھرے ہوئے بورے ہیں اور داڑھیوں کی یہ کیفیت ہے کہ جولاہوں کے برش معلوم ہوتی ہیں۔ ٹانگیں لم ڈھینک کی سی مگر خود عقاب اور تند خو ہیں۔ سر اس طرح پر نیچے کو جھکے ہوئے ہیں جیسے دیوانے چلتے ہیں۔ ان کی آوازیں کوّے کی بولی کی طرح کرخت اور ان کے منہ اس طرح کھلے ہوئے ہیں جیسے مینا ماٹ زبانیں ایسی لکنہ جیسے خانہ ساز تیر۔ الفاظ ایسے کرخت جیسے منجنیق سے پتھر نکل رہے ہوں۔

کسی دانا کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے کہ جب آسمان سے گویائی زمین پر [illegible] تو ان انسانوں کو سب سے کم اور سب سے آخری حصہ ملا تھا۔" باوجود [illegible] کے امیر نے جو وہاں پانچ سال کا زمانہ گذارا وہ بعض لحاظ [illegible] بھی تھا۔ کیونکہ شاہزادہ محمد نے بہت سے ادیبوں کو دور دور [illegible] بھی کر دیا تھا۔ شیخ سعدی کو بھی شیراز سے بلانے کی دو مرتبہ دعوت [illegible] فاخرہ بھی روانہ کیا۔ لیکن انھوں نے معذرت لکھ دی۔

[illegible] کے دربار میں خسرو کے علاوہ سب سے زیادہ مشہور شاعر [illegible] جو تقریباً امیر خسرو کے ہم عمر تھے، غزل گوئی میں [illegible] تھے۔ اسی مناسبت سے انھیں سعدیِ ہند بھی کہا

جاتا تھا۔ بعض کا تو یہ خیال ہے کہ وہ خسرو سے بھی بازی لے گئے تھے۔

حسن کو خسرو سے بہت عقیدت تھی اور اپنے کلام کے متعلق خسرو کی رائے کی بہت قدر کرتے تھے۔ اس لحاظ سے اس دوستی کے تعلق کو تسلیم کرنے میں کیا تامل ہو سکتا ہے۔

حسن اور برنی کی ملتان کی موجودگی کا وہی زمانہ تھا جب ہلاکو خان کا پوتا ارغو خان ایران کے حکمران فارس کے امراء میں سے سمر خان عرف تمر خان مع بیس ہزار سواروں کے لاہور آیا اور دیپال پور کو فتح اور غارت کرتا ہوا لاہور ہو کر ملتان کی طرف بڑھتا تھا۔

سلطان محمد خان نے ملتان سے نکل کر تمر خان کو شکست دی۔ لیکن چونکہ ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ ایک تالاب کے کنارے پانچسو آدمیوں کے ساتھ نماز میں مشغول ہو گیا۔ باقی سلطان کی فوج تعاقب کرتی ہوئی تاتاریوں کے پیچھے جا رہی تھی۔ اس موقع کو غنیمت سمجھ کر تاتاریوں نے دو ہزار کی جمعیت کے ساتھ اچانک عقب سے حملہ کر دیا۔ سلطان نے بلا اپنی فوج کی کافی تعداد فراہم کیے ہوئے نمازیوں کو ساتھ لے کر تاتاریوں کا نہایت دلیری سے مقابلہ کیا۔ اتفاق سے ایک تیر سلطان کے آن کر لگا اور وہ شہید ہو گئے۔ چونکہ امیر خسرو اور حسن دونوں اس معرکہ میں شریک تھے۔ اس لیے تاتاری ان دونوں کو گرفتار کر کے لے گئے۔ لیکن ڈاکٹر محمد وحید مرزا کا یہ خیال ہے کہ وہ دونوں دوسرے ہی روز راستہ سے واپس آ گئے تھے۔ ڈاکٹر سید احمد [illegible] لکھا ہے کہ یہ دونوں دو سال کے بعد واپس آئے [illegible]

[illegible] معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ۶۸۴ھ کا ہے اور امیر نے جو شہرۂ آفاق مرثیہ شہزادے کی شہادت کے بارے میں لکھا ہے وہ امیر کے چشم دید واقعات معلوم ہوتے ہیں۔ جو ہر ایک گھر میں پڑھے جاتے تھے۔ اس مرثیہ میں وہ لکھتے ہیں کہ :-

"یہ کوئی معمولی مصیبت نہ تھی جو میں نے دیکھی تھی۔ وہ بھی کیا منحوس ساعت تھی۔ جب شہزادہ اپنے ساتھیوں کو لے کر ملتان سے روانہ ہوا تھا اور اس نے اپنی کافر کش تلوار کو نیام سے باہر نکالا تھا۔ جب ایسے شدید دشمن کی آمد کی خبر ملی تو اس نے اپنی قوت کی مطلق پروا نہ کی اور غصہ میں آن کر فوراً علم اٹھالیا اور جو لشکر اس وقت موجود تھا اسی کو لے کر ایک ہی سفر میں ملتان سے لاہور پہنچ گیا۔ اس کو یہ غصہ تھا کہ ہمارے عہد میں کفار کی بھی یہ ہمت کہ وہ سرکشی اختیار کریں۔ وہ طیش میں کہا کرتا تھا کہ میرے پاس وہ تلوار اب بھی موجود ہے۔ کہ جب کفار ہلاک ہوتے تھے تو آگ ان کو اپنی طرف گھسیٹا کرتی تھی۔ میں نے زمین پر اتنا خون بہایا ہے کہ گدھ اس میں تیرتے ہیں جیسے کہ پانی میں مرغابی۔ اور اس سال ان کے خون سے خاک ایسی سرخ ہوئی ہے کہ شفق کو اپنا لال رنگ زمین سے حاصل کرنا چاہیئے۔"

اس کے بعد امیر خسرو اپنی مثنوی میں لکھتے ہیں کہ شہزادہ اس فکر میں تھا کہ کفار کے سر قلم کرے اور تقدیر فلک نے تدبیر کے صفحہ پر مشیت ایزدی [illegible] یعنی محرم کی پہلی رات تھی اور شہزادہ اپنے لشکر کے [illegible] حسین علیہ السلام کی طرح لڑائی کے میدان

میں تھا۔ اس کے گھوڑے کی ٹاپوں کی گرد نے سورج کی آنکھ میں سرمہ لگایا۔
افسوس وہ بھی کیا وقت تھا کہ کافر نے اس پر اپنی فوج سے حملہ کیا تھا۔ وہ لوگ
جوق درجوق دریا سے گذر کر آئے اور شہزادہ جبکہ فوج کے ساتھ نماز میں
مشغول تھا ناگاہ اس پر دھاوا بول دیا۔ شہزادہ گھوڑے پر سوار ہوا اور آگے
بڑھا شاہزادے کو بڑھتے دیکھ کر اس کے سواروں کے سیلاب نے دنیا میں زلزلہ
رونما کر دیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ تو نے یہ بھی دیکھا کہ گھوڑوں کی ٹاپوں، ہنہنانے کی آوازوں
ڈھول اور طبل جنگ کی گونج اور سواروں کے نعروں نے صحرا اور دشت میں کس طرح
زلزلہ پیدا کر دیا تھا اور زبردست دشمنوں پر ہر متنفس حملہ کے واسطے بے چین تھا۔
بزدل اس فکر میں تھے کہ بھاگنے کا کوئی موقع ہاتھ آجائے۔ بہادر اور جان فروش
شہزادے کا یہ کام تھا کہ ایک طرف تو خود شمشیر آبدار کے جوہر دکھلا رہا تھا۔ اور
دوسری طرف سر بکف جوانمردوں کو اللہ اکبر کی تکبیر کے فلک شگاف نعروں سے
فوج کو آگے بڑھا رہا تھا۔ یہاں تک کہ دونوں فوجیں آپس میں گتھ گئیں تو دن تاریک
ہو گیا۔ انسان انسان سے اور خنجر خنجر سے الجھا آفتاب زرد پڑ گیا۔ دن ختم
ہونے کو تھا کہ انھوں نے تلواروں کے زنگاری رنگ سے خورشید لشکر کے
سر پر ایک نیا سماں کھڑا کر دیا۔ یعنی تلواروں کی صفیں دونوں طرف سے
بڑھتی ہوئی کنگھی کی طرح معلوم ہوتی تھیں گویا تلواروں سے ایک دوسرے کے
بال کھینچ کر بال سے بال گوندھ رہے ہیں اور وہ کافر جو ایک دوسرے سے ہر
کی طرح پیوستہ تھے تلواروں سے سر کے بالوں کی طرح صاف ہو رہے تھے
ایک سبز میدان میں لاشیں گیا دنیا کی تصویر [illegible]

... کی شمشیر بُرّاں ایک لمحہ کے لیے بھی زوال کے وقت سے رات ... نہ ہوئی۔ یارب! وہ خون تھا جو صحرا میں بہہ رہا تھا یا کوئی دریا ... تھی کیونکہ زخمی جب تڑپ تڑپ کر جان دیتے تھے تو خون ان کے ... سے ابلتا تھا۔ خان لشکر کش صفوں کو ترتیب دینے میں مصروف تھا اور اپنے اقبال کو ہر طرف دوڑا رہا تھا۔ فلک کج رفتار۔ فتح کو پھر بالوں سے پکڑ کر واپس کھینچے جاتا تھا۔ حالانکہ فتح ان ملعونوں کی طرف سے ہماری طرف آنا چاہتی تھی۔ کیونکہ کافر رات کی تاریکی میں بھاگ نکلنا چاہتے تھے۔ کہ یکایک ہماری ترازو کا پلہ پلٹ گیا۔ آہ! وہ بھی کیا قیامت خیز رات تھی کہ آفتاب آسمان سے گر پڑا تھا اور دلو جہاں میں آگ لگاتے ہوئے پھر رہے تھے۔ کیونکہ آفتاب ملک کے دن ختم ہو چکے تھے۔ اگر حسین ؑ کربلا کو بے آبی کا راستہ طے کرنا پڑا تھا تو یہ شاہزادہ محمد تھا جو اسلامی جوش میں آپ ہی آگ میں کود پڑا تھا اور لوگوں کے دلوں میں مچھلی کے جال ... روزن ہو گئے تھے۔ کیونکہ شاہی انگوٹھی پانی میں گر چکی تھی۔

خسرو لکھتے ہیں کہ کافر خون میں یوں پڑے ہوئے تھے۔ جیسے ... کوئلہ اور مومن کیچڑ میں۔ جیسے سیپی پانی میں موتی آب دار۔ ... ایک طرف دریا میں سے گزر رہی تھی اور دوسری کسی سراب کے ... رہی تھی اور سب تختۂ خاک کے نیچے چلے جا رہے تھے ... اور خون میں غلطاں تھے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے ... بانٹے گئے ہوں۔ بہت سے زندہ ایسے بھی تھے

جو ہیبت کی وجہ سے مُردوں کے درمیان میں بدن پر خون مل کر اور آنکھیں
کر کے لیٹ گئے تھے۔ غرض کہ یہ معمولی مصیبت نہ تھی جو میری آنکھوں نے دیکھی
میں گویا قیامت کو دیکھ رہا تھا۔ دائرۂ آسمان نے گویا پرکار کی سی گردش کی
تھی۔ تو نے دیکھا کہ ذرّہ نے چشمۂ خورشید کی آب چرالی۔ اور پتھر کو دیکھا
کہ اس نے لولوئے شہوار کا کام تمام کر دیا۔ جیسے ہر سال مغلوں سے دین
کی خاطر برسرِ پیکار رہنا پڑتا تھا اور یہ بھی دیکھ لیا کہ بالآخر اس نے سر ہی کو
دین کی نذر کر دیا۔"

جمعہ کا دن اور ذی الحجہ کا آخر روز تھا جب یہ واقع ہوا اس سن ۶۸۳ھ
کا آخری اور ۶۸۴ھ کا پہلا دن تھا۔ خسرو کے نہ معلوم کتنے دوست
ہوں گے جو اس ہنگامے میں ان سے ہمیشہ کے واسطے جدا ہو گئے۔ کیسی
کیسی صورتیں ہوں گی جن کو مغلوں کے بے پناہ تیروں اور بے محابا تلواروں
نے ہمیشہ کے واسطے خاک میں پنہاں کر دیا۔ ان دوستوں کا غم خسرو کو
اپنی جان کی سلامتی کی خوشی سے کہیں زیادہ ہوا۔ اور جگہ جگہ اپنے دوستوں
کا بہت دردناک الفاظ میں ذکر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مشہور قصیدہ
حکم الحکم میں لکھتے ہیں کہ صیاد کے پھندے سے مجھے ایک [illegible]
خوشی ہے جب دوستوں اور غم خواروں کا سلسلہ ہی ٹوٹ کر [illegible]
ہو گیا۔ چمن کی زمین پر رنگا رنگ کے پھول کھلے ہوئے [illegible]
کی کلی کی طرح خون ہے۔ پرانے دوستوں میں سے کوئی [illegible]
میرا ابھی آخری سال ہوتا۔ اب اے [illegible]

[illegible] بھلا میری عمر کے سال بجائے تیس اور
[illegible] ہو جائیں تو اس میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ
انجام خاک ہے اور میں شاعری کی بجائے اگر جیسا وہ گر بھی ہو جاؤں تب بھی میں
جانتا ہوں کہ خاک ہی میری منتظر ہے۔ اگر میں خسرو نہیں کیخسرو بھی ہو جاؤں
تب بھی میری آخری منزل خاک ہی ہوگی۔"

یہ تھا خلاصہ امیر خسرو کے مشہور مرثیے کا جو اس زمانے میں ہر گھر میں پڑھا جاتا تھا۔ دستانی کہتے ہیں کہ شہزادے کے انتقال کے کچھ عرصہ کے بعد ہی خسرو اپنے دوستوں سے کہا کرتے تھے کہ میری قسمت اچھی ہوتی تو آج شہزادہ ملک تخت و تاج کا مالک ہوتا۔

جب اس حادثہ جانکاہ کی خبر دہلی پہنچی تو ایک کہرام مچ گیا اور گھر والوں میں صف ماتم بچھ گئی۔ لوگ امیر خسرو اور سید حسن کے مرثیے پڑھتے تھے۔ اور زار و قطار روتے تھے۔ سلطان بلبن کی عمر اس وقت اسی سے زائد ہو چکی تھی اس بڑھاپے میں ایسے منظور نظر اور قابل بیٹے کا صدمہ اس کے واسطے ناقابل برداشت تھا وہ بہت ضبط اور حوصلہ کا شخص تھا۔ اس لیے اس نے بظاہر اپنے عادات و اطوار میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ دربار کا دبدبہ اور [illegible] ویسا ہی تھا۔ لیکن اصل میں دل ٹوٹ چکا تھا۔ خلوت میں لوگوں [illegible] دل کا غبار آنسو بہا کر نکال لیا کرتا تھا آخر کار یہ [illegible]

Marfat.com

حالانکہ اس کا چھوٹا بیٹا بغرا خاں حاکم لکنوتی مستحق تھا۔ لیکن بلبن اس سے خوش نہ تھا اور باوجودیکہ بطور ظاہرداری بغرا خاں نے کچھ عرصہ دہلی میں بھی قیام کیا تھا۔ تاہم اس کو محروم کر دیا تھا۔

الغرض ۶۸۶ھ میں بلبن نے اس صدمہ سے نجات پائی اور انتقال کر گیا۔ درباریوں نے بادشاہ کی وصیت کے خلاف کیقباد کو جو بغرا خاں کا بیٹا تھا تخت نشین کر دیا۔ اس تخت نشینی کے سلسلہ میں بغرا خاں اور شاہ بلبن میں یہاں تک ناچاقی بڑھی تھی کہ دونوں نے فوج کشی کر دی تھی۔ لیکن جب فوجیں مقابلہ پر آئیں تو بعض عقل مند اور معاملہ فہم امراء کی کوشش سے یہ خطرناک صورت پیدا نہ ہونے پائی۔ اس کوشش میں جو امراء شریک تھے ان میں امیر علی جاندار خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ یہ غالباً وہ امیر علی ہے جو بادشاہ کے باڈی گارڈ کا سردار تھا اور جس کا ذکر نظام الدین کی طبقات اکبری میں صفحات ۱۱۹ پر کیا گیا ہے۔ امیر کیقباد بھی لشکر کے ساتھ تھا اور اس تعلق کی بناء پر جو اسے خسرو کے ساتھ پیدا ہو گیا تھا خسرو کو بھی اس سفر میں اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ اور اس طرح امیر نے یہ سب واقعات بچشم خود دیکھے تھے۔ جن کو انھوں نے کتاب قران السعدین میں لکھا ہے۔

"بہرحال صلح ہو گئی۔ کشیدہ تعلقات استوار ہو گئے۔ جب کیقباد بغرا خاں کا بیٹا تخت نشین ہوا تو وہ عیش پرست ثابت ہوا اور [illegible] آدمی کے مقابلہ میں خواہشات نفسانی کو پورا کرنے میں [illegible] تھا۔ اس کے اخلاق اور عادات کے بگاڑ [illegible]

Marfat.com

...الدین کا تھا تاہم وہ طبیعت کا بُرا نہ تھا۔

...حالت تو پائے تخت دہلی کی تھی لیکن خان جہان جب اودھ کا
...دار مقرر ہوا تو وہ امیر خسرو کو اپنے ساتھ لے گیا اور دو برس تک امیر اودھ
...رہے۔ والدہ سے امیر کو بے حد الفت تھی اس لیے جدائی کی تاب
...لگے اور مفارقت گوارا نہ ہونے کے باعث تمام تعلقات کو خیر باد
...کر دہلی کا مصمم ارادہ کر لیا۔ ہر چند خان نے اظہار افسوس کیا اور روکنا چاہا
لیکن وہ نہ مانے۔ یہ زمانہ ۶۸۵ھ کا تھا۔ امیر کی عمر ۳۸ سال کی تھی۔ جب
دہلی پہنچے تو بادشاہ کیقباد کی فرمائش پر امیر نے باپ بیٹوں کی لڑائی اور صلح
کے واقعات مثنوی کی شکل میں لکھے۔ اور خوب لکھے۔ جس کا صلہ بھی ان کو حسبِ
...دلخواہ ملا۔

کیقباد تین سال کی حکومت کے بعد ۶۸۹ھ میں انتقال کر گیا۔ اس کے
...بعد اس کا خورد سال بیٹا کیکاؤس تخت نشین ہوا۔ چونکہ وہ بہت کم عمر تھا۔ تین
...ماہ کے بعد امراسئے دربار نے تخت سے اتار دیا اور فیروز شائستہ خان خلجی
...جن کی عمر اس وقت ستر سال کی تھی۔ تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا جو بعد
...میں سلطان جلال الدین فیروز خلجی کے نام سے پکارا گیا۔

...جیسا کہ ایک صاحب مذاق اور علم دوست بادشاہ کے لیے جو دربار
...میں ... ہو۔ امیر خسرو سے زیادہ اور کون شخص موزوں ہو سکتا
...تھا ... ان کو مقرر کر کے خاص اپنا لباس عطا فرمایا۔ اور
... ... علاوہ منصب داری اور ... کے بھی

عہدے دیئے۔ یہ عہدہ اس زمانے میں اس شخص کو دیا جاتا تھا جس کو شاہی قرآن مجید رکھنے کی خدمت سپرد ہوتی تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ جامہ اور کمر بند (کمر سے باندھنے کا زر دوزی پٹکا) جو امرائے کبار کا مخصوص لباس تھا، ان کے واسطے مخصوص تھا اور اسی وقت سے خسرو کے نام کے ساتھ امیر کا اضافہ ہو گیا۔ جو آج تک اسی لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔

شاہی دربار میں لاتعداد بڑے بڑے علماء موجود تھے۔ لیکن امیر خسرو کے آفتاب کمال نے تمام ستاروں کو بے نور کر دیا تھا۔ اس وقت امیر کی تنخواہ ایک ہزار تنکا تھی۔ یوں ملک جلال الدین فیروز اپنے آقاؤں کا وارث بن کر ان کے تاج و تخت پر قابض ہو چکا تھا۔ لیکن اس خاندان اور خصوصاً اپنے آقا بلبن کی وہی قدر اور منزلت دل میں تھی۔ جو اس سے قبل تھی۔ بادشاہ میں خود نمائی نام کو نہ تھی۔ ایک مرتبہ وہ سرخ محل جہاں بلبن رہتا تھا۔ پہنچا تو تعظیماً اپنے گھوڑے سے اتر گیا اور امراء سے کہا کہ میں بلبن کے احسانات کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ اور جب پہلی مرتبہ تخت شاہی کے قریب پہنچا تو تعظیماً جھک گیا اس کے بعد دربار کیا۔

اس کے زمانے میں امیر کو کافی عروج حاصل تھا۔ شراب [illegible] کے دور چلتے تھے۔ بڑے بڑے موسیقار اور گویے [illegible] خسرو کی غزلیں سنایا کرتے تھے۔ اتفاق سے اسی زمانے [illegible] کی۔ لیکن [illegible] شکست قبول کر لی۔ [illegible] بادشاہ [illegible] کر [illegible] ملتان کا حاکم بنا دیا۔ [illegible]

Marfat.com

[illegible] واقعات کو جس نے مثنوی مفتاح الفتوح میں درج کیا ہے۔
[illegible] کی حکومت جو عافیت اور اطمینان کی تھی زیادہ عرصہ تک
[illegible] کیونکہ بادشاہ کا پیمانۂ حیات لبریز ہو چکا تھا اور بجائے اس
[illegible] طبعی موت جاتا اس کے اپنے ایک عزیز قریب کے ۔ بیدرد
ہاتھوں نے بادشاہ کو زمین پر پٹخ کر ذاتی مفاد کی غرض سے پاش پاش کر دیا۔
[illegible] ان کے واقعات مختصراً یہ ہیں کہ قاتل علاؤالدین خلجی ۔ فیروز خلجی
کا بھتیجا بھی تھا اور داماد بھی تھا۔ فیروز خلجی نے اس کو کڑہ مانک پور کا
حاکم مقرر کیا تھا اور وہاں اس نے اپنے پاؤں خوب جمائے تھے ۔ بظاہر
تو وہ بادشاہ پر اپنی خیر خواہی کا رنگ جمائے ہوئے تھا۔ لیکن در اصل وہ
اس کی جان کا خواہاں تھا۔ شاہ فیروز خلجی (جلال الدین) کو دھوکے
اور چال بازی سے علاؤالدین نے کڑہ مانک پور (الہ آباد) بلوایا جو گنگا
کے کنارے ہے الہ آباد سے دس بارہ میل کے فاصلہ پر لب سڑک واقع
ہے۔ بادشاہ معمولی حفاظتی فوج لے کر وہاں گئے اور ملاقات کا وہ نتیجہ
نکلا جس کی تاریخ میں مشکل سے کوئی مثال مل سکتی ہے ۔ اس دغا اور فریب
[illegible] کی بدولت بڈھا جلال الدین فیروز خلجی نہ صرف اپنی جان سے
[illegible] بلکہ اس کے وارث بھی تخت و تاج سے محروم ہو گئے۔ جب یہ
[illegible] کنارے پر پیش آیا تھا تو دوسرے کنارے پر فیروز خلجی کا
[illegible] سے کر رہا ٹھہر گیا تھا۔ اس خوفناک واقعہ کے
[illegible] کہ بادشاہ کا سر کٹا ہوا ایک پھریرے

Marfat.com

کے جال میں آگیا تھا جس کی وجہ سے وہ گاؤں تاج سر مشہور ہوگیا۔

دہلی میں جب اس واقعہ کی خبر پہنچی تو ملکہ جہاں کو بہت تشویش ہوئی۔ بڑے بیٹے خان جہان کا تو پہلے ہی انتقال ہوچکا تھا۔ دوسرا بیٹا ارکلی خان جو سب بھائیوں میں زیادہ قابل اور جری تھا۔ ملتان میں تھا۔ ملکہ نے سب سے چھوٹے بیٹے رکن الدین ابراہیم قادر خان کے بادشاہ ہونے کا اعلان کرا دیا اور جو امراء دہلی میں موجود تھے انھوں نے بھی اس فیصلہ کو منظور کر لیا۔ علاؤالدین اپنے چچا کے خون میں ہاتھ رنگنے کے بعد فوراً دہلی کی طرف روانہ ہوگیا۔ اب بے چارے رکن الدین اور اس کی ماں کے لیے سوا اسکے اس کے کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ دونوں ارکلی خان کے پاس ملتان جا کر پناہ لیں۔ چنانچہ یہی ہوا اور ۹۵-۱۲۹۶ء میں علاؤالدین اس جابرانہ رویہ کی بدولت باقاعدہ دہلی میں تخت نشین ہوگیا۔

امیر خسرو نے جہاں انسانی خود غرضیوں کے تماشے دیکھے تھے یہ خونِ ناحق بھی دیکھ لیا۔ کچھ عجیب اتفاق تھا کہ جب امیر کو تھوڑا سا بھی سکون اور اطمینان حاصل ہوتا تھا۔ اس قسم کے واقعات پھر قسمت کو پلٹ دیتے تھے۔ امیر خسرو کو اپنے ولی نعمت کے اس حادثہ کا بہت افسوس ہوا۔ لیکن اس کے جانشین کی تخت نشینی پر جو قصیدہ لکھا اس میں اپنے تاثرات کا اظہار کیسے ممکن تھا۔ خود امیر خسرو ہی کی بعض تحریرات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جیسا عمدہ زمانہ انھوں نے [illegible] کے لحاظ سے فیروز خلجی کا دیکھا تھا وہ بات [illegible]

Marfat.com

[illegible] کے بعد ہی ہر قسم کی اصلاحات کی
[illegible] تھا اس کے بعد عام طور پر ممنوعات شرعی
[illegible] کی سختی سے پابندی عائد کردی اور اصلاحی احکامات
جاری کر دیے، اس کے زمانے میں بہت سے سرکش راجہ مطیع اور فرمانبردار
ہو گئے۔ اور ملک میں فتنہ و فساد کا قلع قمع ہو گیا تھا۔

تاتاریوں نے اس کے زمانے میں بھی حملے کیے اور بعض اوقات
سخت لڑائیاں بھی ہوئیں۔ جن میں علاؤالدین کو کامیابی ہوئی۔ تاتاری گرفتار
ہوئے اور ان کو بیدردی سے قتل کیا گیا۔ تاکہ ان کو عبرت حاصل ہو۔ ایک
آخری حملہ تاتاریوں کا ایسا شدید تھا کہ انھوں نے متواتر دو ماہ تک
دارالخلافہ دہلی کا محاصرہ جاری رکھا۔ لیکن پھر خود ہی واپس چلے گئے
اس واقعہ کو عام طور پر شاہ نظام الدین اولیاء کی کرامات خیال کیا
جاتا ہے۔

علاؤالدین کے زمانے میں ملک کا انتظام قابلِ اطمینان تھا کپڑا
[illegible] سستا تھا۔ رعایا خوشحال اور فارغ البال تھی۔ ہر قسم
کی [illegible] ختم ہو چکی تھیں۔ بردہ فروشی۔ رہزنی، شراب خواری تقریباً
[illegible] سنے میں آیا ہے کہ بعض عورتیں بچوں کو مار کر ان کا خون پی
[illegible] کا سختی سے انسداد ہو گیا تھا اور ایسی عورتوں کو عبرت
[illegible]

[illegible] ہی داد و دہش نہ تھی۔

امیر خسرو نے جو ایک عرضداشت میں اپنی حالت کا اظہار کیا ہے اس کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے۔ مالی تکالیف کے علاوہ امیر کو اکثر بادشاہ کے ساتھ مہم پر جانا ہوتا تھا جس کی وجہ سے ان کو علمی و ادبی مشاغل کے واسطے وقت نہ ملتا۔ اور نہ سکونِ قلب حاصل ہوتا تھا۔

شاہ نظام الدین اولیاء کا زمانہ ۶۳۶ھ لغایت ۷۲۵ھ ہے۔ اور علاء الدین کی بادشاہت ہی کے زمانے میں امیر خسرو نظام المشائخ کے مرید ہوئے تھے۔ عمر بھی کافی ہو چکی تھی۔ دربار داری کے بعد ان کو جس قدر بھی وقت ملتا تھا، پیر کی صحبت میں صرف کرتے تھے۔ مریدی کے بارے میں بعض نے لکھا ہے کہ آپ نے [illegible] میں پیر سے بیعت حاصل کی تھی۔

سلطان علاؤ الدین نے اکیس ۲۱ سال حکومت کی اور ۷۱۵ھ میں وفات پائی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا شہاب الدین تخت پر بیٹھا اور صرف تین ماہ حکومت کر سکا۔ قطب الدین مبارک شاہ جب بادشاہ ہوا تو اپنے ایک نو مسلم ملازم کو جو خاندان کا بھی اچھا نہ تھا خسرو خاں کا خطاب دے کر قلمدان وزارت اس کی سپرد کر دیا تھا جب نو مسلم [illegible] دکن کی مہم میں شریک ہوا اور فتح حاصل کی تو غرور حد سے زیادہ ہو گیا۔ رعونت اور تند مزاجی کے علاوہ وہ اپنے آپ کو [illegible] رب العالمین ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ بھائیوں کو [illegible] قتل کرا دیا۔ اس کے بعد حضرت نظام الدین اولیاء [illegible] ہو گیا۔ ان کی ایک [illegible]

[illegible] دہلی کی نگاہوں میں کھٹکتا
[illegible] حضرت کا سر کاٹ
[illegible] اور تخت شاہی [illegible] دوں گا۔
[illegible] حضرت [illegible] حضرت کو دربار کی حاضری کا
حکم [illegible] مگر [illegible] دہلی [illegible] مہینے میں آخری تاریخ تک
[illegible] اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔ جب
[illegible] کا ارادہ کیا کہ حضرت کو شرکت دربار
کا [illegible] وقت بھی آ پہنچا اور اس دن کے ختم
[illegible] کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا اور وہ اس طرح پر کہ اسی
[illegible] کو قتل کر دیا اور خود تخت کا مالک بن گیا۔
[illegible] ہم قوم ہندوؤں کو کثرت سے
[illegible] میں شامل کر لیا۔ ملک کی حالت بد سے
بدتر [illegible] حالت [illegible] عرصہ تک برداشت
[illegible] منسوخ کر دی چنانچہ چار ماہ حکومت
[illegible] کے ہاتھ سے قتل ہو گیا اور جس
[illegible] کو جس مقام پر پھینکا تھا۔ اسی مقام
[illegible] گیا اور بالآخر خلجی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔
[illegible] بادشاہوں میں ممتاز بنا دیا
[illegible] تسلیم کر لیا گیا

Marfat.com

یہ بادشاہ سلطان تغلق عرف غیاث الدین کے نام سے [illegible]
شعبان ۷۲۱ھ مطابق ستمبر ۱۳۲۱ء کا ہے۔ غازی ملک تغلق بہت
منکسر مزاج، خوش خلق، مذہب کا پکا، اور شعارِ اسلامی کا پابند رہتا تھا۔
اس کے بادشاہ ہونے سے ملک میں اظہار اطمینان کیا گیا۔ امیر نے بھی بڑی
گرم جوشی سے استقبال کیا اور ایک قصیدہ میں جو تخت نشینی کے بعد لکھا
تھا۔ بادشاہ کی بہت تعریف کی تھی۔ تغلق شاہ بھی بظاہر امیر کی بہت عزت کرتا تھا لیکن
حسن اتفاق دیکھئے کہ یہ بادشاہ بھی حضرت نظام الدین اولیاء کی طرف سے
بدگمان رہا اور جو رقومات خسرو خان نے اپنی ہر دل عزیزی کی غرض سے امراء
اور مشائخ کو دی تھیں۔ ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ وجہ یہ تھی کہ خزانے میں روپیہ
نہ تھا۔ لیکن نظام المشائخ نے واپس کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ فقراء اور مساکین کی
امداد میں خرچ ہو چکی تھیں۔ یہ جواب ملنے پر بادشاہ اور زیادہ ناخوش ہو گیا۔
۷۲۵ھ میں غیاث الدین تغلق ترہٹ اور سنار گاؤں کی مہمات
پر روانہ ہوا اور اپنے بیٹے جونا خان عرف محمود تغلق کو اپنی جگہ دہلی میں اپنا
نائب مقرر کر کے اور امیر خسرو کو ساتھ لے کر روانہ ہو گیا۔ اس کا بغض نظام
مشائخ سے اس قدر بڑھ گیا تھا کہ روانگی کے وقت اس نے یہ فرمائش کی تھی
کہ وہ اس کے دہلی آنے سے پہلے دار السلطنت چھوڑ کر چلے جائیں ورنہ
اچھا نہ ہوگا۔
یہ حکم دے کر بادشاہ مہم پر [illegible]
ہو کر دہلی واپس آ رہا تھا۔ اس وقت [illegible]

[illegible] حضرت کو یہی صلاح دی کہ دہلی چھوڑ دینا ہی بہتر [illegible] آپ نے جواب دیا کہ "ہنوز دلّی دور است" یعنی اس کو دہلی آنے تو دو۔ ابھی تو دہلی اس سے دور ہے۔

جب بادشاہ کے بیٹے جوناخان کو اپنے باپ کی آمد کا علم ہوا۔ تو شاہی استقبال کے واسطے اس نے دہلی کو پُر رونق بنانا چاہا۔ اور انواع اقسام کی تیاریاں شروع کر دیں۔ لیکن چونکہ وقت کم اور کام زیادہ کرنا تھا اس واسطے اس نے یہ مناسب سمجھا کہ دہلی سے تھوڑے فاصلہ پر ایک مکان تعمیر کرا کر اس میں بادشاہ کو ٹھہرایا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب بادشاہ، امراء، اور خود جوناخان اسی مکان میں کھانے سے فارغ ہوئے تو شاہزادہ اٹھ کر ہاتھیوں کو جن کو وہ اپنے ہمراہ لایا تھا۔ بادشاہ کو دکھلانے کے واسطے ترتیب سے کھڑا کرانے کا بندوبست کرنے کے واسطے باہر چلا گیا۔ عین اسی وقت اس عمارت کی چھت بادشاہ اور درباریوں پر گری اور بادشاہ ہلاک ہو گیا اور جوناخان عرف ناصر الدین محمد تغلق دہلی کا بادشاہ ہو گیا۔ اس طرح پر حضرت نظام المشائخ کی پیشین گوئی کہ "ہنوز دہلی دور [illegible]" درست ثابت ہوئی۔

باب ۳

سلسلہ طریقت بیعت اور وفات

قبل اس کے کہ امیر خسرو کے حالات شروع کیے جائیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پیر حضرت نظام الدین کے بارے میں چند ضروری باتیں بیان کر دی جائیں۔ حضرت کا اسم گرامی محمد بن احمد بن علی البخاری اور القاب سلطان المشائخ، سلطان جی، سلطان الاولیاء، سلطان السلاطین، اور نظام الدین اولیاء ہے مگر عوام میں محبوب الٰہی کے نام سے مشہور ہیں۔

آپ کے والد بزرگوار غزنی سے ہجرت کر کے لاہور آ گئے تھے۔ اخبار الاخیار میں مذکور ہے کہ خواجہ صاحب کے دادا اور نانا دونوں بخارا سے لاہور آئے اور وہاں کچھ روز قیام کر کے ضلع بدایوں [illegible] ہندوستان پہنچے۔ اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ اسی شہر میں [illegible] آپ کی ولادت ہوئی۔ مصنف تاریخ فرشتہ لکھتا ہے کہ آپ کے والد کا نام احمد بن دانیال تھا اور غزنی سے ہندوستان آئے تھے۔

آپ کا سن ابھی پانچ ہی سال کا تھا کہ آپ کے والد دنیا سے رحلت فرما گئے۔ اور آپ کی تعلیم اور تربیت کا بوجھ آپ کی [illegible]

Marfat.com

[illegible] نہایت پاکیزہ خصلت تھیں اور حضرت
[illegible] کا بہت گہرا اثر ہوا۔
مذہب کی طرف [illegible] ہو گیا۔ شوہر کے انتقال کے بعد بی بی زلیخا
آپ کو دہلی لائیں۔ اور [illegible] کے زیر سایہ ایک چھوٹے سے مکان
میں رہنے لگیں۔

[illegible] زلیخا کی تنگی کی وجہ سے ماں بیٹے نہایت عسرت سے زندگی بسر
کرتے تھے باوجود اس کے ماں بیٹے کی تعلیم کی طرف سے غافل نہ تھیں
[illegible] کرتی رہیں۔ اس زمانے میں فضل و کمال کے
[illegible] مولانا شمس الدین خوارزمی بہت ممتاز تھے اور بادشاہ بلبن
ان کا [illegible] تھا۔ چنانچہ اپنی بادشاہت کے زمانے میں ان کو
شمس الملک کا خطاب دے کر اپنا وزیر بنا لیا تھا۔ خوش قسمتی سے
[illegible] ان سے استفادہ کا موقع مل گیا اور استاد نے
[illegible] سعادت دیکھ کر بڑی توجہ سے تعلیم دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ
[illegible] نظام الدین علوم ظاہری میں کامل ہو کر باطن کی طرف مائل
[illegible] شاگردوں کو اکثر حجرے میں درس دیا کرتے
[illegible] شاگرد یعنی قطب الدین ناقلہ۔ برہان الدین
[illegible] نظام الدین کو حاصل تھا۔

[illegible] جب کوئی شاگرد درس سے غائب ہو جاتا تو اس
[illegible] کہتے کہ یاران میں سے تمہاری کیا خطا کی تھی جو تم

Marfat.com

درس میں شریک نہ ہوئے ۔ اگر بتلا دو تو میں پھر وہی قصور کروں تاکہ تم آئندہ بھی حاضر نہ ہو سکو ۔ لیکن جب خواجہ نظام الدین کا درس غائب ہو جاتا اور وہ استاد کے پاس جاتے تو وہ ان کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

یارے کم از آنکہ گاہ گاہے
آئی و بما کنی نگاہے

تذکرہ اولیائے کرام میں مذکور ہے کہ خواجہ نظام الدین ہلال دار طشت کی مسجد کے نیچے ایک حجرے میں رہا کرتے تھے اور قریب ہی خواجہ فرید الدین گنج شکر کے چھوٹے بھائی شیخ نجیب الدین متوکل کا مکان تھا جو ظاہری اور باطنی علوم سے بہرہ ور تھے ۔ ان کی صحبت کا یہ اثر ہوا کہ خواجہ صاحب کے دل میں بابا فرید شکر گنج کی ملاقات کا شوق پیدا ہو گیا ۔ ایک رات شہر کی جامع مسجد میں مقیم تھے کہ صبح کے وقت موذن نے مینار پر چڑھ کر یہ آیت پڑھی (ترجمہ) "کیا وہ وقت نہیں آیا کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں ۔ ان کے دل اللہ کے ذکر اور اس کی فضیلت سے جھک جائیں" یہ سن کر آپ کے دل کی عجب کیفیت ہوئی ۔ اسی زمانے میں ابوبکر قوال جو اجودھن (پاک پٹن شریف) سے آیا ہوا تھا اس سے نظام الدین اولیاء کو وہاں کے حالات معلوم ہوئے اور بابا صاحب سے اشتیاق قدمبوسی پیدا ہوا ۔ اور آپ زیارت کو روانہ ہو گئے ۔

جب آپ وہاں پہنچے تو بابا صاحب نے آپ کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا ؎

[illegible] مراقت وا کا کاب کردہ

[illegible] افتیات جان انواب کردہ

[illegible] کی آگ نے میرے دل کو کباب کر دیا ہے اور اشتیاق [illegible] کے طوفان نے جان کو خراب کر دیا ہے۔

بہرحال جب آپ کی بابا صاحب سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے اسی وقت چار ترکی نامی ٹوپی سر سے اُتار کر مُرید کے سر پر رکھ دی تھی۔ خواجہ صاحب اپنے پیر کی صحبت میں ۱۵ رجب ۶۵۵ھ لغایت ۲ ربیع الاول تک تعلیم و تربیت روحانی حاصل کرتے رہے۔

خانقاہ میں کھانے کا انتظام مُریدوں کے ذمہ تھا۔ چنانچہ نظام الدین اولیاؒ بھی اسی انتظام پر مامور تھے۔ ایک روز اتفاق سے نمک نہ تھا آپ نے بطورِ قرض بقال سے نمک لے کر کھانے میں ڈال دیا تھا۔ حضرت بابا صاحب نے جب نوالہ اٹھا کر چاہا تو فرمایا کہ "ازیں بوئے اسراف می آید" یعنی اس میں [illegible] کی بو آ رہی ہے۔ حضرت نظام الدین نے عرض کیا کہ اس کھانے [illegible] قرض کا ہے۔ بابا صاحب نے فرمایا کہ درویشوں کو فاقہ سے اگر [illegible] تو اس سے بہتر ہے کہ لذتِ نفس کے لیے وہ مقروض ہوں کیونکہ [illegible] اس کے بعد استغراق [illegible] ہے۔

[illegible] کھانا فقرا اور مساکین پر تقسیم کر دیا گیا۔ اس کے بعد پیر [illegible] کہ تمہیں قرض کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔

[illegible] دہلی تشریف لائے تو شہر میں قیام

Marfat.com

کا ارادہ ترک کر دیا۔ کیونکہ وہاں کی حالت [illegible] آوارہ اوباش [illegible]
غرض کہ قابلِ ملامت اشخاص وہاں بکثرت [illegible] تھے۔ آپ کو چونکہ ایسے لوگوں
کی اصلاح منظور تھی اس لیے اپنے واسطے ایسا مقام تجویز کیا جو شہر سے
باہر بھی تھا اور قریب بھی تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ علاوہ عوام الناس کے شاہی منصب دار
اور ملازمین شاہی وغیرہ رفتہ رفتہ آنے شروع ہو گئے جو شرع کے خلاف
تھے۔ اکثر اشراق کی نماز میں آن کر شریک ہوا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ خود
شاہ علاالدین بھی مع اپنے خاندان کے آپ کا بہت معتقد ہو گیا تھا۔ جس کا یہ
اثر ہوا کہ شراب اور جوئے وغیرہ سے نہ صرف بادشاہ تک تائب ہو گیا
بلکہ عام طور پر ان تمام باتوں کی اصلاح ہو گئی۔ کوئی گھڑی ایسی نظر نہ آتی تھی
کہ جس میں مسواک اور کنگھا نہ ہو۔

آپ نے تمام عمر شادی نہیں کی اور بلحاظ سے زیادہ وقت عبادت
میں صرف کرتے تھے۔ آپ اکثر اپنے مرشد سے فیوض و برکات حاصل کرنے
کی غرض سے اجودھن جایا کرتے تھے۔ آخر بابا صاحب نے واپسی کے وقت
فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے نیک بخت بنایا ہے۔ تم ایسے درخت ہو گے
جس کے سایہ میں مخلوق کو آرام ملے گا۔ اس کے بعد یہ نصیحت فرمائی کہ
حصول استعداد کے لیے برابر مجاہدے کرتے رہنا۔

حضرت نظام الدین ہندوستان میں [illegible]
ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اصلاح کا بہترین کام کیا [illegible]
توجہ کرتے تھے۔ بابا فرید شکر گنج [illegible]

... دیا تھا اور خرقہ جو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ
... کو ملا تھا مولانا بدرالدین اسحاق کی معرفت اپنے مرید خواجہ نظام الدین
... پاس بھیج دیا تھا۔ بابا صاحب کے مُریدوں میں علاؤالدین صابر کلیری بھی تھے
... صاحب فرمایا کرتے تھے کہ " علم سینہ من بر شیخ نظام الدین اولیاء بدایونی
... و علم دل من بہ شیخ علاؤالدین علی احمد صابر فائز گردید "۔

امیر خسرو بھی ان خوش قسمت لوگوں میں تھے جو حضرت نظام المشائخ سے
... حاق فیض یاب ہوئے۔ خسرو کے اپنے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ
۱۷۱ھ میں باقاعدہ مرید ہوئے۔ اور آپ کو حضرت نے ایک بارانی اور ایک
کلاہ چہار ترکی عنایت فرمائی تھی۔ امیر خسرو پر پیر و مرشد کی تربیت کا ایسا اثر تھا
کہ برسوں صائم الدہر رہے اور عشق الٰہی کی ایسی سوزش تھی کہ سینہ پر سے
... ایسا ہو جاتا تھا کہ گویا جل گیا ہے۔

آپ کے مرید ہونے کے زمانے میں اختلافات ہیں۔ بعض فضل الفوائد
کے حوالے سے ۱۳ھ بتلاتے ہیں اور بعض کی تحریروں سے اکتالیس سال
... ظاہر ہوتا ہے اور یہ غالباً ان بیانات کی بناء پر ہے کہ جن میں آٹھ سال
... عمر میں مرید ہونا بتلایا ہے۔ جو صحیح نہیں ہے۔ مرید ہو جانے کے بعد جو
... کے پاس تھا وہ سب اللہ کی راہ میں دے دیا تھا اور پایہ ... ان
... خواجہ صاحب سے امیر کی ارادت اور عقیدت عشق
... وقت ساتھ رہا کرتے تھے۔ انہی کے خیال
... ان کے ساتھ خاص تعلق تھا۔ فرمایا

Marfat.com

کرتے تھے کہ جب قیامت میں مجھ سے سوال ہوگا کہ نظام الدین کیا لایا ہے تو خسرو کو پیش کر دوں گا۔ امیر کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کرتے تھے کہ "الٰہی بسوزِ سینۂ ایں ترک مرا بہ بخش" یعنی اے اللہ اس ترک کے سینہ میں جو آگ روشن ہے اس کی بدولت مجھے بخش دے"۔ خواجہ صاحب نے امیر کو ترک اللہ کا خطاب دیا تھا اور اسی لقب سے پکارا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ خواجہ نظام الدین اولیاء لبِ دریا کوٹھے پر بیٹھے ہوئے تھے اور اہلِ ہنود کے اشنان اور طریقہ عبادت کو دیکھ رہے تھے۔ امیر خسرو سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے

یعنی ہر قوم سیدھے راستے پر ہے جو اپنا دین اور قبلہ بھی رکھتی ہے۔ اس وقت نظام الدین اولیاء کی ٹوپی اتفاق سے ٹیڑھی تھی۔ امیر نے اسی طرف اشارہ کرکے کہا

من قبلہ راست کردم بر طرف کج کلاہے

یعنی میں نے ٹیڑھی ٹوپی والے کی طرف رخ کرکے اپنا قبلہ سیدھا کر دیا ہے۔

علامہ زمان میر غلام علی آزاد بلگرامی اپنی کتاب خزانۂ عامرہ میں تحریر کرتے ہیں کہ جس وقت امیر خسرو نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی نظم جو حضرت کی مدح میں لکھی تھی، سنائی تو آپ خوش ہوئے اور فرمایا کہ کیا صلہ چاہتا ہے۔ عرض کیا کہ دعا فرمائیے کہ میرے کلام میں شیرینی پیدا ہو جائے۔ فرمایا کہ ہماری چارپائی کے نیچے [illegible]

Marfat.com

[illegible] اور تھوڑی سی ملائی میں سے رکھا ہے۔ امیر نے ایسا ہی کیا۔
[illegible] کلام کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔ بعد میں افسوس کیا کہ میں نے
سے بہتر چیز کی دعا کے واسطے کیوں نہ خواہش کی۔

ایک مرتبہ حضرت امیر خسروؒ نے رسول کریمؐ کی شان میں ایک طویل
[illegible] لکھی۔ جو ایک کتاب بن گئی۔ آپ نے وہ کتاب اپنے پیر کی خدمت
[illegible] پیش کی۔ حضرت نے اس کو لے لیا۔ جب کئی روز گذر گئے اور امیر
[illegible] اس کے بارے میں حضرت کی رائے معلوم کرنا چاہی۔ آپ نے فرمایا
[illegible] نے اس کو دیکھ لیا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا۔ امیر نے نہایت
[illegible] سے عرض کیا کہ اگر رائے عالی معلوم ہو جائے تو اس خادم کو اطمینان
[illegible] جائے گا۔ حضرت نے جواب دیا کہ اچھا تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ اسی
[illegible] امیر نے رات کو خواب دیکھا۔ کہ ایک مجلس ہے جس میں اکثر اولیائے عظام
[illegible] تشریف فرما ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا انتظار کیا جا رہا ہے چنانچہ
[illegible] بزرگ بھی تشریف لے آئے اور بیٹھ گئے۔ صدر جلسہ نے ان سے
[illegible] کر فرمایا کہ سعدیؒ اپنی وہ نعت سناؤ جس سے بہتر رسول کریمؐ
[illegible] شان میں کوئی نعت ہوئی نہیں سکتی۔ سعدی نے خوش الحانی سے یہ نعت
[illegible]

[illegible] کشف الدجیٰ بجمالہٖ
[illegible] صلّوا علیہ و آلہٖ
[illegible] اور دیکھی آنکھ کھل گئی۔ صبح

کو پیر کی خدمت میں حاضر ہو کر رات کے خواب کا ماجرا بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ خسرو سعدی نے اس نعت میں دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے اس سے بہتر کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔

فی الحقیقت انسان کی صفات میں یہی تین چیزیں دیکھی جاتی ہیں یعنی اس کا کمال، جمال اور خصال۔ حضرتؐ ان تینوں صفات کا ایسا مجموعہ تھے جو کسی بشر میں نہیں پائی گئیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو گا کہ اللہ نے خود تعریف فرمائی ہے اور کلام پاک اس کا مؤید ہے۔ امیر خسرو نے بھی اس کو تسلیم کیا اور پیر سے کتاب لے کر دریا میں ڈال دی۔

پیر کو حضرت امیر سے اس قدر انس تھا کہ یہ وصیت فرمائی تھی کہ خسرو میرے مزار کے قریب نہ آنے پائیں ورنہ بے تاب ہو کر میرا جسم باہر آجائے گا۔ چنانچہ امیر مزار سے دور ہی بیٹھے رہتے تھے آج بھی یہ دستور ہے کہ زائرین پہلے حضرت امیر کے مزار پر فاتحہ پڑھتے ہیں اس کے بعد شاہ نظام الدین کے مزار پر جاتے ہیں اور فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔

نفحات الانس میں مولانا جامیؒ نے فرمایا ہے کہ ایک دن حضرت سلطان المشائخ کے اشارے سے حضرت امیر خسرو خواجہ خضرؑ سے ملاقی ہوئے اور لعاب دہن کی خواہش کی۔ حضرت خضرؑ نے جواب دیا کہ وہ دولت تو شیخ سعدی کی قسمت میں تھی جو ان کو مل گئی امیر خسرو

[illegible] کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کل حال بیان کیا۔ حضرت نے [illegible] دہن ان کے منہ میں ڈالا اور برکت اس کی ظاہر ہو گئی۔

تذکروں میں یہ واقعہ منقول ہے کہ سلطان جلال الدین کو حضرت نظام الدین کی قدمبوسی کا بے حد اشتیاق تھا مگر اجازت نہ ملتی تھی آخر ایک دن امیر خسرو سے کہا کہ میرا ارادہ تو یہ ہے کہ بلا اجازت ہی ایک دن ان کی خدمت میں پہنچ کر قدمبوسی حاصل کروں اور امیر خسرو کو منع کر دیا کہ یہ راز افشا نہ ہو۔ آپ یہ سن کر بہت پریشان ہوئے کیونکہ اُدھر بادشاہ ادھر پیر کی ناراضگی کا سوال۔ یہ دونوں باتیں متضاد اور سخت تھیں۔ آخر کار پیر سے سب حال بیان کر ہی دیا۔

حضرت سلطان المشائخ یہ سن کر اجودھن (پاک پٹن) اپنے پیر خواجہ فرید الدین گنج شکر کے پاس روانہ ہو گئے۔

بادشاہ کو جب معلوم ہوا تو امیر سے راز فاش کرنے کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے سب حال سچ سچ بیان کر دیا اور کہا کہ اے بادشاہ! تیری ناراضگی میں تو صرف جان کا خوف ہے اور حضرت کی ناراضگی میں سلب ایمان کا خوف تھا۔ اس وجہ سے میں نے جان پر ایمان کو ترجیح دی اور حضرت سے اظہار کر دیا۔

بادشاہ سمجھ دار تھا معقول جواب سن کر خاموش ہو گیا۔

[illegible] خلجی نے چاہا کہ حضرت شیخ شرف الدین بو علی [illegible] جو اکابر مشائخ چشت تھے حضرت سلطان

Marfat.com

المشائخ کے ہم عصر اور ایسے مست الست تھے کہ بڑے بڑے صاحب کمال لوگوں کی ہمت ان کے سامنے جانے کی نہ ہوتی تھی۔ بادشاہ نے کچھ نذرانہ ارسال کرنے کا ارادہ کیا۔ اُمرا کی یہ رائے ہوئی کہ سوائے امیر خسرو کے کوئی دوسرا شخص اس کام کے واسطے موزوں نہیں ہے، بادشاہ نے ایک درباری امیر کو حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں بھیجا کہ امیر خسرو کو جانے کی اجازت ہو جائے۔

پہلے تو سلطان المشائخ نے تامل کیا پھر کچھ سوچ کر اجازت دے دی اور روانگی کے وقت امیر خسرو کو نصیحت کر دی کہ جو کچھ قلندر صاحب ارشاد فرمائیں اس کو تسلیم کرنا اور کسی بات پر معترض نہ ہونا۔ امیر خسرو دہلی سے نذرانہ سلطانی لے کر پانی پت روانہ ہوئے اور تیسرے روز وہاں پہنچ کر اپنے آنے کی اطلاع قلندر صاحب کو کرائی۔ فرمایا کہ آنے دو۔ امیر نے قریب پہنچ کر سلام علیک کی۔ قلندر صاحب نے اس کے جواب میں کوئی لفظ ہندی زبان کا فرمایا۔ جس کے معنی گانے والے کے ہوتے ہیں۔ یہ سن کر امیر نے جھک کر سلام کیا اور کہا یہ آپ کی عنایت ہے کہ جو میری طرف خطاب ہوا۔ ورنہ میں تو ایک ناچیز بندہ ہوں۔ یہ جواب سن کر قلندر صاحب نے فرمایا

"از کلام ہائے خود چیزے بگو"

یعنی اپنے کچھ اشعار سناؤ۔ امیر نے [illegible] ایک غزل سنائی جس کا مطلع اور مقطع یہ ہے

Marfat.com

آفتِ دینِ مسلمانی جز آں عیار نیست
تشنۂ خونِ مسلماناں جز آں خونخوار نیست

ترجمہ

دینِ اسلام کے لیے بڑی آفت تو وہ شوخ ہی ہے، اس سفاک سے زیادہ کون مسلمانوں کا تشنۂ خون ہے۔

چند گویندم بروز نار بند اے بت پرست
بر تنِ خسرو کدامے رگ کہ آں زنار نیست

ترجمہ

میں کتنی بار کہہ چکا ہوں کہ اسے گلے میں جنیؤ ڈالے ہوئے بت پرست چلا جا، کیونکہ تجھے تو اپنے جنیؤ پر ناز ہے اور خسرو کے جسم میں جس قدر رگیں ہیں وہ سب جنیؤ ہیں۔ یہ غزل سن کر قلندر صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ خسرو خوب ہے۔ خوش رہے گا۔ خوش جائے گا۔ اس کے بعد یہ اشعار قلندر صاحب نے پڑھے۔

دنیم خسرواں بر ہے فیل و شتر است
خسرو کسے کہ حلقۂ تجدید بر سر است
عقل کل است علم لدنی بعارفان
آں عقل و علم جسم و رسم ہم مختصر است

امیر خسرو پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی۔ قلندر صاحب نے فرمایا کہ کچھ سمجھا بھی؟

Marfat.com

امیر نے جواب دیا کہ مجھے رونا اس قدر آیا کہ میں کچھ نہیں سمجھا۔ یہ جواب سن کر قلندر صاحب بہت خوش ہوئے اور بادشاہ کی نذر قبول کر لی۔ فرمایا کہ اگر مولانا نظام الدین (سلطان المشائخ) درمیان میں نہ ہوتے تو میں ہرگز قبول نہ کرتا۔ اس کے بعد خدام کو حکم دیا کہ امیر خسرو کو خانقاہ میں اعزاز اور اکرام سے رکھو چنانچہ تین دن امیر نے وہاں قیام کیا۔ پھر اجازت چاہی۔ اجازت مل گئی اور دو خط ایک حضرت سلطان المشائخ اور دوسرا سلطان علاؤالدین کے نام تحریر کرکے ان کو دیئے۔

حضرت امیر خسرو نہ صرف ایک بے بدل شاعر اور ادیب ہی تھے بلکہ شاہی درباروں سے تعلقات کی بنا پر امیر کبیر بھی تھے۔ لیکن باوجود اس کے وہ کبھی تو مرشد کی خلوت میں ایک ادنیٰ خادم بن کر رہتے تھے کبھی جلوت میں خوش الحان قوال کے انداز میں مرشد کو اپنی غزلیں سناتے تھے اور جو شعر مرشد کو پسند آتا تھا اس کو بے خود ہو کر بار بار خود بھی گایا کرتے تھے۔ وہ اپنی شاعری کے سارے کمالات کو محض اپنے مرشد کا فیض خیال کرتے تھے مرشد سے امیر کی عقیدت اور محبت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ایک درویش نے محبوب الٰہی کے پاس آن کر سوال کیا۔ اتفاق سے اس روز لنگر خانے میں کوئی چیز دینے کے واسطے نہ تھی۔ محبوب الٰہی نے فرمایا کہ آج جو کچھ بھی آئے گا تم کو دیا جائے گا۔ مگر اتفاق سے اس روز کوئی چیز کہیں سے نہ آئی۔ فرمایا کہ کل جو کچھ آئے گا وہ تمہارا ہے لیکن دوسرے [illegible] کچھ نہ آیا۔ بالآخر محبوب الٰہی نے اپنے پیر کی جوتیاں فقیر کو [illegible]

Marfat.com

میں کہیں امیر خسرو مل گئے اور درویش سے شیخ کی خیریت دریافت کی۔ جب درویش ان کے حالات بتلا رہا تھا تو اس نے وہ نشانی بھی دکھلا دی جو وہاں ملا تھا۔ امیر دیکھ کر بے قرار ہو گئے۔ درویش سے پوچھا کہ "میاں صاحب اس کو فروخت کرتے ہو" وہ راضی ہو گیا۔ امیر کے پاس اس وقت ایک قصیدہ کے صلہ کی کثیر رقم تھی۔ جو بادشاہ نے دی تھی۔ وہ سب درویش کو دے کر نعلین خرید لیے۔ اور ان کو اپنے سر پر رکھ کر مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے محبوب الٰہی نے دیکھ کر فرمایا کہ خسرو! یہ چیز بڑی سستی تمہارے ہاتھ آ گئی۔ امیر نے عرض کیا کہ اگر میری جان کے عوض بھی مجھ کو یہ چیز مل جاتی تب بھی میں اس کو سستی ہی خیال کرتا۔

محبوب الٰہی کی محبت کا بھی یہی عالم تھا۔ ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ اگر شریعت میں اجازت ہوتی تو میں یہ وصیت کرتا کہ امیر خسرو کو بھی میری ہی قبر میں دفن کیا جائے۔ اس کے بعد یہ وصیت فرمائی تھی کہ خسرو کی قبر میرے پہلو میں ہونی چاہیے۔

انتقال سے پہلے حضرت صاحب فراش ہو چکے تھے کیونکہ علیل تھے۔ بالآخر وہ دن بھی آ پہنچا جب آپ کا طائرِ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گیا۔ انتقال کے وقت جو کچھ بھی اناج یا نقد آپ کے پاس تھا وہ سب غربا اور مساکین میں تقسیم کر دیا اور اپنے خاص مریدوں کو خاص خاص مقامات کے واسطے نامزد کیا اور اپنی چادر، عصا، سجادہ اور کشکول وغیرہ حضرت [illegible] کو عطا کر کے ان کو دہلی میں اپنا جانشین مقرر کیا۔ اور [illegible] شام کے وقت آپ اس دنیا سے رخصت ہو

Marfat.com

گئے۔ عمر آپ کی نوّے سال کی ہوئی۔

آپ کا سلسلہ بیعت و طریقت حضرت خواجہ ممشاد دینوری، حضرت خواجہ ابو محمد چشتی، حضرت خواجہ ناصر الدین چشتی، حضرت خواجہ مودود چشتی، حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی، حضرت خواجہ عثمان ہارونی، سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت خواجہ ممشاد کاکی، حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر اور حضرت شاہ نظام الدین اولیاء دہلوی سے ہے۔

جس وقت حضرت نے وصال فرمایا حضرت امیر خسرو بنگال میں تھے۔ یکایک پیر کی یاد نے آپ کو بے چین کر دیا اور اجازت لے کر دہلی کا رخ کیا۔ راستے کے منازل تیزی سے طے کرتے ہوئے دہلی پہنچے اور پیر کے وصال کا علم ہوا۔ یہ سن کر آپ بے چین ہو گئے۔ سر کو ٹکرا کر چیخ ماری اور کہا کہ "سبحان اللہ! آفتاب در زمین اور خسرو زندہ" یہ کہہ کر بے ہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو اپنی ساری املاک شیخ کے ایصال ثواب کے لیے فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دی اور ماتمی لباس پہن کر مزار پرانوار پر گئے اور اسی وقت سے مجاوری کی خدمت انجام دینے لگے اور اسی فراق کے صدمہ میں پانچ ماہ بعد ۱۸ شوال ۷۲۵ھ کو آپ بھی اس دار فانی سے جدا ہو کر اپنے محبوب سے جا ملے۔

کتاب سفینتہ اولیاء سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ انتقال سے چند روز قبل آپ اپنا یہ دوہا پڑھا کرتے تھے۔

گوری سووے سیج پر مکھ پر ڈارو کیس
چل خسرو گھر اپنے رین بھئی چوندیس

یہی پیر جو گیسو دراز تھے وہ اپنے بالوں سے منہ ڈھانکے ہوئے سو رہے ہیں۔ اٹھ اے خسرو! تو بھی اپنے اصلی گھر چل، کیونکہ تاریکی ہر طرف پھیل گئی ہے۔

جب امیر رحلت فرما گئے تو وصیت کے بموجب جو شیخ نے کی تھی۔ آپ کو ان کے پہلو میں دفن کرنے کی تجویز ہوئی۔ لیکن عہدی خواجہ سرائے جو اس وقت منصب وزارت پر فائز تھے اور شیخ کے مرید بھی تھے، اس بنا پر ایسا کرنے سے روک دیا کہ دونوں قبروں میں تفریق جاتی رہے گی۔ آپ کی عمر ۷۴ سال کی ہوئی۔ پیر کے انتقال کے بعد آپ کچھ ایسے دل برداشتہ ہوئے کہ سلطان محمد تغلق کی تخت نشینی کے بعد صرف ایک آدھ قصیدہ اس کی تعریف میں کہا تھا مگر شاعری سے دل سرد ہو چکا تھا اور پیر کے وصال کے بعد خود ہی کہہ دیا تھا کہ اب زیادہ عرصہ تک زندہ نہ رہوں گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔

امیر کی اس سے بڑھ کر اور کیا خوش قسمتی ہو گی کہ آپ کا مقبرہ مہدی خواجہ نے جو سلطان بابر کا خاص امیر تھا تعمیر کرایا اور ملا شہاب معمائی نے آپ کی تاریخ وفات کندہ کرادی:

شد عدیم المثل یک تاریخ او
[illegible] طوطی شکر مقال

امیر کے صاحبزادوں میں ملک احمد شاعر تھے اور سلطان فیروز شاہ کے دربار میں تھے۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ امیر خسرو کی اس یادگار سے جو [illegible] توقع تھی وہ پوری نہ ہوئی۔ اصلیت یہ ہے کہ ملک احمد [illegible] بادشاہ اور دربار کی ان کو بھی گویا امیر کا

تبرک خیال کرتے تھے۔

شاہ علاالدین اور اس کے تمام خاندان کو حضرت نظام المشائخ سے خاص عقیدت تھی۔ خضرخان جو مرید تھا اکثر پریشانی اور فکر کی حالت میں پیر سے رجوع کرتا تھا اور دُعا کا طالب ہوتا تھا۔ یہی حالت بادشاہ کی تھی حضرت شاہ نظام الدین اولیاء کو امیر خسرو سے جو خلوص تھا اس کا ثبوت خود ان کی رباعی سے ہوتا ہے ؎

خسرو کہ بہ نظم و نثر مثلش کم خاست
ملکیت کہ ملک سخن آں خسرو راست
آں خسرو ماست ناصر خسرو نیست
زیرا کہ خدائے ناصر خسرو ماست

حقیقت بھی یہی ہے کہ ۶۹۸ھ میں ان کی والدہ اور چھوٹے بھائی حسام الدین کے انتقال کے صدمہ کو جو امیر کو ہوا تھا صرف پیر کی صحبت ہی دور کر سکتی تھی حضرت کا مزار نظام المشائخ کے پائنتی ہے اور یہ قطعات ان کی لوح مزار پر کندہ ہیں۔

اے شربت عاشقی بجا مت | وز یاد لبان زماں پیامت
شد ملک فرید از تو منظوم | زانست کہ شد لقب نظامت
جاوید بقاست بندہ خسرو | چوں شد بہ ہزار جاں غلامت

مرا نام نیکو بست خواجہ عظیم [illegible]

[illegible] بدانم کہ ہستی تو مرد فہیم

حضرت امیر خسرو کا مقولہ ہے کہ "ہر کہ خود را بیند خدا سے را نہ بیند"
یعنی جو شخص محض اپنی خواہشات نفسانی کے قریب ہے وہ خدا سے دور ہے
جو لوگ صاحب عقل ہیں وہ پانی آگ اور حاکم پر اعتماد نہیں کرتے۔ تال سم
کی واقفیت اور ذہانت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ حضرت سلطان المشائخ
کے پاس ایک درویش سیاح آئے اور رات کو کھانا کھانے کے بعد اپنی
سیاحت کی داستان اس قدر طوالت سے بیان کی کہ رات زیادہ گذر گئی
اور داستان ختم نہ ہوئی۔ حضرت نے انگڑائیاں، جمائیاں بھی لیں۔ لیکن وہ سادہ
لوح نہ سمجھ سکا۔ جب آدھی رات ہوئی۔ تو حضرت نے امیر سے مخاطب ہو کر
فرمایا کہ یہ نوبت کی آواز کیا کہتی ہے (یہ اس زمانے کا شاہی دستور تھا کہ بارہ
بجے رات کو شاہی نوبت نقارہ بجا کرتا تھا) امیر خسرو نے جواب دیا کہ میری
سمجھ میں تو یہ آتا ہے کہ "نان کہ خوردی خانہ برو۔ خانہ برو۔ خانہ برو۔
نہ بانست ذکر دم خانہ گرو۔ خانہ گرو۔ خانہ گرو" یعنی نقارے کے تال
[illegible] سے یہ آواز نکلتی ہے کہ کھانا کھا لیا اب اپنے گھر کو جاؤ میں نے
[illegible] سے اقد گرو نہیں رکھا ہے"۔

[illegible] سیاح نے اپنی غلطی کو محسوس کیا اور چلا گیا۔ دنیا میں ہر
[illegible] کا [illegible] اس کی ذاتی صفات پر منحصر ہے۔ اسی طرح انسان
[illegible] ورنہ انسان اور بعض جانوروں میں

Marfat.com

صرف دم ہی کا تو فرق ہے جس قدر بھی اولیائے کرام، پیغمبران اور بزرگانِ دین دنیا میں آئے وہ حق اور صداقت کا ایک مشن ساتھ لائے تھے خواہ اس کی تکمیل میں ان کو کیسی ہی دشواریاں پیش آئیں۔ لیکن انھوں نے ثابت قدمی سے برداشت کیا اور اپنے کاموں میں عین رضائے حق کا خیال کیا۔

جو لوگ عجائب پرست ہیں وہ ان برگزیدہ ہستیوں کے کارناموں کو معجزہ، کرامات اور عجائب تر باتوں کی تہ میں تلاش کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان بزرگوں کی لائف ہی بذات خود معجزہ اور کرامات سے کم نہیں ہے۔ تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ ہر پیغمبر اولیاء اللہ اسی وقت مبعوث ہوتے ہیں جب اس ملک یا قوم میں انتہا درجہ کی گمراہی، خود رائی اور فسق و فجور عام ہو۔ یا برائی اور بھلائی کا فرق مٹ جائے چنانچہ ہندوستان میں جس قدر بزرگ جس زمانے میں بھی ممالک غیر سے آئے یا وہ ہندوستان ہی کے باشندے تھے، تقریباً ہر ایک کا زمانہ اسی قسم کا تھا یعنی کفر و ظلمت کی گھٹائیں ہر طرف چھائی ہوئی تھیں۔ اکثر مسلمان بادشاہوں کی یہ حالت تھی کہ نعوذ باللہ خدائی کا دعویٰ کرتے تھے اور دین داروں کو بے دین ہونے کی ترغیب دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اس زمانے کے بعض سنہری اور روپہلی مصلحتیں رکھنے والے مولوی بھی ان کے ہم نوا بن جاتے تھے حق بات کہنے والوں کے ساتھ ظلم اور زیادتی ہوتی تھی۔ ان حالات میں بھی خدا کے برگزیدہ بندے صعوبتیں برداشت کرکے حالات کا مقابلہ کرتے تھے اور خدا کے [illegible] کر منکرانِ حق کے سروں کو جھکا دیتے تھے یہ معجزہ نہیں تو کیا تھا۔ [illegible] دنیا میں کتنے پیدا ہوکر فنا ہو جاتے ہیں۔ ان کو غیر [illegible]

[illegible] وہ صرف وہی ہوتے ہیں، جن کو کبھی فنا نہیں ہے۔

[illegible] کہ ہے جس کا زمانہ افسوس

[illegible] آج بھی [illegible] دہر میں مرنے کے لیے

[illegible] کے حالات لکھ رہا ہوں۔ ان کے وصال کو تقریباً سات سو سال گزر گئے لیکن ابھی تک ان کے مزارات پر زائرین اور عقیدت مندوں کا ہجوم رہتا ہے جن میں ہر مذہب و ملت کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان کے اخلاق ایسے وسیع تھے کہ دشمن سے بھی کبھی انتقام لینے کا جذبہ پیدا نہ ہوتا تھا وہ متوکل تھے اور ان کا ہر فعل مشیتِ ایزدی کے عین مطابق ہوتا تھا اور اگر کوئی ان سے ٹکراتا تھا تو وہ منہ کی کھاتا تھا۔ ان کی حق پرستی باطل پر غالب آتی تھی۔ یہی وہ صفاتِ عالیہ ہیں جو بڑے چھوٹے امیر غریب ہندو مسلمان سب کو ان کے مزارات پر جانے کے واسطے مجبور کرتے ہیں اور انہی مزارات سے ہم اخلاقی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ آج جو اللہ والے نظر آتے ہیں وہ بھی انہی کی روحانی اور اخلاقی تعلیم کا نتیجہ ہے۔

حضرت نظام المشائخ اور حضرت امیر خسرو کی لائف میں یہ تمام خوبیاں تمام موجود ہیں اور بلاشبہ حضرت نظام المشائخ ہی کا یہ فیض تھا کہ امیر خسرو دنیاوی اعزاز اور منصب کے جو ان کو حاصل تھے، آخرت کو دنیا پر ترجیح دے کر [illegible] گئے تھے کہ جس کی بابت وہ خود فرماتے ہیں کہ:

[illegible] بود اندر لامکاں خسرو

[illegible] بود شب جائیکہ من بودم

Marfat.com

آپ کی علمی قابلیت کا دنیا کو اعتراف ہے اور اس کا خورد ان کو اقرار ہے کہ ان کی شیریں کلامی پیر کے لعابِ دہن کی برکت تھی۔ طبیعت ایسی جدت پسند واقع ہوئی تھی کہ بایدو شاید۔ جو بات کسی کے دماغ میں نہ آتی تھی وہ آسانی سے کر گزرتے تھے۔ زبان اردو کے باوا آدم ہیں۔ الغرض زندگی کے جن اعلیٰ مقاصد کو لے کر آئے تھے ان کو کمال حسن و خوبی سے انجام کو پہنچایا اور پائے ثبات میں لغزش نہ آنے پائی۔

...ی شاعری پہیلیاں مکرنیاں وغیرہ

ہندوستان کی قدیم زبان کھاری تھی۔ آریہ اثرات نے اس میں برج
...ا اور سنسکرت کا اضافہ کیا۔ اس کے بعد تلنگی۔ مرہٹی۔ گجراتی وغیرہ صوبائی
...شامل ہوئیں اور بعدہٗ عربی، فارسی، ترکی زبانوں کے اختلاط سے زبان
...لائی۔ لیکن ہندوستان کے وسطی حصے میں مثلاً اضلاع متھرا، آگرہ بھرت پور،
...میں یہی اردو برج بھاشا کہلائی جاتی ہے اور ہندی مشہور شاعر تلسی کبیر داس
...خاناں وغیرہ کے دوہے اسی زبان میں ہیں۔ اس لیے زبان اردو مشترکہ
ہے۔

...امیر خسرو نسل کے لحاظ سے ترک تھے، پیدائش کے لحاظ سے ہندوستانی
...زبان کے لحاظ سے جتنا ذوق ان کو عربی فارسی اور ترکی زبانوں سے
...بھی بھا خا اپنے وطن کی زبان سے زیادہ چاہتے تھے کہ اس گلدستہ
...ستہ کیا جائے۔

... آدم اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ انھوں نے
... کے واسطے پہلا قدم اٹھایا اور پہیلیاں مکرنیاں دوہے

اور اشعار کہے۔ جن میں بھاشا اور فارسی کو ملا کر شیر و شکر کر دیا اور یہ زبان [illegible] مقبول ہوئی کہ ہر شخص آج بھی ان کو شوق سے پڑھتا اور سنتا اور بولتا ہے۔ یقین کے ساتھ تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ سب دوہے وغیرہ انہی کے ہیں کیونکہ ان کا ہندی کلام تلف ہو چکا تھا لیکن [illegible] پہیلیاں [illegible] زبان زد خلائق ہونے کی وجہ سے ان کے اشعار بعینہٖ اسی حالت میں محفوظ رہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

سُرمہ

لودھ پھٹکری مردا سنگ ۔ ہلدی زیرہ ایک ایک تنگ
افیون چنا بھر مرچیں چار ۔ ارد برابر تھوتھا ڈار

منجن

ترپھلا ترکٹا تینوں نون پتنگ ۔ دانت بجر ہو جات ہیں آجپل [illegible]

پہیلیاں

نر [illegible] ایک تریا اتری اس نے بہت [illegible] [illegible]
آدھا نام پتا پر پیارا بوجھ پہیلی ہوری ۔ امیر خسرو [illegible]

فارسی بولیں آئینہ ۔ ترکی بولیں پائی نا
ہندی بوجھے آرسی آئے ۔ [illegible]

[illegible] نی [illegible]

[illegible] نا مار ۶ تا خون کیا — [illegible]

[illegible] پڑھے کو ننگا آپ کہاتے
ایک سفیدی بہت انگارا کو ننگے سے بھر جاتے
[illegible] بانٹا شے کا وہ کھاجا
نگ پہ تو سر پر رکھیں واکو راو راجا
بالن کرکے نام بتایا تا میں سبنیا ایک
الٹا سیدھا پھیر دیکھو وہی ایک کا ایک
بھید پہیلی پہ [illegible] میں نے میرے لال
عربی ہندی فارسی تینوں کرو خیال

— [illegible]

[illegible] پاؤں کا تو پیالا
امیر خسرو یوں کہیں رنگ ہے اس کا کالا

— [illegible]

ایک نار بھونرا سی کالی کان نہیں وہ پہنے بالی
[illegible] جتنا عرض اتنا ہی طول

— [illegible]

[illegible] پر ہر ایک نہیں پہچانے ہے
[illegible] نکر ہے کیا ذن دیکھا ہے

— [illegible]

Marfat.com

ایک تاری کا ایک ہی نر　　بستی باہر وا کا گھر
پیٹھ سخت اور پیٹ نرم　　منہ میٹھا تاثیر گرم　　کچھوا

بال نچی کپڑے پھٹے موتی لیے اُتار　　یہ بپتا کیسی بنی جو ننگی کر دی نار　　بھٹا

پیلی ہے بین کی نہیں بتائی　　کھانے کی وہ چیز نہیں پرکھائی

کاٹ کا گھوڑا تلیی سوار　　بوجھن ہارا برخوردار　　[illegible]

کان میں رکھ تو یہ الہام　　نیچے ٹھکے اوپر نام　　[illegible]

ایک نار دو کونے بیٹھے　　ٹیڑھی ہو کر بل میں سرکے
جس کی بیٹی اسے سہائے　　خسرو اس کے بل بل جائے　　[illegible]

آدھاری کمہار کی آدھی سب کے پاس　　جو تجھے سارا چاہیے جنگل والے کے پاس　　[illegible]

گول کاٹ اور سندر مورت　　کالا منہ اس پر خوبصورت
جو کوئی ہماری پہیلی بوجھے　　سینا دیکھ پرونا سیکھے　　[illegible]

[illegible] کلے کا پہرو کی بی بی لاکھوں رنگ رنگیلی

ایک چھکا پتریاں چار — کیوں کر پہنچا اُن پر پیار
آنکھوں دیکھا اور تن بیں بوجھ — رائی برابر ہے نہیں جھوٹ

بالا تھا جب سب کو بھایا — بڑا ہوا جب کام نہ آیا
خسرو کہد و ا کا ناؤں — بوجھو نہیں تو چھوڑو گاؤں

اندر چلیں باہر چلیں بیچ کلیجہ دھڑکے — امیر خسرو یوں کہیں وہ دو دو انگل سرکے

جل کر بنے جل میں رہے — آنکھوں دیکھا خسرو کہے

ایک لڑکا گھر بنایا — اوپر نیو نیچے گھر چھایا
بانس نہ بلی بندھن گھنے — کہو خسرو گھر کیسے بنے

[illegible] — امیر خسرو یوں کہیں تو بوجھ پہیلی موری

[illegible] ناؤں — بیچ پڑے سے وہ اپنے پاؤں

Marfat.com

بن جیب باتیں بن جیواں کھلاتے ۵ مارے سے تو بے نہیں بن مارے مر جائے

گوری ہے پر سبزہ رنگ لنگڑی ہے ٹوٹی نہیں ٹنگ
ایک نام کی دو کہلائیں ایک کو چھوڑیں ایک کو کھائیں
(سفید رنگ کے گھوڑے کو سبزہ کہتے ہیں)

میں سکھی پوچھوں تجھ سے بات اندر دن اور باہر رات

چیستان فارسی

چیستان یک درخت شاخش چار میوہ ہر رنگ رنگ اردبار
سرخ سبز و سیاہ ہم زرد است پختہ را خام میکند ہشیار
در ولایت نہ باشد ایں میوہ ہست در ہند ایں چنیں بسیار

چیستان مارکان دو سر دارد ہر دو سو راخ سر بہ سر دارد
ہر کہ بکشاید ایں معمہ را دانم از عاشقی خبر دارد

گل دیدم کہ او بے خار باشد نہ در صحرا نہ در گلزار باشد
نہ او را کس فروشد نے خریدار ... بازار باشد

Marfat.com

[illegible] نہ از شکم مادر نہ پشت پدر
[illegible] زمین [illegible] بے [illegible] آدمی

[illegible]

چیست آں جانور کمر بستہ یک وجود و ہزار سر دارد — جھاڑو

[illegible]

[illegible] آں چیست کہ غیر سر نہ دارد زہ تیر و دو خبر نہ دارد
وقت زدن دو سر شود چوب پرد بہ ہوا و پر نہ دارد — گلی

[illegible]

عجائب صورتے در شام دیدم اگر گویم کسے باور نہ آید
درخت بر سرش حوض پر از آب درو مارے کہ دم و سر نہ دارد — (حقہ)

چیست آں گنبدے کہ دو در بسر اندرونش نشست یک دختر
خون او را بہ نیزہ بر دارند نالہ مشرق بہ مغرب اندازند — (حقہ)

[illegible]

[illegible]

کہ مکرنیاں

[illegible] ہے کہ کہنے والا ایک بات کہتا ہے اور
[illegible] ہے دو جواب ہوتے ہیں اور دونوں صحیح

[illegible]

سگری رین موہے سنگ جاگا — بھور بھئی تو بچھڑن لاگا
اس کے بچھڑے پھاٹت جیا — اے سکھی ساجن نا سکھی دیا

سوپ سلونا سب گن نیکا — وا بن سب جگ لاگے پھیکا
واکے سر پر ہووے کون — اے سکھی ساجن نا سکھی لون

وہ آوے تو شادی ہووے — اس بن دوجا اور نہ بھاوے
میٹھے لاگیں واکے بول — اے سکھی ساجن نا سکھی ڈھول

اونچی اٹاری پلنگ بچھایا — میں سوئی میرے سر پر آیا
کھل گئیں انکھیاں بھئی آنند — اے سکھی ساجن نا سکھی چند

جب مانگوں جب جل بھر لاوے — میری پیاس سبھی بجھاوے
شیام برن وہ کھڑا ہے چھوٹا — اے سکھی ساجن نا سکھی لوٹا

نیلا کنٹھ اور پہرے ہرا — سیس مکٹ [illegible] کھڑا
گنا دیکھ الاپے چور — اے سکھی ساجن نا سکھی [illegible]

جس بن مجھ کو چین نہ آئے — وہ میری تپش [illegible]
ہے وہ سب گن بارہ بانی — اے سکھی [illegible]

Marfat.com

[illegible] رات   ہونٹھن لاگت کرت نہ بات
جا سے موری جگ میں پت   اے سکھی ساجن نا سکھی نتھ

ایک سجن مورے دل کو بھاوے   جائے مجلس کھڑی سہاوے
سورت منوں اٹھو دوڑوں جاگ   اے سکھی ساجن نا سکھی راگ

ایک سجن وہ کھڑا پیارا   جا سے گھر مورا اجیارا
بھور بھئی جب بدا میں کیا   اے سکھی ساجن نا سکھی دیا

سگری رین چھتین پر راکھا   رنگ رس سب واکا چاکھا
بھور بھئی تب دیا اتار   اے سکھی ساجن نا سکھی ہار

باٹ چلت مورا انچرا کھینچے   اپنی کہے نہ موری سنے
اس کو باٹ کا جھگڑا اچھا نٹا   اے سکھی ساجن نا سکھی کانٹا

[illegible] گھر میں آئے   واکا آنا موکو بھاوے
[illegible] لینا   اے سکھی ساجن نا سکھی .....

[illegible] پایا   گھونٹا کھرا جن نا پر کھایا
[illegible]   اے سکھی ساجن نا سکھی .....

دوارے مورے ٹھاڑا رہے — دھوپ چھاؤں سر پر سہے
جا کو دیکھے جاوے بھوک — اے سکھی ساجن نا سکھی [illegible]

ایک سجن مورا ان بھاوے — مکھ چومے اور بات بناوے
ہونٹن لاگ سبھی رس کھینچا — اے سکھی ساجن نا سکھی....

شاہان اودھ کے کتب خانے میں جو موتی محل اور توپ خانے میں تھے امیر کی دو سو چیستاں اور پہیلیاں موجود تھیں اور ایسا کلام بھی تھا جس میں فارسی آمیز غزلیں اور کہہ مکرنیاں وغیرہ بھی تھیں جو اب ناپید ہیں۔ عام طور پر چند متفرق غزلیں اور اشعار کتابوں میں پائے جاتے ہیں مثلاً:

زحال مسکیں مکن تغافل دورائے نیناں بنائے بتیاں
کہ تاب ہجراں ندارم اے جاں نہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں
شبان ہجراں دراز چوں زلف و روز وصلت چو عمر کوتاہ
سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں
یکایک از دل دو چشم جادو بصد فریبم ببرد تسکیں
کسے پڑی ہے جو جا سناوے پیارے پی کو ہماری بتیاں
چو شمع سوزاں چو ذرہ حیراں [illegible]
نہ نیند نیناں نہ انگ چیناں نہ آپ آویں [illegible]
بحق روز وصال دلبر کہ داد [illegible]
سپیت من کی دورائے [illegible]

Marfat.com

[illegible] لٹ گیا — در غم ہجر تو کمر ٹوٹ ہے
[illegible] — جب گنہم ساقہ عجب روٹھ ہے
[illegible] آفتاب — سرو ہیش قد تو بوٹھ ہے
گاہ زخشہ [illegible] — [illegible] بھاگ مرا پھوٹ ہے

پسرے زرگرے [illegible] یارا — کچھ گھڑے سنوارے پکارا
گفتا دل من گرفت و بشکست — پھر کچھ نہ گھڑا نہ کچھ سنوارا

تیلی پسرے کرمی فروشد تیلے — از دست زبان اُو واویلے
خالش بخش دیدم و گفتم کہ تل است — گفتا کہ برو نیست دریں تل تیلے

دہی فروش

[illegible] لطافت چو دہی — ایں دیگ دہی برسر تو چتر شہی
[illegible] شکر می ریزد — ہر گاہ بگوئی کہ دہی لو دہی!

[illegible] — دیدم لب آب اِن ہندوے
[illegible] — [illegible] ور دکہ دُر دُر ہوئے

[illegible] — [illegible] جستہ و چہرہ گل غناده
[illegible] — [illegible] آید بدوں

Marfat.com

صفت بیڑہ تنبول کہ نزد ہمہ خلق بادام [illegible]

ڈھکوسلا انمل بے جوڑ

بھادوں کی پکی پیپلی چو چو پڑی کپاس بی مہترانی دال پکاؤ گی یا ننگا سو رہو

دو سخنے ہندی

یہ بھی عجیب ترکیب ہے جس میں دو مختلف باتیں کہی جاتی ہیں اور جواب دونوں کا ایک ہی ہوتا ہے مثلاً :

برہمن پیاسا کیوں ۔ گدھا اداسا کیوں ——— لوٹا نہ
گوشت کیوں نہ کھایا ۔ ڈوم کیوں نہ گایا ——— گلا نہ
جوتا کیوں نہ پہنا ۔ سموسہ کیوں نہ کھایا ——— تلا نہ
انار کیوں نہ چکھا ۔ وزیر کیوں نہ رکھا ——— دانا نہ
پان سڑا کیوں ۔ گھوڑا اڑا کیوں ——— پھیرا نہ
کھچڑی کیوں نہ پکائی ۔ کبوتر کیوں نہ اڑائے ——— [illegible]
پانی کیوں نہ بھرا ۔ ہار کیوں نہ پہنا ——— [illegible]
جوگی کیوں نہ بھاگا ۔ ڈھولکی کیوں نہ باجی ——— [illegible]
گھر کیوں اندھیارا ۔ فقیر کیوں بدارا ——— [illegible]
پوستی کیوں بدیا ۔ چھکیدا کیوں سیا ——— [illegible]

Marfat.com

[illegible] فارسی و اُردو مشترکہ

[illegible] باید. بچے کو کیا چاہیے ——— دوکان

[illegible] چیست. پیاسے کو کیا چاہیے ——— صدا

[illegible] داری را چہ باید. کلاوت کو کیا چاہیے ——— گاؤ

[illegible]ی را چہ می باید. مسافر کو کیا چاہیے ——— دام

[illegible] می دارد. مسافر کو کیا چاہیے ——— سنگ

[illegible] بچہ می باید کرد. قوت مغز کو کیا چاہیے ——— بادام

[illegible] چہ می بیند. دکھیا سے کون کہے ——— رو

[illegible] را چہ می باید. ملاپ کو کیا چاہیے ——— چاہ

[illegible] امیر خسرو کہیں جا رہے تھے. گاؤں کے کنوئیں پر کچھ پنہاریاں پانی [illegible] آپ کو پیاس معلوم ہوئی۔ ان کے قریب جا کر پانی مانگا۔ ان میں سے [illegible] پہچان لیا۔ سب نے باہم مشورہ کر کے پانی پلانے کی یہ شرط قائم [illegible] پانی مانگے کہ سنائیں۔ تب پانی پلایا جائے۔ ان میں سے ایک [illegible] چرخے کا [illegible] چاہیے۔ دوسری نے کہا کہ اس میں کتے کا نام [illegible] کھیر کی فرمائش کی۔ ان سب متضاد چیزوں نے دوسرے کی ترتیب [illegible] انہوں نے برجستہ یہ دوہا سنایا۔

[illegible] بہنا دیا جلا
[illegible] ڈھول بجا
[illegible] آب لا پانی پلا

Marfat.com

حضرت امیر نے دنیا کی بے ثباتی کو بھی ... پیش کیا ہے جو بے حد موثر ہے اور ایسا مقبول عام ہے کہ تقریباً ہر شادی بیاہ ... گایا جاتا ہے۔ یہ گانا عام طور پر کھماچ راگ میں گاتے ہیں

لکھی بابل مورے

کاہے کو بیاہی بدیس رے لکھی بابل مورے

بھائیوں کو دینو محل دو محلے ہم کو دیا پردیس رے لکھی بابل مورے

ہم تورے بابل بیلے کی کلیاں گھر گھر مانگی جائیں رے لکھی بابل مورے

ہم تورے انگنا کی بھولی رے چڑیاں چگائیں پھر اڑ جائیں رے لکھی بابل مورے

ہم تیرے کھونٹے کی بھولی رے گیاں ہانکو جدھر ہنک جائیں رے لکھی بابل مورے

طاق بھری میں نے گڑیاں جو چھوڑیں چھوٹا سہیلی کا ساتھ رے لکھی بابل مورے

سونا بھی دینو روپا بھی دینو دینو رتن جڑاؤ رے لکھی بابل مورے

ایک نہ دی مورے سر کو دیکنگھی ساجن نے لوٹنے مارے رے لکھی بابل مورے

ننگے پاؤں میرا بابل دوڑا اسمدھی ڈولا تھام رے لکھی بابل مورے

ڈولے کا پردہ اٹھا کر جو دیکھا آیا پرایا دیس رے لکھی بابل مورے

کاہے کو بیاہی بدیس رے لکھی بابل مورے

امیر کے مزاج میں ظرافت بھی تھی اور مروت بھی ... کوئی کچھ نہ کچھ فرمائش کر دیتا تھا، آپ کا ... کے محلے کے متصل چھجو نام کی ایک ...

[illegible] کرتی تھیں جب امیر اپنے گھر آتے تھے
[illegible] کر لیا کرتی چونکہ امیر کو کسی کی دل شکنی منظور
نہ تھی ایک آدھ بات کا جواب دے کر چلے جاتے۔
جب [illegible] بولی کہ آپ ہزاروں غزلیں گیت راگ راگنی بناتے
ہیں اس کا [illegible] طرح طرح کی [illegible] کوئی چیز اگر اس لونڈی کے نام بھی لکھ
دو گے تو کیا ہو جائے گا۔ آپ کے صدقہ میں ہمارا نام بھی دنیا میں رہے گا۔
آپ نے کہا بی چھمو بہت اچھا لو سنو۔

اوروں کے چوپہری باجے چھمو کے اٹھ پہری
باہر کا کوئی آئے ناہیں آئیں سارے شہری
صاف صوف کر آگے رکھے جس میں ناہیں توسل
اوروں کے جہاں [illegible] سماوے چھمو کے ہاں موسل

عبارت ذو معنی ہے۔ ایک تو وہ مطلب ہے جو الفاظ سے ظاہر ہے دوسرا
مطلب یہ ہے کہ توسل [illegible] کثافت اور میل [illegible] کے ہیں۔ شاہی زمانے میں
[illegible] نوبت نقارہ بجتا تھا۔ امیر کہتے ہیں کہ
[illegible] بجتی ہے اور دوکان کا کام
[illegible] بلائی جاتی ہے۔ خوبی یہ
[illegible] صاف ستھرے لوگ آتے ہیں۔
[illegible] صاف [illegible] نہیں ہوتی۔
[illegible] ایسی گاڑھی تھی کہ اس میں مینگ

Marfat.com

کھڑی ہو جائے۔ آپ شاعرانہ مبالغہ سے کام لے کر اس کے گاڑھے ہونے کی اس طرح تعریف کرتے ہیں کہ چھجو کی تیار کی ہوئی بھنگ میں جینگ ر[illegible] کھڑا ہو سکتا ہے چنانچہ اس واقعہ کی وجہ سے گو چھجو نہیں ہے مگر اس کا نام زندہ ہے۔

محبوب الٰہی کی شان میں جو نظم آپ نے کہی تھی وہ ایسی مقبول ہوئی ہے کہ قوالی میں آج بھی مزارات پر شروع میں گائی جاتی ہے۔ اس گانے کو رنگ کہتے ہیں ؎

آج رنگ ہے اے ماں رنگ ہے
ایسو پیر پایو نجام الدین اولیا
جگ اجیارو ہیں تو ایسو رنگ اور نہیں دیکھو ری
دیس بدیس میں تو ڈھونڈ پھری ہوں
تورا رنگ نہیں پایو رے نجام الدین اولیا
آج رنگ ہے

چھاپ تلک سب چھینی رے موسے نیناں ملاکے
نیناں ملاکے سینا لڑا کے اپنی سی کر لینی رے موسے نیناں ملاکے
پریم بھٹی کا مدھوا پلاکر متوالی کر لینی رے موسے نیناں ملاکے
بل بل جاؤں میں تورے رنگ رجوا اپنی سی رنگ لینی رے موسے نیناں ملاکے
خسرو نجام کے بل بل جاؤں موہے سہاگن کینی رے
موسے نیناں ملاکے

Marfat.com

[illegible] عشق مرد کی طرف سے ہوتا ہے اور ہندی شاعری
[illegible] ہے۔ امیر خسرو نے بھی ہندی اور فارسی میں اسی رواج کو ملحوظ
[illegible] اور صوفیانہ رنگ میں بھی یہ طریقہ بے حد موثر اور دل آویز ہے تصوف
[illegible] محبت کا دلچسپ فلسفہ ہے۔ اکبر الہ آبادی نے چند مختصر الفاظ میں اس کی
[illegible]ت اس طرح پر کی ہے

قطعہ

پوچھے اگر کوئی تصنیف کیا۔ کہدو اکبر کہ لفظ بے معنی
پوچھے اگر کوئی شریعت کیا۔ کہدو اکبر کہ لفظ با معنی
پوچھے کوئی اگر تصوف کیا۔ کہدو کہ معنیٔ بے لفظ

ذیل کے ہندی اشعار کو امیر نے بروا راگ میں موزوں کیا ہے

جو پیا آون کہہ گئے اجھو نہ آوے سوامی ہو
اجھو جو پیا آون کہہ گئے
آون آون کہہ گئے آئے نہ بارہ ماس
خسرو اپنے پیا بن تس دن رہوں اداس
اجھو جو پیا آون کہہ گئے

ساونی

[illegible] سے ابتدا ہوتی ساونی ملہار وغیرہ گیتوں کی بنیاد

Marfat.com

قائم کی اور ان کے گانے کے طرز اور راگ بھی اسی لحاظ سے قائم کئے چنانچہ
ان کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ آج بھی لڑکیاں برسات کے موسم میں گھروں میں
جھولے ڈال کر امیر ہی کا راگ الاپتی ہیں

اماں میرے باوا کو بھیجو ری کہ ساون آیا
بیٹی تیرا باوا تو بڈھا ری کہ ساون آیا
اماں میرے بھائی کو بھیجو ری کہ ساون آیا
بیٹی تیرا بھائی تو بالا ری کہ ساون آیا

یہ گانا ایسا آسان ہے کہ لڑکیاں خود ہی اپنی مرضی کے مطابق اس میں گھر والوں کے ناموں کا اضافہ کر لیا کرتی ہیں اور خود ہی لذات سے لطف اندوز ہوتی ہیں۔ بہار اور بسنت کے میلے بھی بکثرت ہندوستان میں ہوتے ہیں جو قدیم زمانے کی یادگار ہیں اور ان میلوں نے بھی حضرت امیر کی طبیعت سے رنگ پکڑا ہے جن میں وہ خود بھی شریک ہو کر میلہ کی بدولت اور بھی لطف اندوز ہوتے تھے۔

الغرض امیر نے قدرتی مناظر قدرتی جذبات اثرات اور عشق و محبت کی دل آویزیوں کو ہر پہلو سے الفاظ کے سانچے میں ڈھالا ہے اور یہ محض ان کی خداداد ذہانت تھی جو کسی دوسرے کو نصیب نہ ہوئی

امیر کا ہندی کلام بھی ایک لاکھ اشعار تک جا پہنچا جو اب ناپید ہے جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ مسلمانوں کی حالت آج کل زمانے میں ایسی ہی ہو گی جیسی کہ انگریزوں کے زمانے میں تھی اور ایسا ہے کہ انگریزی تعلیم یافتہ انگریزی کے مقابلہ میں اردو کی طرف سے بے اعتنائی کرتے [illegible]

Marfat.com

[illegible] سلاطینِ ہند کا [illegible] سے [illegible]
[illegible] اور [illegible] کی طرف [illegible]
[illegible] ہے اور [illegible] ذخیرہ جو زبان
زدِ خلائق ہے ان کا وجود باقی ہے [illegible]

امیر خسرو نے موسیقی میں بھی ایجادیں کیں جن کے تفصیلی حالات باب ہفتم
میں ملاحظہ فرمائیے گا۔ امیر خسرو کے بعد [illegible] مسلمانوں میں کئی موسیقی میں [illegible] پڑھا
سراج الدین ابو ظفر بہادر شاہ [illegible] اور خود بھی موسیقی سے
واقف تھے [illegible] محفل میں حاضر ہوتے تھے [illegible] کر [illegible]
[illegible] اور [illegible] باپ دادا
کا دور حاضر ہے [illegible]
[illegible]
[illegible] کہ وہ امیر خسرو کے [illegible]
[illegible] کوئی
[illegible] امیر خسرو [illegible] ہے۔ [illegible]
[illegible] ان کا کلام [illegible] جاتا ہے وہ بھی
ان کے [illegible] سے یکساں [illegible]

خسرو رین سہاگ کی جاگی پی کے سنگ
تن میرا من پیو کا دونوں بھئے ایک رنگ

یہ وہ روایات جو مسلسل صدیوں سے زبان زد خلائق ہوں اور اپنے

زمانے والوں نے بھی اُن کو معتبر خیال کیا ہو۔ کیونکہ غیر معتبر خیال کی جا سکتی ہیں
تصرف اور تحریف تو ممکن ہے۔ لیکن یکسر باطل ہونا غالباً صحیح نہیں ہے۔

الغرض امیر کی توجہ دنیا کے کسی پہلو سے ناآشنا نہ تھی۔ جب علوم اور فنون میں کمال حاصل کر لیا تو میدان سخن دری میں طبیعت کی جولانی دکھلانی شروع کی۔ اور عمر کے ساتھ ان کا افق علم معرفت وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔ زمانے کے سرد گرم دیکھے۔ خوشی اور غم دونوں کی حقیقت معلوم کی۔ در اصل امیر نے اپنے نانا عماد الملک کی زندگی ہی میں جو بڑے پایہ کے شخص تھے۔ کافی شہرت حاصل کر لی تھی اور قدر دانی کے لحاظ سے وہ زمانہ بھی ایسا ہی تھا کہ جوہر شناس جوہری موجود تھے۔ جب ہمارے نوجوان شاعر کا دل مسرتوں سے لبریز تھا تو انھیں اپنی زندگی کے دوسرے دور سے واسطہ پڑا یعنی ۶۷۱ھ میں ان کے نانا عماد الملک بھی ایک سو تیرہ سال کی عمر میں اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ امیر نے اپنی اس طویل عمر کے ستر سال بادشاہوں اور ملک کی خدمت میں گزارے اور اپنے دینی اور دنیاوی فرائض کو بے مثل دیانت داری اور قابلیت سے انجام دیتے رہے۔ اس صدمہ نے امیر خسرو کے دل میں باپ کا غم تازہ کر دیا۔ نانا کے انتقال کا انھوں نے نہایت موثر اور پردرد مرثیہ کہا ہے جو دیوان تحفۃ الصغر میں موجود ہے۔

Marfat.com

باب ۵

فارسی شاعری

دیگر کمالات کے علاوہ اگر صرف شاعری کے پہلو پر غور کیا جائے تو حیرت ہوتی ہے۔ فارسی میں فردوسی، انوری، حافظ، عرفی، نظیری بلاشبہ اقلیم سخن کے بادشاہ تھے۔ لیکن بقول شبلی۔ ان کی حکومت ایک اقلیم سے آگے نہ بڑھ سکی۔ یعنی فردوسی مثنوی کے استاد تھے۔ سعدی نے قصیدہ کو ہاتھ نہیں لگایا۔ انوری نے مثنوی اور غزل کو چھوا تک نہیں۔ عرفی، نظیری اور حافظ غزل کے دائرے سے باہر نہ جا سکے۔ لیکن خسرو کی جہانگیری میں غزل۔ مثنوی قصیدہ۔ رباعی سب ہی داخل ہیں اور چھوٹے چھوٹے خطہ ہائے سخن یعنی تضمین، مستزاد، صنایع اور بدایع کا تو شمار ہی نہیں۔

اگر تعداد دیکھی جائے تو اس خصوصیت میں بھی کسی کو ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ فردوسی کے اشعار کی تعداد کم و بیش ستر ہزار ہے۔ صائب کی ایک لاکھ سے زائد ہے۔ ان سب پر مستزاد یہ کہ تذکرۂ عرفات میں اوحدی نے لکھا ہے کہ امیر کا کلام جس قدر فارسی میں ہے اتنا ہی تقریباً برج بھاشا [illegible] مجموعہ کا نام و نشان بھی باقی نہیں ہے یہی

Marfat.com

حالت ترکی عربی زبانوں کی ہے کہ جس میں وہ عرب کے ادیبوں کے ہمسر ہیں۔ یہ بھی تسلیم شدہ ہے کہ زبان سنسکرت سے بھی وہ ناآشنا تھے۔

شاعری کے بعد نثر کا نمبر آتا ہے۔ نثر میں جو اصول اور قواعد انھوں نے مقرر کیے تھے اس کی ایک مستقل کتاب اعجاز خسروی تین ضخیم جلدوں میں موجود ہے اور نول کشور پریس [illegible]

ان مختلف الحیثیت مشاغل کے ساتھ اگر امیر کو فقرا اور تصوف کے رنگ میں دیکھا جائے تو عالم قدس کے سوا انھیں [illegible] کو نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا [illegible] جب تک [illegible] نہیں پہنچا کھانے کو نہیں [illegible]

[illegible]

ان اقلیم سخن کے [illegible] شاعری [illegible] وغیرہ کے علاوہ [illegible] بھی فارسی [illegible]

[illegible]

الغرض اب ان [illegible]

Marfat.com

[illegible] سے آپ کی آنکھیں [illegible] خود ہوا کرتی تھیں۔ انھیں
[illegible] تو اتنی ہے اس طرح پریشان کیا ہے
[illegible]

تو خشانہ می نمائی [illegible] بوی [illegible]
کہ [illegible] چشم مست [illegible] آنچہ [illegible] دارد

غرۃ الکمال کے دیباچے میں [illegible] لکھتے ہیں کہ امیر نے شاعر کی تین قسمیں لکھی ہیں استاد تمام جو کسی خاص طرز کا موجد ہو۔ استاد نیم تمام جو کسی خاص طرز کا موجد نہ ہو لیکن کسی خاص طرز کا پیرو ہو کر اس میں کمال حاصل کرے۔ سارق جو اوروں کے مضامین چرا لے۔ اس کے بعد امیر کہتے ہیں کہ استادی کی چار شرطیں ہیں۔ طرز خاص کا موجد ہو۔ اس کا کلام شعرا کے انداز پر ہو۔ صوفیوں اور واعظوں کے طریقہ پر نہ ہو اور غلطیاں بھی نہ کرتا ہو۔ یہ شرائط لکھ کر امیر فرماتے ہیں کہ میں قدما استاد نہیں ہوں۔ اس لیے کہ چار شرطوں میں سے مجھ میں صرف دو شرطیں پائی جاتی ہیں یعنی میں سرقہ نہیں کرتا اور میرا کلام صوفیوں اور واعظوں کے طریقہ پر نہیں ہے اس کے علاوہ میرا کلام لغزشوں سے بھی خالی ہے۔ سبحان اللہ! کیا [illegible] کا بیان ہے اور کیا اس سے زیادہ انصاف پرستی اور بے نفسی کی کوئی مثال ہو سکتی ہے۔ غزل قدما کے زمانے تک کوئی مستقل چیز نہ تھی۔ [illegible] نے غزل کو غزل بنایا۔ گویا یہ وہی خمخانہ سعدی کی شراب ہے۔ جو [illegible] ہے

[illegible] شعر سے کیجیے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب [illegible] سے [illegible] مطلع کی لوٹ جاتا ہے۔

معشوق سے خطاب کرتے ہیں کہ مسلمانوں اور دینداروں کے شہر میں تجھ
بے محابہ نہ آنا چاہیئے۔ گویا معشوق کی فتنہ انگیزی اس قدر زیادتی پر ہے کہ دیندار
کے تقویٰ اور زہد شکنی کا بھی خیال نہیں کرتا ؎

بُتِ تقویٰ شکن خود ایں چرا آخر نمی دانی
کہ در شہرِ مسلمانان نہ آید ایں چنین آمد

دوسرے معاملہ کی بات سنیئے معشوق سے کہتے ہیں کہ میں اگر رات کو تیرے منہ پر منہ
رکھ دوں تو اپنے آپ کو سوتا ہُوا بنا لینا۔ یہ نہ کہنا کہ ارے یہ کس کا منہ ہے سے

جاناں گر شبیست دہن بر دہن نہم
خود را بخواب ساز مگو کیں دہان کیست

ایک شعر میں کہتے ہیں کہ تم نے بہت سے دل لیے ہیں۔ خوب غور سے دیکھو
جو سب سے زیادہ زخمی ہو وہی میرا دل ہے ؎

دل بسے بردی نکو بشناس
انکہ مجروح تر از آں من است

ایک شعر میں کہتے ہیں کہ چاند بلندی پر اور اندھیری رات میں نہیں چڑھ سکے
جب تک کہ تیری زلفوں کی سیڑھی نہ لگائے۔

آنسو کی جھڑی کو سب نے بارش سے تشبیہ دی ہے لیکن یہ بالکل
اسلوب ہے کہ تیرے جانے کے وقت مجھے رونا آتا ہے اس لیے ابھی نہ
اور بارش رک جانے دے" اس خیال میں یہ لطافت ہے
پر میں روتا ہوں اور بارش ہونے لگی ہے۔ بارش میں معشوق جا نہیں سکتا

[illegible] ادا یا الٹا ہو کر کرنا پڑتا ہے۔

ایک صنعت لفظی کی بھی ایجاد کی ہے مثلاً ایک طریقہ یہ ہے کہ جس میں ایسی عبارت لکھی ہے کہ الفاظ کے رد و بدل سے دو مختلف زبانوں میں پڑھی جا سکتی ہے۔ اس ترکیب کا نام امیر نے "دو رُو" رکھا ہے اور اس صنعت میں کئی صفحے لکھے ہیں ؎

رسیدی بدیدی مرا دوی نجاتے
زمانے بباشی بیاری لبتانے

اس شعر کو اگر فارسی میں پڑھا جائے تو اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ "کل تو آیا اور ایک مکان میں تو نے مجھ کو دیکھا۔ ایک ذرا ٹھہر جا تو تو دوستی کے قابل ہو جائے گا۔ لیکن اگر اسی کو عربی میں پڑھا جائے تو یہ معنی ہوں گے۔" تو میرا ہدایت یافتہ ہے بے نظیر ہے۔ میری مراد ہے۔ میری نجات ہے۔ مجھ کو اس بات نے ناامید کیا ہے کہ میری عورتیں باہم لڑتی ہیں۔

ہر شخص کی شاعری اس کے پرواز تخیل کا آئینہ ہوتی ہے۔ امیر کی جدت پسند طبیعت ان فرسودہ خیالات سے اجتناب کرتی تھی جو شعرائے متقدمین کا پیش پا افتادہ حصہ ہے۔

[illegible] مثال میں۔ اس میں بہت سے اشعار ایسے ہیں جو زبانِ فارسی [illegible] الٹا پڑھیں تو عربی عبارت بن جائے گی مثلاً

بچے کامرانی در جہاں باش
[illegible] شادانی

وصل الحرفین۔ اس میں یہ صنعت ہے کہ جس قدر الفاظ عبارت میں آئیں ان میں کہیں کوئی الگ (مفرد) نہ ہو۔ بلکہ وہ [illegible] حروف سے دو لفظ بنا ہو۔ مثلاً چاکر۔ خاصہ حاجی۔ شتر قالی وغیرہ۔

اس کے علاوہ ایک اور صنعت کا بھی اظہار کیا ہے جس میں کوئی حرف ملایا نہیں جاتا۔ بلکہ الگ الگ (مفرد) رہتے ہیں اور دراصل [illegible] عبارت ہوتی ہے مثلاً در، دو، رو، داد، آورد، ادا، وارد، رو، آرائی، درازی، دواز، ذات، دا، دیدہ، دو، ران، [illegible] وغیرہ۔

المہملۃ الحروف: اس صنعت پر امیر کو بہت ناز ہے کئی کئی سطروں کی بامعنی عبارت لکھی ہے اور یہ التزام کیا ہے کہ صرف [illegible] حروف [illegible] کے سوا اور کوئی حروف عبارت میں نہ آنے پائے اور تمام الفاظ صرف انہی حروف سے عبارت بناتے ہوں اور [illegible] کے نوٹ ہیں مثلاً:

معجزہ الآسیہ والشفا۔ میں اس صنعت پر اور بھی [illegible] ناز ہے جس میں ایسے الفاظ جمع کیے ہیں کہ سطریں کی سطریں پڑھتے جائیے [illegible] ہونٹوں کو جنبش نہیں ہوتی۔ صرف حلق سے ہی الفاظ نکلتے ہیں۔

ترجمہ اللفظ: یہ صنعت بھی خاص امیر ہی کی [illegible] یہ التزام ہے کہ جو لفظ آتا ہے اس کے بعد کا لفظ [illegible] پہلے لفظ کا ترجمہ ہوتا ہے مثلاً سودا [illegible] مصرعہ ہے جس میں مارا کے معنی "مجھ کو" [illegible] ہیں [illegible] جائے تو مارا کے معنی لفظ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] شعر میں ایک لفظ لاتے ہیں جس

کے سات (ہفت) معانی ہیں اور ہر معنی اس مقام پر موزوں ہوتا ہے

موقوف الآخر [illegible] صنعت [illegible] جس کا ہر قافیہ

[illegible]

درحسن ترا کسے نہ ماند الا

خورشید [illegible] آید تا

[illegible] تو بے سیرتا

[illegible]

تو چند ترکیبیں بطور نمونہ پیش کی ہیں ورنہ اس قسم کی صنعتوں اور کاوشوں میں

[illegible] جس کے تفصیلی حالات

[illegible] آئی ہوں گی

[illegible] کاوش فرہاد کی کوہ کنی

[illegible] انجام کو پہنچایا۔

[illegible] جدت پسند طبیعت

[illegible] معنی ظاہر ہوتے ہیں مثلاً ذیل

[illegible]

بیل تن شاہی و بسیار ست بار ت بر حریر
زان مرنج ابری و باغ گوییت بسیار بار

کتاب مراۃ الخیال میں جو فارسی میں ہے ۔ اس شعر کی تشریح کے واسطے ا[illegible]
عبارت کو بجنسہٖ نقل کرنا مناسب خیال کرتا ہوں تاکہ لطافت الفاظ قا[illegible]
رہے اور مفہوم آسان ہو جائے ۔

" در لفظ بار کہ آخر است ہفت معنی ظاہر می گردد "

(۱) بیل تنی از آں مرنج اگر گویت بسیار بار ۔ یعنی گراں باری با[illegible]
بسیار است ۔

(۲) تو شاہی ازاں مرنج اگر گویمت بسیار بار ۔ چہ بار دادن بادشاہ[illegible]
عبارت از جلوس فرمودن است ۔ بر سریر سلطنت و خود را بخاص و عام نمود[illegible]
(۳) تو شاہی مرنج اگر گویمت بسیار باریعنی بسیار نیکو کار چہ بار در لغت
نیک کردار است ۔

(۴) تو شاہی ازاں مرنج اگر گویمت بسیار بار ترا شاہ گویم ۔
(۵) تو ابری ازین مرنج اگر گویمت بسیار باریعنی بسیار ببار ۔
(۶) اے باغ ازین مرنج اگر ترا گویم بسیار بار یعنی بسیار میوہ آ[illegible]
ایں بیت امیر را تا امروز [illegible] جواب [illegible]
اس کے علاوہ ذیل کی دو بیت امیر کی [illegible] کی [illegible]

بانعمت خوش بودم [illegible]
یاد می کردم ازاں [illegible]

امیر ... یکدیوں گذاشت حال
اے بہرت گردم ... بدشواری گذشت

... امیر ... حال ہے فرماتے ہیں کہ اگرچہ تمام شب روتے ... لیکن ... اس حالت میں بھی خوش رہا۔ کیونکہ اس حالت میں وہ راتیں ... یاد ہیں جو عیش و مسرت میں گذاری تھیں دوسرے شعر میں فرماتے ہیں کہ بوجھ ... اور کاندھے پر رکھ کر اٹھایا جاتا ہے۔ اے سر تو کاندھے کی تکلیف کا ... حالت پوچھ۔ اب کسے یاد ہے کہ تکالیف کس طرح آتی ہیں اور گذر جاتی ہیں بعد ... خوشیاں کس طرح آتی اور گذر جاتی ہیں۔ نہ خوشی کا اثر باقی رہتا ہے نہ غم کا ... "شادی و غم ایک سے ہیں دونوں گذر جانے کے بعد"

متفرق رباعیات

اقبال را بقا نبود دل چہ دررو مند
عمرے کہ در غرور گذاری فنا بود
گر بیت بادوست زمن این نکتہ شریف
اقبال را چو قلب کنی لابقا بود

... مطلب ... کے ... رد و بدل کرنے سے الفاظ تبدیل ...

خسرو چہ حالت است کہ دردے بہ عالمان
... پنہاں اند بہ تر اند

Marfat.com

[illegible] بر باد [illegible] ١
[illegible] چار حرف [illegible] آمد ١

صنعت لفظی ہے کہ [illegible] کے [illegible] و جمال، قطرہ و دریا [illegible]
از [illegible] عشق [illegible] اگر [illegible]
گر [illegible] دل [illegible] زما دور [illegible]
خسرو غزل گوئی کو خاص اہمیت دیتے تھے۔ ان کا قول ہے [illegible]
وہ شخص جو دو چار شعر کہہ لیتا ہے وہ غزل گو ہے [illegible] خسرو
نے اپنی غزلوں کو دیوان کی شکل میں جمع کرنے کی [illegible] غزلیں مختلف [illegible]
مختلف کتابوں میں درج کر دی ہیں۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ آج خسرو کی عام
شہرت کا زیادہ تر دارو مدار ان کی غزلوں پر [illegible] ہے اور اہل دل
آج بھی اسی طرح سر دھنتے ہیں جیسے [illegible] ان کے زمانے میں۔

غالباً اس کی یہ وجہ ہے کہ [illegible] طبع آزمائی [illegible] قصائد کے
دیوان ان کی لمبی چوڑی مثنویاں اور [illegible] ہیں جو اعجاز خسروی
کی پانچ جلدوں میں موجود ہیں زیادہ [illegible] کی [illegible] ہی بنے ہوئے
ہیں۔ غزل کا انحصار [illegible] اور مقبولیت کا [illegible] ہے
اور مضامین کی خوبی اس کی دلکشی میں مزید اضافے کا باعث [illegible]
جذبات احساسات اور کیفیات مکان اور زمانے کی قید سے آزاد ہیں اور
غزل ملک، مذہب اور [illegible] کی حدود کی پابند [illegible] ہے
شاعری کا جز [illegible] یہ ہے کہ غزل [illegible]

Marfat.com

[illegible] ہے جس میں [illegible] خوشبو، دل آویزی، نغمہ [illegible] ابدیت آفرینی [illegible] انسان اپنے ساتھ لایا ہے اور جن کے اظہار سے ہم قاصر ہیں ان کو مناسب مختصر الفاظ میں ادا [illegible] غزل ہی کا حصہ ہے۔ خسرو سے قبل متعدد فارسی غزل [illegible] گزرے [illegible] اور یہ حقیقت بھی ہے۔ لیکن ان میں اگر کوئی کمی تھی تو وہ [illegible] کلام میں سوز و گداز نہ تھا جو انسان کے خوابیدہ جذبات کو بیدار کر دے احساسات میں جان ڈال دے۔ اور اس کو [illegible] ساتھ۔

اس کمزوری سے سعدی کے ہم وطن شاعر حافظ شیرازی نے فائدہ اٹھایا اور غزل [illegible] وہ [illegible] پیدا کیا کہ سعدی کی شہرت ماند پڑ گئی۔

ہندوستان میں حافظ سے پہلے خسرو کو بھی غزل کی اس کمی کا پورا احساس تھا [illegible] خسرو کی جدت پسند طبیعت نے سعدی کی استادی سے تو انکار نہیں کیا مگر ان کی شاگردی پر بھی اکتفا نہیں کی اور غزل میں اپنے لیے ایک نیا مسلک، ایک انوکھی روش ایک جدید اسلوب اختیار کیا۔ جس کی کچھ جھلک حافظ میں بھی موجود ہے اور جس کا زیادہ [illegible] خسرو کے بعد کے شعرا مثلاً جامی۔ نظیری اور غالب کی غزلوں میں زیادہ [illegible]

[illegible] خسرو کا کلام عام طور پر قوال شروع میں اسی وجہ سے گاتے ہیں کہ محفل [illegible] اور جذبہ پیدا ہو جائے۔

[illegible] ملتے ہیں کہ محفل سماع میں خسرو کا کلام [illegible] ان فراوانی کی تاب نہ لا کر بعض تو جان سے گذر [illegible] جہانگیری کے صفحہ ۱۶۹ میں لکھا ہے کہ اس کے

عہد کے مشہور مہرکن ملا علی احمد نے قوالوں سے خسرو کی غزل کا یہ شعر سنا اور جان پرواز کر گئی ؎

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے
من قبلہ راست کردم بر طرف کج کلاہے

بہرحال انہی لفظی اور معنوی خوبیوں کی بناء پر خسرو کی غزلوں کی جلد شہرت ہو گئی۔

جامی بہارستان میں لکھتے ہیں کہ خسرو کی غزلیں ان خیالات اور تصورات کی آئینہ دار ہیں جن کی عاشقانِ صادق اور خدا پرست اپنے مذاق کے مطابق تاویل کرتے ہیں عام طور پر مقبول ہیں۔ اس سلسلہ میں اس کا اعادہ بے جا نہ ہوگا کہ مرزا بایسنغر کے زمانے میں بھی خسرو کے کلام کو جمع کرنے اور ترتیب دینے کا کام ایک شاعر سیفی کی سپرد کیا گیا تھا۔ کیا عجب ہے کہ یہ انتخاب اسی زمانے کا ہو جس کی چند چیدہ چیدہ غزلیات یہ ہیں۔

غزل

اے چہرہ زیبائے تو رشکِ بتانِ آزری
ہر چند وصفت میکنم در حسن زاں زیباتری

ہرگز نیاید در نظر نقشے ز رویت خوب تر
شمسی ندانم یا قمر حوری ندانم یا پری

تو از پری چابک تری از برگ گل نازک تری
از ہر چہ گویم بہتری حقا عجائب دلبری

آفاق ہا گردیدہ ام مہرِ بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

عالم ہمہ یغمائے تو خلقے جہاں شیدائے تو
اے نرگسِ [illegible] آوردہ [illegible]

اے راحت و آرامِ جاں با قدِ تو سروے رواں
زیباں مرو داماں کشاں [illegible]

۶۱

[illegible] صحرا کردی جان و دل ما بردی آیینت رسم دل بری
[illegible] یا نقش کش خواهی چنین یا ترک کن صورتگری
[illegible] تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

خسرو غریب است و گدا افتاده در شهر شما
باشد که از بهر خدا سوی غریبان بنگری

ابر می بارد و من می شوم از یار جدا چون کنم دل به چنین وقت ز دلدار جدا
ابر باران و من و یار ستاده بوداع من جدا گریه کنان ابر جدا یار جدا
سبزه نوخیز و هوا خرم و بستان سرسبز بلبل روی سیه ماند ز گلزار جدا
ای مرا در ته هر بند ز زلفت بندی چه کنی بند ز بندم همه یک بار جدا
دیده ام بهر تو خونبار شد ای مردم چشم مردمی کن مشو از دیده خونبار جدا
نعمت دیده نخواهم که بماند پس ازین مانده چون دیده ازان نعمت دیدار جدا
دیده صد رخنه شد از بهر تو خاکی ز رهت زود برگیر و بکن رخنه دیوار جدا
میدهم جان مرو از من وگرت باور نیست پیش ازان خواهی تو بستان و نگهدار جدا

حسن تو دیر نماند چو ز خسرو رفتی
گل بسی دیر نماند چو شد از خار جدا

[illegible] مژه را گشاده دادن در فتنه باز کردن
[illegible] ز خوان حدیث عشقت نفسی مجاز کردن

ز همه خواب مردمان شد بدو دیده تیغ یارب — ز کجاست گشت شیرین حکایات باز کردن
چه خوش است با تو خلوت که دهد سرشک خونی — ز خراش دل گواهی ز زبان دراز کردن
تو بخسپ خوش که ما را ز غمش چو شمع سوزان — همه رفت زنده بودن همه شب گداز کردن
ز جفات دل نهادم مکن انچه می توانی — چه کنم نمی توانم ز تو احتراز کردن
بهوس فدا کنم جان بدرت که نیست عاری — به سر سبکتگین را هوس ایاز کردن
صف عاشقان ست اینجا مده ای فقیه انگشت — که به شهرت پرستان نتوان نماز کردن

چه بود متاع خسرو که کند نثار جانان
مگسی چه طمع راند بدهان باز کردن

کافر عشقم مسلمانی مرا در کار نیست — هر رگ من تار گشته حاجت زنار نیست
از سر بالین من برخیز ای نادان طبیب — دردمند عشق را دارو بجز دیدار نیست
ابر را با دیدهٔ گریان من نسبت مکن — نسبت بارندگی بار دل خونبار نیست
شاد باش ای دل که فردا بر سر بازار عشق — مژدهٔ قتل است گرچه وعدهٔ دیدار نیست

خلق می گوید که خسرو بت پرستی میکند
آری آری میکنم با خلق عالم کار نیست

گفتم که روشن از قمر گفتا که رخسار منست — گفتم که شیرین از شکر گفتا که گفتار منست
گفتم طریق عاشقان گفتا که درد هجر من — گفتم علاج زندگی گفتا که [illegible]
گفتم بهاری با خزان گفتا که رشک حسن من — گفتم تجلیات [illegible]

گفتم که چه [illegible] گفتا که من شاهِ جهان
گفتم که خسرو ناتوان گفتا پرستار منست

خبرم رسیده امشب که نگار خواهی آمد — سر من فدای راهی که سوار خواهی آمد
به لبم رسیده جانم تو بیا که زنده مانم — پس ازاں که من نه مانم بچه کار خواهی آمد
کششے که عشق دارد نگذاردت بدیساں — به جنازه گر نه آئی به مزار خواهی آمد
همه آهوان صحرا سرِ خود نهاده برکف — به امید آنکه روزے بشکار خواهی آمد

بیک آمدن ربودی دل و دین و صبر خسرو
چه شود اگر بدیساں دو سه بار خواهی آمد

جان ز تن بردی و در جانی هنوز — درد ها دادی و درمانی هنوز
آشکارا سینه را بشگافتی — همچناں در سینه پنهانی هنوز
ملک دل کردی خراب از تیغ ناز — کاندریں ویرانه سلطانی هنوز
[illegible] — گرچه در خوناں پشیمانی هنوز
[illegible] — نرخ بالا کن که ارزانی هنوز

[illegible] پرستی هم خوش است
[illegible] پریشانی هنوز

[illegible] — بکف گرفته جامِ شراب آمدی

کجا بودی اے اخترِ نیک فال — کہ مہ رفتی و آفتاب آمدی
بدل بردنم آمدی عیب نیست — کہ مستی بہ بوسے کباب آمدی
چو جستند در گریہ من سبب — تو بودی کہ بر روئے کار آمدی
ز حیرت بخوابِ اجل می روم — کہ پنداراین تا بخواب آمدی
شبِ داشتم تیرہ از روز بد
شبم خوش کہ چوں ماہتاب آمدی

بخوبی ہمچو مے تابندہ باشی — بملک دلبری پایندہ باشی
من درویش را کشتی بہ غمزہ — کرم کردی الہی زندہ باشی
جفا کم کن کہ فردا روزِ محشر — بروئے عاشقاں شرمندہ باشی
ز قید دو جہاں آزاد باشم — اگر تو ہمنشین بر بندہ باشی
بہ رندی و بشوخی ہمچو خسرو
ہزاراں خانماں بر کندہ باشی

نمی دانم چہ منزل بود شب جائیکہ من بودم — بہر سو رقص بسمل بود شب جائیکہ من بودم
پری پیکر نگار سرو قدے لالہ رخسارے — سراپا آفت دل بود شب جائیکہ من بودم
رقیباں گوش بر آواز او در ناز من ترساں — سخن گفتن چہ مشکل بود شب جائیکہ من بودم
خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو
محمد شمع محفل بود شب جائیکہ من بودم

[illegible] مثنوی

[illegible] بے ہمہ دوران [illegible]   نہ بود عشق چو من چیت بودن
[illegible] پاسبان خلق ہست   خطا باشد کہ باشد پاسبان مست

بادشاہوں کو آپ نصیحت فرماتے ہیں کہ اُن کو شراب کے نشہ میں مست نہ ہونا چاہیئے اور عشق کی ہوس کی طرف مائل ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ مخلوق کا چوکیدار ہے پاسبان اگر مست ہو جائیے تو حفاظت کون کرے۔

[illegible] ایک روز دھنیا (روئی دھننے والا) کی دکان کے سامنے سے امیر [illegible] گذر رہے تھے۔ ہمراہی نے آپ سے پوچھا کہ جس دھنئے کو دیکھو ایک ہی انداز پر روئی دھنتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سب ایک ہی استاد کے شاگرد ہیں آپ نے فرمایا کہ اگر استاد نے سکھلایا ہے تو یہ کمال ہے کہ حرکت اور تال سب کی یکساں ہے۔ اس نے پوچھا کہ اس تال کو الفاظ میں کیونکر لایا جا سکتا ہے۔ [illegible]

[illegible]   ایں ہم رفت آں ہم رفت
[illegible] ہم رفت   ایں ہم آں ہم رفتہ آں ہم ایں ہم رفت
[illegible] رفت   [illegible] رفتن رفتن دہ
[illegible]   [illegible] دو رفت رفت رفتن رفتن دہ

امیر کے زمانے کے شعرائے نامی

امیر حسن سنجری دہلوی

امیر خسرو کے ہم عصر اور خاص احباب میں سے تھے۔ بادشاہوں کے ساتھ اکثر لڑائیوں میں رہے۔ اصلی نام نجم الدین تخلص حسن اور سادات عظام دہلی سے تھے۔ اصلی وطن اور جائے پیدائش ضلع بدایوں کی تھی۔ لیکن ساری عمر دہلی میں گذری۔ ان کا شعر ہے ؎

پرورده فضل ایزدش ارشاد غیبی مرشدش
بوده بدایوں مولدش دہلی ست منشا داشتہ

خسرو سے ملاقات کی ابتدا کے بارے میں تذکرہ مراۃ الخیال (فارسی) میں بحوالہ نجم الدین علا سنجری تاریخ ہند کے حوالہ سے اس طرح پر تحریر ہے کہ ایک روز امیر خسرو مع دیگر چند ہمراہی بازار سے گذرے۔ خواجہ حسن اس وقت نانبائی کی دوکان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حسن و خوبی ظاہری اور باطنی میں کمال رکھتے تھے۔ امیر نے ان کو دیکھا تو ان میں قابلیت سلوک پائی۔ قریب آن کر سوال کیا کہ میاں نان بائی کس حساب سے فروخت کرتے ہو۔ جواب یہ ہونا چاہیے تھا کہ میں نانبائی نہیں ہوں۔ لیکن ازراہِ ظرافت انھوں نے جواب دیا کہ میں نان کو ترازو کے پلہ میں رکھ دیتا ہوں اور خریدار سے کہتا ہوں کہ دوسرے پلہ میں اس کی برابر سونا رکھو جب وزن دونوں کا برابر ہو جاتا ہے تو خریدار کے حوالہ کر دیتا ہوں۔ امیر نے پوچھا اگر خریدار مفلس ہو؟ حسن نے جواب دیا کہ میں ایسے خریدار سے درد اور نیاز کی فرمائش کرتا ہوں۔ وہی اس کی قیمت ہوتی ہے۔ یہ جواب سن کر امیر کو تعجب ہوا

Marfat.com

[illegible] پیچ ہو کر خاموش ہو گئے۔ لیکن حسن نے جو چال [illegible] لیے خسرو پر چلا تھا۔ اس میں وہ خود ہی پھنس کر رہ گئے۔ بالآخر کچھ [illegible] کے بعد وہ حسن بھی خسرو سے آن کر ملے اور تائب ہوئے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مردانِ خدا کی نظر بے اثر نہیں ہوتی۔ چنانچہ حسن کہتے ہیں ؎

آنرا کہ بدانیم کہ او قابلِ عشق است
رمزے بنمائیم و دلش را بہ ربائیم

حضرت امیر خسرو اور حسن دونوں میدانِ سخن وری میں توام تھے۔ امیر سے ملاقات ہونے کے بعد علوم اور کمال کی تحصیل اور تکمیل میں مصروف ہو گئے اور تھوڑی ہی مدت میں قابلیت علمی کے علاوہ اخلاق، عادات۔ اوضاع، اطوار اور دیگر اوصاف حمیدہ اور اخلاقِ پسندیدہ سے متصف ہوئے۔

مارہروی نے لکھا ہے کہ سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد سے محمد تغلق کے عہد تک ہر بادشاہ کی ملازمت اور مصاحبت میں رہے اور سب ہی نے ان کی قدر و منزلت کی اور اعزاز و اکرام سے سرفراز فرمایا۔ ملا قاسم تاریخ فرشتہ میں لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت سلطان المشائخ حضرت قطب الدین [illegible] کی زیارت کے واسطے پرانی دہلی تشریف لے گئے۔ جب حضرت [illegible] زیارت سے فارغ ہو کر تالاب شمسی کے کنارے پہنچے تو اس مقام پر [illegible] حسن اس وقت پچاس سال سے زیادہ تھا اور حضرت سلطان المشائخ [illegible] اور مصاحبت رکھتے تھے مع چند ملنے والوں کے مے نوشی میں مصروف [illegible] دیکھا اور آپ کے روبرو آئے اور آپ نے یہ اشعار پڑھے

Marfat.com

سالہا باشد کہ ہم صحبتیم [illegible]

زنداں عشق از دل ملکم نہ گرد [illegible]

حضرت سلطان المشائخ نے ان اشعار کو سن کر ارشاد [illegible]

اثرہاست انشاء اللہ روزے بود

اوپر کے شعر کا مطلب یہ ہے کہ مجھے برسوں سے آپ کی صحبت حاصل ہے۔ اگر صحبت میں کچھ اثر ہوتا تو مجھ پر اس کا اثر کیوں نہیں ہے۔ حضرت نے اس کا جواب دیا کہ میری صحبت میں ضرور اثر ہے اور وہ انشاء اللہ ظاہر ہو جائے گا۔

یہ جواب جادو کی طرح ان کے دل پر اثر کر گیا [illegible] پر رکھ دیا اور خلاف شرع باتوں سے تائب ہو کر مع اپنے رفقاء کے حضرت [illegible] سے بیعت ہوئے۔ اور ایسا مرتبہ پایا کہ محبوباں اور مقبولان حضرت سے [illegible] زمرۂ اولیاء اللہ میں شامل ہوئے۔

تائب ہونے کے بعد آپ نے اپنی غزل میں یہ شعر کہا تھا

اے حسن توبہ آنچنان کردی

کہ ترا طاقت گناہ نماند

یعنی تو نے پیر کے سامنے ایسی توبہ کی تھی کہ تجھے گناہ کرنے کی قدرت [illegible] مولانا جامی نفحات الانس میں اور مولانا ضیاء الدین برنی تاریخ [illegible] میں کہ مکارم اخلاق مجاہد، اوصاف، لطافت، ظرافت، [illegible] روبیخ صوفیہ پاکیزگی، خوش اعتقادی، شگفتہ روی [illegible] مثال نہ تھی۔

Marfat.com

ابت برنی کا خیال ہے کہ علاوہ دیوان
کی تعداد نصف ہیں اور چونکہ وہ نہایت روانی
لیے خاص و عام ان کو سعدی ہند کہتے تھے
ہیں کہ غزل میں ان کا رنگ خاص ہے۔ انھوں نے
و غریب ردیفوں میں غزلیں کہی ہیں اور ایسی خوش
کہ بادی النظر میں اشعار آسان معلوم ہوتے ہیں لیکن
اشعار ہیں اور یہی وجہ ہے سہل الممتنع کے نام سے مشہور ہیں
تمام عمر مجبور ہے اور جس زمانے میں کہ محمد شاہ تغلق نے دہلی
دولت آباد بسانا شروع کیا یہ بھی مشائخ دکن کی زیارت کی آرزو
میں دولت آباد تشریف لے گئے اور وہیں ۷۳۶ھ مطابق ۱۳۳۵ء میں
بالاگھاٹ کے مقام پر دفن ہوئے۔

صاحب منتخب التواریخ لکھتے ہیں کہ قبر ان کی دولت آباد میں ایک
مقام ہے جہاں زیارت کو لوگ جاتے ہیں۔

شہنشاہ اکبر کے عہد میں ملک الشعراء فیضی جب دکن گئے تھے۔ تو
انھوں نے ... سے بادشاہ کے نام ایک طویل عرضداشت بھیجی تھی۔
اس میں لکھتے ہیں کہ تربت حسن دہلوی در دولت آباد است غالباً ہمراہ
سلطان علاء الدین ... اشعار بآخر رسانیده بخاطر رسید که دیوان
... غزلی ... تتبع نموده شود اتفاقاً این غزل آمد

... عشق تو بیاد می دہد
ہر کہ بعشق نیست خوش عمر بباد می دہد

فیضی نے اس غزل کے تتبع میں جو غزل اس موقع پر کہی تھی اس کا مقطع یہ ہے ؎

صبح کہ ترک است من شیشہ کشاد می دہد　　عقل بخاک میدہد صبر بباد می دہد
فیضی نامراد من از غم دہر غم مخور　　زانکہ مراد اہل دل شاہ مراد می دہد

اس فاضل باکمال کی تصنیف تالیف میں سوائے فوائد الفوائد کے اور کوئی بھی یادگار باقی نہیں۔ دیوان ان کا غیر مطبوعہ اور ناپید تھا لیکن تمکین کاظمی صاحب سلطان شاہی حیدرآباد دکن نے مجھے لکھا ہے کہ تقریباً ۱۹۴۰ء میں مہاراجہ سرکشن پرشاد صدر اعظم دکن نے مسعود علی محوی کے ذریعہ سے ان کے دیوان کو حیدرآباد میں طبع کرایا ہے۔ فوائد الفوائد میں حضرت سلطان المشائخ کے ملفوظات ۳ ماہ شعبان ۷۰۷ھ لغایت ۱۱ شعبان ۷۲۲ھ جمع کیے ہیں اس کتاب کا اردو میں ترجمہ ہو گیا ہے۔

صاحب سیر الاولیاء لکھتے ہیں کہ امیر فرمایا کرتے تھے کہ کاش فوائد الفوائد مجھ سے منسوب ہوتی۔ اور میری تمام تصانیف امیر حسن کے نام ہوتیں۔ دولت شاہ سمرقندی اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ امیر حسن شعر گوئی میں امیر خسرو کا اتباع کرتے تھے۔ ان کا کلام بہت شیریں ہے۔ ۹۵۷ھ میں ان کا دیوان مقبول خلائق تھا حسن خود فرماتے ہیں ؎

حسن گل ز گلستان سعدی آورد دست
کہ اہل معنی گلچین آں گلستانند

یعنی حسن یہ پھول سعدی کے ہی باغ سے توڑا ہے اور یہی ان کے اندر [illegible]

Marfat.com

...اور مطالب خوب سمجھتے ہوں گے۔ اپنے اور امیر خسرو کے
...فرماتے ہیں کہ خسرو اپنے کرم اور عنایت سے میرے کلام کی قدر کرتے
...میرا کلام خسرو جیسا نہیں ہے۔ لیکن چونکہ وہ میرا کہا ہوا ہوتا ہے۔ اس
...پذیر ہے ۔

خسرو از راہ کرم بپذیرد انچہ من بندہ حسن گویم
سخنم چوں سخن خسرو نیک نیست سخن اینست کہ من می گویم

...سعید احمد مارہروی نے مختلف تذکروں سے امیر حسن کا تھوڑا سا کلام انتخاب
...کر کے پیش کیا ہے ۔

غزل

ساقیا می دہ کہ ابر خاست از ساغر سفید بہر را سر سبز شد صد برگ را چادر سفید
بادہ در جام بلوریں دہ مرا گرمی مہی خواب می آرد شراب لعل در ساغر سفید
...چوں چشم زلیخا بہر یوسف ژالہ بار تر اما چوں دیدۂ یعقوب پیغمبر سفید
...ت خار را گفتم کزایں پردہ چہ بود گفت مہمان عزیز آید کہ کردم در سفید

اے حسن اغیار را ہرگز نہ باشد طبع راست
راست است ایں زاغ را ہرگز نہ باشد پر سفید

غزل

...ست بہ گلستان دگر بوئے دگر باشد و بستانِ دگر

Marfat.com

یار چہ بخت است کہ دل کافراست — بخت دگر باشد و سلطان دگر
از تب عشقت جگرم پختہ شد — پختہ دگر باشد و بریان دگر
غمزہ خونخوار تو خونم بریخت — غمزہ دگر باشد و پیکان دگر
گفت اگر عاشقے مانی بہر — عشق دگر باشد و قربان دگر
چشم حسن بین و دلا موج زن
موج دگر باشد و طوفان دگر

رباعی

یک حرف تو چل صباح عالم را نور — یک حرف تو ہشت جلد را مایہ جو
حرف سین چہل دسے راد ستور — زاں چار چار رکن عالم معمور

ملک سعید الدین منطقی

یہ شخص سلطان جلال الدین خلجی کے مصاحبوں میں سے تھا۔ ابتدائی زمانہ قلندری میں بسر ہوا۔ بادشاہ نے جامۂ قلندری سے نکال کر امیر کبیر بنا دیا تھا اپنے حسد کے باعث اپنے کلام کو امیر خسرو کے کلام پر ترجیح دیتا تھا۔ افسوس اس کا کلام اب ناپید ہے۔

عبید اللہ

غیاث الدین تغلق کے زمانے میں یہ صاحب ایران سے ہند

Marfat.com

۲۶

[illegible] الغ خان عرف محمد تغلق کی ملازمت میں نہایت اعزاز اور اکرام
[illegible] لیکن نہایت مغرور، بد [illegible] نیت شخص تھا۔ اکثر علوم میں
[illegible] رکھتا تھا اور حسد کے باعث چا[illegible] چاک ڈالنا چاہتا تھا اور امیر کا مدِ مقابل
[illegible] [illegible] بیہودہ گوئی پر مائل تھی۔ خسرو کے بارے میں اس
[illegible] شعر [illegible]

[illegible] [illegible] خسرو را نظامی
[illegible] [illegible] کہ گنجے [illegible] در دیگِ نظامی

[illegible] مطابق ۱۳۲۱ء جبکہ شہزادہ الغ خان قلعہ ورنگل کا محاصرہ کر رہا تھا
کسی وجہ سے دہلی کی ڈاک میں دیر ہوئی۔ عبید نے مفسدہ پردازی کی وجہ سے
خبر [illegible] [illegible] بادشاہ غیاث الدین کا انتقال ہوگیا۔ اس خبر سے
تمام لشکر میں [illegible] پڑ گئی۔ شہزادے کو جب علم ہوا تو عبید کی طلبی ہوئی۔ عبید اللہ
مع چند دیگر سرداران لشکر فرار ہوگیا۔ لیکن شہزادے نے بہت جلد گرفتار
کرا کر دہلی بھیج دیا۔ جہاں بادشاہ نے اس کو قتل کرا دیا۔
[illegible] [illegible] ایک رباعی مشہور ہے۔

[illegible]
رباعی
[illegible]

[illegible] کہ [illegible] طلب رابطہ امروز بمانی
[illegible] [illegible] از کمتر و مہتر بستانی

Marfat.com

غزل

رسد بہ لیسئی رویت جمال دمہ بکمال — بروز نکہت بویت صبا خبر بشمال
زند بہ تیر نظر غمزہ ات نشانہ مہر — کشد بگوشہ چشم ابرویت کمال ہلال
توئی کہ آب حیات از لبت بود سائل — خوشا کسے کہ کند با لبت جواب سوال
حرام گشتہ بغیر از عبید در عشقت — بشاعراں تخیل تماشئے سحر حلال

قاضی مغیث ہانسوی

سلطان جلال الدین خلجی کے عہد میں یہ عالم اور فاضل شمار ہوتے تھے انھوں نے ایک ایسی غزل لکھی تھی کہ جو انیس ۱۹ بحروں میں پڑھی جاتی تھی اس کا مطلع یہ ہے

دو در گوش و قد خوش دو خد خوب و خط تر
قری تو قری پری و پیسے دیا کرد فر

اس کے علاوہ امیر خسرو کے ہمعصر اور بھی اکثر شاعر تھے مثلاً تاج الدین [illegible] مؤید جرجامی۔ مؤید دیوانہ۔ امیر ارسلان کلامی اور اختیار الدین وغیرہ لیکن آفتاب اور چراغ کی روشنی میں جو فرق ہوتا ہے وہی امیر خسرو اور ان لوگوں کے کلام میں تھا اسی وجہ سے نہ ان کو فروغ حاصل تھا اور نہ ان کا کلام [illegible] کے دیگر شعرا کے حالات اور ناموں سے مؤرخ اور تذکرے [illegible] خاموش ہیں۔

باب

تصانیف امیر خسرو

امیر کے حالات کے سلسلہ میں جو اہمیت دیگر واقعات کو حاصل ہے ان میں سب سے زیادہ امیر کی تصانیف ہیں۔ جو تصانیف ان کی ناپید ہیں وہ تو زمانہ اپنے ساتھ لے گیا۔ دیکھنا یہ ہے کہ اب ان کی تصانیف کا کس قدر حصہ موجود ہے اور کہاں ہے؟

تصانیف کا صحیح اندازہ لگانا تو مشکل ہے۔ کیونکہ مختلف تذکرہ نویسوں نے مختلف طور پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ مثلاً امیر کا ہم عصر مؤرخ برنی صرف یہ کہتا ہے کہ ان کی تصانیف اتنی تھیں کہ ان سے ایک کتب خانہ بن سکتا تھا۔ سیر الاولیاء کے مصنف نے بھی یہی لکھا ہے۔ جامی صرف اسی قدر کہتے ہیں کہ ان کی تصانیف کافی تھیں اور ان کے اندازہ کے مطابق [illegible] تھیں۔ ایک اور مصنف امین رازی نے اس تعداد میں اور اضافہ کر کے تعداد ایک سو سے زیادہ بتلائی ہے۔

[illegible] کو پیش نظر رکھ کر نواب محمد اسحق خان مرحوم رئیس [illegible] بلگرامی کو عماد الملک کے مشورہ سے ۱۹۱۵ء میں

Marfat.com

امیر خسرو کی تصانیف کی تلاش پر مامور کیا تھا اور یہ خیال تھا کہ ان کی جس قدر کتابیں دستیاب ہو سکیں ان کو جمع کیا جائے اور تصحیح اور ترتیب کے ساتھ شائع کیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کی غرض سے نواب مرحوم نے یورپ [illegible] اور ہندوستان کے کتب خانوں کی فہرست کو مطالعہ کیا اور ہندوستان بھر میں اشتہارات کے ذریعہ سے پتہ لگانے کی کوشش کی لیکن ان تمام کوششوں کے باوجود انھیں صرف مندرجہ ذیل کتابوں کے نام معلوم ہو سکے۔

تحفۃ الصغر۔ وسط الحیات۔ دیباچہ غرۃ الکمال۔ دیوان غرۃ الکمال۔ بقیہ نقیہ۔ مطلع الانوار۔ شیریں وخسرو۔ مجنوں و لیلے۔ ہشت بہشت۔ مجموعہ مثنویات۔ آئینہ سکندری۔ قران السعدین۔ خضر خان یا عشقیہ۔ نہ سپہر۔ مفتاح الفتوح۔ مجموعہ رباعیات۔ کلیات قصیدہ امیر خسرو مشتمل بر داستان۔ شاہنامہ۔ اعجاز خسروی۔ انشائے خسرو احوال امیر خسرو۔ نہایت الکمال۔ خزائن الفتوح۔ نصاب بدیع العجائب۔ نصاب مثلث۔ افضل الفوائد۔ خالق باری۔ قصہ چہار درویش۔ باز نامہ۔ فرس نامہ یا اسپ نامہ۔ بحر الجبیر۔ مراۃ الصفا۔ [illegible] رباعیات۔ تغلق نامہ۔ تاج الفتوح۔ تاریخ دہلی۔ [illegible] ہند۔ حالات کنہیا و کرشن۔ مکتوبات امیر خسرو۔ جواہر البحر۔ [illegible] راحت المحبین۔ رسالہ ابیات بحث خسرو و جامی۔ [illegible] ہندی۔ مناجات خسرو۔

ان کتابوں کی فہرست [illegible]

[illegible] اصطلاح جن کے نام اس فہرست میں درج ہیں
[illegible] نہیں بلکہ خسرو کی اصل تصانیف کا جزو ہیں۔ شہر آشوب
[illegible] کیا۔

[illegible] مشتمل بر داستان شاہنامہ۔ افسانۂ خسرو۔ قصۂ چہار
[illegible] بابت یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ یہ خسرو کی تصانیف نہیں ہیں۔ خالق
[illegible] کی بابت بھی شک ہے۔ اس طرح پر اکیس تصانیف ایسی باقی رہ جاتی ہیں جن
[illegible] یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ خسرو کی ہیں اور یہ کتابیں اب بھی موجود ہیں۔

[illegible] میں ان اکیس میں سے صرف چار کتابیں یعنی نصاب بدلیع
[illegible] نصاب مثلث۔ شہر آشوب اور تغلق نامہ نہیں ہیں باقی سب موجود
ہیں۔ اس فہرست کو مرتب کرنے کے بعد نواب مرحوم نے یہ نتیجہ نکالا کہ خسرو کی
[illegible] تصانیف تلف ہو چکی ہیں۔

ڈاکٹر [illegible] احمد مارہروی نے بھی حیاتِ خسرو لکھنے کے سلسلہ میں ان
کتابوں کی تلاش شروع کی تھی۔ سوائے ان دو تحقیقاتوں کے اس سلسلہ میں
کسی کوشش کا حال کسی تذکرہ میں نہیں پایا جاتا۔

مثنوی قران السعدین

یہ مثنوی امیر نے سلطان معز الدین کیقباد کی فرمائش پر اس کے اور
[illegible]
[illegible]

نے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے جرنل ۱۸۶۰ء میں اس کتاب کے بطور نمونہ چند تمثیلیں تحریر کی ہیں۔ جس زمانے کا حال اس واقعہ میں بیان کیا گیا ہے اس کی مثال بجنسہ ان گیتوں کی ہے جو ٹینی سن کی کتاب نیبیسز کے حصے کے ذیل میں لکھے گئے ہیں اور کہیں کہیں کتاب میں جدت کا ایک خاص لطف پیدا کر دیا ہے۔
چونکہ خسرو اُن معرکوں میں خود شریک رہے ہیں اس وجہ سے رزم بزم کی جزئیات نہایت پُر لطف ہیں۔

یہ مثنوی صرف تین ماہ کے عرصہ میں یعنی رمضان [illegible] سے [illegible] ۱۲۰۹ھ میں منظوم کی ہے۔ اس میں تین ہزار نو سو پچاس اشعار ہیں بطور نمونہ چند شعر یہاں نقل کیے جاتے ہیں

دہلی کی تعریف

حضرت دہلی کنفِ دین داد — جنت عدن است کہ آباد باد
ہست چو ذاتِ ارم اندر صفات — حرسہا اللہ عن الحادثات
نام بلندش رہِ بالا گرفت — تا بختن غدر رہ یغما گرفت
گر شنود در قصۂ ایں بوستان — مکہ شود طائفِ ہندوستان

مطلع انوار، شیریں خسرو، لیلیٰ مجنوں، آئینہ سکندری، ہشت بہشت
پنج گنج خسرو، یہ سب امیر خسرو کی مثنویاں ہیں۔
شیخ نظامی گنجوی نے جو استاد الآفاق [illegible]
پانچ سو مثنویاں لکھی ہیں اور ان [illegible] بلاغت [illegible]

[illegible] میں مرتب ہوا تھا۔ ایک خمسہ مولانا نظامی کا ۵۹۰ھ مطابق [illegible] میں مکمل ہوا تھا جو مشہور اور مقبول خلائق ہوا۔ اس کے بعد تقریباً سو سال [illegible] کسی فاضل شاعر کی ہمت نہ ہوئی کہ اس کے جواب میں قلم اٹھاتا۔ حضرت امیر نے سب سے پہلے قلم اٹھایا اور تین سال کے عرصہ میں یعنی [illegible]ھ مطابق [illegible] میں اس کے جواب میں اپنا پنج گنج ختم کر کے اس کو سلطان علاؤالدین خلجی کے نام سے موسوم کیا۔ امیر نے خمسہ نظامی کے جواب میں اپنے پنج گنج کو اس طرح پر ترتیب دیا ہے۔

مخزن الاسرار کے جواب میں	———————	مطلع انوار
خسرو شیریں کے جواب میں	———————	شیریں خسرو
لیلیٰ مجنوں کے جواب میں	———————	لیلیٰ مجنوں
ہفت پیکر کے جواب میں	———————	ہشت بہشت
سکندر نامہ کے جواب میں	———————	آئینہ سکندری

حضرت امیر ہشت بہشت میں فرماتے ہیں:

دادی اول تہجد مہ آر — روشنائی ز مطلع الانوار
کردی آنگاہ انشاط تمام — شہد شیریں و خسرو اندر جام
باز در عالم خردمندی — شور لیلیٰ و مجنوں افگندی
پس دل پر درد [illegible] — شرح راز سکندری کردی
[illegible] — نی نگاری صحیفہ پنجم

[illegible] یہ شعر پڑھ کر فرماتے ہیں کہ ایسے خمسہ پنج گنج

میں انتیس ہزار ۲۹۰۰۰ اور خمسہ مولانا نظامی میں اکیس ہزار ۲۱۰۰۰ اشعار ہیں

مطلع الانوار

اس میں حضرت امیر نے اخلاق اور تصوف کے خزانے میں شریعت، طریقت اور حقیقت کے نادر اور نایاب نورانی گوہر اس خوش نمائی سے سجائے ہیں کہ اگر اس کو مطلع انوارِ الٰہی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ گویا یہ کتاب معجزۂ خسروی ہے۔ اس کو اس جادو نگار نے صرف چودہ دن کی قلیل مدت میں تمام کرکے اپنی قادر الکلامی کا ثبوت دیا ہے۔ اس میں بیس مقالے اور تین ہزار تین سو بیس اشعار ہیں۔ اگر یہ مدت صحیح ہے تو حیرت انگیز ہے۔

امیر علی کاتب ہروی جو نستعلیق کے امام سوم کہلاتے ہیں ان کی لکھی ہوئی یہ کتاب خدا بخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے۔

قطعہ تاریخ

سال کہ از چرخ کہن گشت بود　　از پس شش صد و نود و ہشت بود
چرخ کہ خورشید چو ابش نوشت　　مطلع انوار خط لبش نوشت

مثنوی خسرو شیریں

یہ کتاب معدوم ہے۔ ملا عبدالقادر بدایونی منتخب کی [illegible]
کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ حق تو یہ ہے کہ ایسی مثنوی [illegible]

... نظامی گنجوی کا

لیلےٰ مجنوں

یہ منظوم مشہور قصہ ہے۔ دو ہزار چھ سو ساٹھ اشعار ہیں اور ہر شعر ... میں کلاسی پختگی ہے جو ۶۹۸ھ مطابق ۱۰۹۸ء میں مکمل ہو گئی تھی ... بھی چھپ چکی ہے۔ البتہ آئینہ سکندری یا سکندر نامہ یہ کتاب نایاب ہے۔

ہشت بہشت

... گنج کا پانچواں اور آخری حصہ ہشت بہشت ہے۔ اس میں اخلاق، پند و نصیحت کے نادر اور نایاب نکات موجود ہیں جو بہرام گور شاہ ... کے حسن معاشرت، عیش و عشرت، عشق و محبت کے دلچسپ حالات ... کے پیرایہ میں نہایت سادہ اور سلیس زبان میں بیان کیے گئے ہیں ... ہزار تین سو پچاس اشعار ہیں جو ۷۰۱ھ مطابق ۱۳۰۱ء کی ... نایاب

خضر نامہ

خضر خان سلطان جلال الدین خلجی کا بڑا بیٹا تھا اللہ ... دیول دیوی ... راجہ گجرات کی بیٹی تھی۔ خضر خان امیر خسرو کا

Marfat.com

پسر بھائی تھا۔ اس نے امیر سے اپنے عشق کے قصے کو نظم کرنے کی فرمائش کی
اس میں لکھا ہے کہ جس وقت دول دیوی گجرات سے اپنی ماں کنول دیوی
کے پاس آئی اس وقت اس کی عمر آٹھ سال کی تھی۔ بادشاہ خضر خان سے اس کی
شادی کرنا چاہتا تھا۔ کملا دیبی نے بھی جو بادشاہ کے حرم میں تھی اس رائے
سے اتفاق کر لیا تھا۔ کیونکہ وہ خضر خان کو اس وجہ سے چاہتی تھی کہ وہ اس
کے بھائی کا ہم شکل تھا۔ نو عمری میں یہ دونوں ساتھ کھیلا کرتے تھے اسی وجہ
سے دونوں میں محبت تھی۔ لیکن خضر خان کی ماں اس وجہ سے اس رشتہ کو ناپسند
کرتی تھی کہ وہ اپنے بیٹے کی شادی اپنے بھائی الپ خان کی لڑکی سے کرنا
چاہتی تھی۔ وہ عشق و محبت کے پینگ بڑھتے ہوئے دیکھ کر برداشت نہ
کر سکی اور بادشاہ سے کہہ کر دونوں کو جدا کرا دیا اور باوجود مخالفت کے
الپ خان کی لڑکی سے شادی کر دی۔ لیکن عشق کی آگ بھڑکتی رہی۔ تب
مجبور ہو کر بادشاہ نے شہزادے کا نکاح دول دیوی سے بھی کر دیا لیکن
اس کے بعد بادشاہ خضر خان سے ناراض ہو گیا اور اس کو طرح طرح کی ایذائیں
پہنچائیں۔ خاوند کی سب مصیبتوں میں دول دیوی اس کے ساتھ رہی ۱۸
شوال ۷۱۸ھ مطابق ۱۳۱۸ء میں خضر خان قطب الدین مبارک شاہ کے
حکم سے گوالیار میں قتل کیا گیا تھا اس وقت دول دیوی کے دونوں ہاتھ اپنے
عاشق صادق خضر خان کے گلے میں پڑے ہوئے زخمی ہوئے تھے اور پھر
وہ بھی قتل ہو کر خاوند کے ساتھ دفن ہوئی۔

ان دونوں کی عاشقی کا ایسا شہرہ ہوا کہ ہندی فارسی شاعروں نے اس

Marfat.com

[illegible] افراد [illegible] دونوں زبانوں میں موجود ہیں ۔
[illegible] بارہ برس تک لوگوں سے گیت بنا کر گاتے ۔ اس کا ایک قلمی نسخہ جے پور
کے کتب خانے میں موجود ہے جو ۷۱۵ھ مطابق ۱۳۱۵ء کی تصنیف ہے
اور یہ کتاب امیر نے چار ماہ اور پندرہ دن میں لکھی ہے ۔

مثنوی نہ سپہر

یہ مثنوی حضرت امیر خسرو نے سلطان قطب الدین مبارک شاہ کے
نام پر لکھی تھی جواب نایاب ہے ۔ مسٹر ایلیٹ لکھتے ہیں کہ اس کتاب میں
قطب الدین کی سلطنت کے تاریخی واقعات درج ہیں ۔

مثنوی تغلق نامہ

امیر کی یہ تصنیف سلطان غیاث الدین تغلق کے نام پر لکھی گئی ہے
جو اکبر اور جہانگیر کے وقت میں نایاب تھی ۔ ۱۰۱۹ھ مطابق ۱۶۱۰ء میں
جہانگیر نے اس کی [illegible] بہت جستجو کیا لیکن اس کا جو نسخہ شاہی کتب خانے میں
تھا اس کا [illegible] غائب تھا ۔ جب دستیاب نہ ہوا تو جہانگیر نے شعرائے
دربار کو حکم دیا کہ اس بحر پر طبع آزمائی کر کے اشعار پورے کیے جائیں ۔
[illegible] کی نظم بادشاہ کو پسند آئی اور اس کو داخل تغلق نامہ
[illegible] بادشاہ [illegible] فرمائیں ۔ سعید اس
[illegible] لکھی ہے

چوں حیاتی را ببخشد شاہنشاہ جہاں
بادشاہ عدل گستر شاہ گردوں اقتدار
آفتاب ہفت کشور سایۂ پروردگار
بہر تاریخش بروئے کفۂ میزان چرخ
شاعر سنجیدۂ شاہی رستم زد روزگار

خزائن الفتوح ـــــ تاریخ علائی

اس تاریخ میں حضرت امیر خسرو نے سلطان علاؤالدین خلجی کے ابتدائی سلطنت اور فتوحات کے حالات نہایت فصاحت اور بلاغت سے تحریر کیے ہیں۔ صاحب منتخب التواریخ ملک نائک اور مغلوں کی لڑائی کے حالات میں لکھے ہیں کہ اس لڑائی کے قصے کو امیر نے خزائن الفتوح میں نہایت فصاحت اور بلاغت سے تحریر کیا ہے۔ مسٹر ایلیٹ اپنی تاریخ میں اس کتاب کی بابت تحریر کرتے ہیں کہ یہ تاریخ جو ان دونوں ناموں سے مشہور ہے۔ حضرت امیر کی تالیف ہے اس میں سلطان علاالدین خلجی کے (جس کو اکثر مولف محمد شاہ کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں) اوائل سلطنت ۶۹۵ھ مطابق ۱۲۹۶ء سے ۱۳۱۰ء تک کے حالات نہایت دلچسپ پیرایہ میں لکھے ہیں۔ گمان غالب ہے کہ [illegible] ہے۔ جس کا حوالہ مورخوں نے اپنی تاریخوں میں تاریخ علاالدین خلجی کے نام سے دیا ہے۔ یہ مختصر کتاب ان مضامین کے بارے میں ہے جو [illegible]

Marfat.com

...لطافت اور عبارت دقیق ہے۔ نازک خیالی اور استعارات سے ... کلام پایا ہے اور دلچسپ بنانے میں خاص کوشش یہ بھی کی ہے کہ اس میں ... الفاظ ہندی کے بھی شامل کیے گئے ہیں مثلاً کاٹھ۔ گڑھ۔ پر دھان۔ ... کیونکہ ان کو بھاشا زبان سے رغبت تھی۔ اس میں زیادہ تر واقعات ان کے چشم دید ہیں۔ یہ کتاب غیر مطبوعہ ہے۔ قلمی نسخہ جے پور کے کتب خانے میں موجود ہے۔ ایک لڑائی کا حال اس شعر سے شروع کیا ہے۔

این فتح خزائن الفتوح است ... ہر گوہر از او چراغ روح است

این نامہ کہ نقد فتح دارد در جیب ... شد نام خزائن الفتوح از غیب

افضائے خسرو یا خیالات خسرو

یہ کتاب سلیس فارسی میں واقعات اور مراسلات کا مجموعہ ہے۔ اس کے اکثر واقعات اخلاق اور پند و نصائح سے متعلق ہیں۔ یہ نسخہ بھی جے پور کے عجائب خانے میں موجود ہے۔

اعجاز خسرو یا رسائل الاعجاز

اس کتاب میں جو اشعار عربی فارسی فقرات کے ساتھ استعمال کیے ... اور بلحاظ زبان کسی طرح فصحائے عرب ... شیخ کی گلستان یا مولانا روم کی مثنوی ... کا شاہنامہ نظامی کا سکندر نامہ، فیضی کی

Marfat.com

تفسیر سواطع الالہام اور ایام جہالت کے امرا القیس وغیرہ فصحائے عرب کے معلقہ جیسی کتابوں کا جواب آج تک نہ ہو سکا اسی طرح اعجاز کی انشائے خسروی کا جواب آج تک نہ ہو سکا۔ یہ کتاب مبارک شاہ کے عہد میں شروع ہو کر ۷۱۹ھ مطابق ۱۳۱۹ء میں مکمل ہوئی۔ اس میں بڑی تقطیع کے تقریباً بارہ سو صفحات ہیں اور مطبع نول کشور سے شائع ہوئی ہے۔

افضل الفوائد و راحت المحبین

ان دونوں کتابوں میں امیر خسرو نے ملفوظات اپنے پیر حضرت سلطان المشائخ کے ترتیب کے ساتھ جمع کیے ہیں۔ بطور نمونہ چند سطور پیش کی جاتی ہیں۔

"مجلس اول میں بروز دو شنبہ بست و ہفتم ماہ رجب المرجب ۷۱۹ھ گفتگو دو بارہ آفرینش آدم علیہ السلام واقع ہوئی بندہ گنہگار امیدوار رحمت پروردگار و پروردہ خسرو لاچین کو کہ یکے از بندگان حلقہ بگوشاں حضرت سلطان المشائخ ہے دولت قدم بوسی حاصل ہوئی عزیزان اہل صفا حاضر خدمت تھے بندہ عرض کرنے کے واسطے دست بستہ کھڑا ہوا۔ آپ نے مجھے کھڑا دیکھ کر ازراہ کرم فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ جو کچھ کہنا ہو وہ کہو۔ میں نے [illegible] قدم بوسی کی۔ آپ نے ازراہ نوازش مجھے طلب [illegible] ارشاد فرمایا کہ تم کو اجازت ہے [illegible] التماس کیا کہ اس ضعیف نے قبل ازیں جس قدر انفاس [illegible]

Marfat.com

زبان مبارک سے سنتا تھا ان کو قلمبند کیا ہے۔ بندہ نے اس کا نام افضل الفوائد رکھا ہے۔ کتاب مذکور ملاحظہ فرمائی جا چکی ہے اب میں طالب اجازت ہوں کہ جو ارشادات زبان سے سنوں ان کو تحریر میں لایا کروں۔ میری یہ خواہش ہے کہ آئندہ ذکر حضرت انبیاء علیہم فرمایا کریں بندہ شکر گزاری ہو گی۔ بندہ کی عرض داشت ختم ہوتے ہی آپ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا کہ تمہارے آنے سے پیشتر ہی ہم نے تمہاری خواہش کے مطابق شروع کر دی ہے۔"

راحت المحبین کا اردو میں ترجمہ ہو چکا ہے اور افضل الفوائد بھی چھپ چکی ہے۔

خالق باری

یہ کتاب بزبان ہندی، عربی، فارسی کی منظوم لغت ہے اور مختلف بحروں میں ہے۔ پہلے یہ کتاب بڑی ضخیم تھی لیکن آخر زمانے میں مکتبوں میں بچوں کو پڑھانے کے واسطے نہایت مختصر کر دی گئی تھی۔ امیر کی یہ برابر خواہش رہی ایک مخلوط زبان جس میں فارسی اور ہندی کا اختلاط ہو۔ ہندوستان کے واسطے کار آمد اور ضروری ہے وہ سلسلہ کتب خالق باری "اللہ کوئی" مکاتب میں پڑھائی جاتی تھیں کریما جو فارسی کی منظوم لغت اخلاقی کتاب ہے اور ان دونوں کتابوں سے طلباء کو جو فوائد حاصل ہوتے تھے محتاج بیان نہیں۔ افسوس ہے کہ اب یہ کتابیں [illegible] کر دیا اور خالق باری کسے یاد ہیں

Marfat.com

کریما

کریما ببخشائے بر حالِ ما — کہ ہستم اسیر کمندِ ہوا
نداریم غیر از تو فریادرس — توئی عاصیاں را خطا بخش و بس
نگہدار ما را ز راہ خطا — خطا در گذار و صوابم نما
سوارے بجا نگر یکران براق — کہ بگذشت از قصر نیلی رواق
چہل سال عمرِ عزیزت گذشت — مزاج تو از حالِ طفلی نگشت

خالق باری

خالق باری سرجن ہار — واحد ایک بدا کرتار
رسول پیغمبر جان بسٹھ — یار دوست بولی جا ایٹھ
اللہ ایک خدا کا ناؤں — گرمی دھوپ سایہ ہے چھاؤں

خالق باری کے بارے میں ایک محقق کا یہ بھی خیال ہے کہ یہ کتاب خسرو شاہ کی تصنیف ہے لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

مقالہ جواہر الخسرو

اس کتاب کا کہیں سراغ نہیں ملتا۔ [illegible] اور ینٹیل بایوگرافی کل ڈکشنری میں امیر خسرو کی تصنیفات کے [illegible]

... خلفائے راشدین کے حالات ... ہی ایک رسالہ شامل ہے اس کو ۱۲۶۲ھ کی تصنیف بتلاتے ہیں۔

دیوان تحفۃ الصغر

وسط الحیات غرۃ الکمال بقیہ نقیہ

... اس کتاب میں سلاطین سامانیہ کے عہد میں نظم کی تاریخ کی ابتدا اس طرح بتلاتے ہیں کہ حکیم محمد ابوالحسن رودکی نے سب سے پہلے فارسی شاعری کو کمال پر پہنچایا۔ قصیدہ اور غزل کی طرح ایجاد کی۔ کہتے ہیں کہ وہ مادر زاد اندھا تھا۔ مگر اس قدر ذہین واقع ہوا تھا کہ باوجود نابینا ہونے کے سات برس کی عمر میں ... شاعر ... لطیفہ گو ہو گیا تھا اس کے علاوہ خوش آواز اور علم موسیقی میں کمال رکھتا تھا۔

... میں مطرب تھا رفتہ رفتہ حضر ابوالحسن ... کی صحبت میں ... حاصل کیے اور وجود دولت و حشمت اس کو حاصل ... سبب ... ہوئی۔

... رودکی ... ہے کہ اس کے اشعار کی تعداد اکیتس ہزار ... عنصری ... فرخی، فلکی، نظامی، خاقانی، سنائی، فاریابی وغیرہ

Marfat.com

فارسی کے آسمان پر بجلی ہو کر چمکے ساتویں صدی میں مشرق شہر کے مہتاب شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی نے ایسے خوش نما گل کھلائے کہ دنیا محو حیرت ہو گئی

قطعہ

در شعر سہ تن پیمبر انند ۔ ہر چند کہ لا نبی بعدی
ابیات و قصیدہ و غزل را ۔ فردوسی و انوری و سعدی

یہ وہی زمانہ تھا جبکہ امیر خسرو اور حسن نے طرز غزل کو کمال کے درجہ پر پہنچا دیا تھا۔ شاعر اپنی شاعری کو تجربہ علمیت اور عمر کے لحاظ سے خیالات کے سانچے میں ڈھالا کرتا ہے۔ حضرت امیر نے بھی اپنے کلام کو اسی لحاظ کو مد نظر رکھ کر چار دیوانوں میں تقسیم کیا ہے۔

اوائل عمر ——— عہد جوانی ——— سن کہولت ———
پیرانہ سالی ——— دیوان تحفۃ الصغر ——— غرۃ الکمال ——— وسط الحیات

بلقیہ تقسیم میں وہ اشعار ہیں جو سولہ سال کی عمر سے انیس برس کی عمر تک مرتب کیے ہیں۔ اس میں سلطان غیاث الدین بلبن شہزادوں اور دیگر امراء کی مدح میں قصائد لکھے ہیں اور یہ اکثر نوروز عید کے موقعوں پر لکھے گئے ہیں۔ زیادہ تر حضرت نظام الدین اولیاء یا سلطان بلبن کی شان میں ہیں۔

دوسرے دیوان میں جو بیس برس کی عمر سے تیس برس کی عمر تک کی تصانیف شامل ہیں اور اس میں بھی شاہ بلبن اور نظام المشائخ کی شان میں ... درج ہیں۔

Marfat.com

[illegible] یہ دیوان سب سے بڑا ہے اور مثنوی مفتاح الفتوح بھی اسی دیوان میں ہے۔ لیکن جو نسخہ نواب ضیاء الدین خاں دہلوی کے کتب خانے میں تھا اس میں مثنوی نہیں ہے یہ چوبیس اور بیالیس برس کی عمر کا ذخیرہ ہے۔ دیوان کا حجم چار سو چورانوے صفحات ہیں۔

چوتھے دیوان میں بیالیس سال کی عمر سے چونسٹھ برس کی عمر تک کی تصانیف ہیں۔ اس میں بھی مثنویاں اور قصائد ہیں یہ چاروں دیوان اب ناپید ہیں۔

[illegible] [illegible] قصیدے آٹھ سو نوے غزلیں ستاون قطعات اور رباعیاں ہیں جن کے کل اشعار کی تعداد سات ہزار سات سو پچاپن ہے۔

باب

ایجادِ موسیقی

حیاتِ حضرت امیر خسرو اکثر تذکرہ نویسوں نے مختلف اوقات میں لکھی ہیں
مورخوں اور اس زمانے کے سیاحوں نے بھی امیر کی موسیقی کے بارے میں تھوڑا بہت
لکھا ہے۔ لیکن فنی اعتبار سے یہ ثابت کرنے کی قطعی کوشش نہیں کی کہ یہ ایجاد
کردہ راگ کن راگوں سے مرکب ہیں۔ کس طرح پر گائے جاتے ہیں اور کیونکر یہ
عالمِ وجود میں آئے۔

اگر ان راگوں میں ہندی، عربی، یا عجمی راگوں کی آمیزش ہے تو وہ کون
راگ ہیں اور ان کو ہم آہنگ کرنے میں امیر کو کن کن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ہوگا
دوم اس تشریح کی اس وجہ سے بھی ضرورت پیش آئی کہ آج جو ہندوستانی
موسیقی رائج ہے اس میں یہ تمیز کرنا کہ امیر کے راگ اور ترکیبیں کیا ہیں فی الحقیقت
ایک دشوار معاملہ ہے کیونکہ امیر کی موسیقی کی تمام کتابیں ضائع ہو چکی ہیں۔ اس میں
شک نہیں کہ امیر نے جو یہ دشوار گذار کام کیا ہے اس کی مثال ملنا مشکل ہے
مسلمانوں نے اس دعوے کے ثبوت میں کہ ہندوستانی موسیقی ...
یا اس کی ترقی اور معراج کمال پر پہنچانے میں مسلمانوں کا کتنا حصہ ...

Marfat.com

ہے کہ نتیجہ یہ ہوا کہ جو اس جمہوری ناقدری کی گرد میں رلتے رلتے ایسے معدوم ہو گئے کہ ان کا وجود بھی باقی نہیں رہا اور وہ راگ جن کے موجد امیر خسرو تھے وہ دوسروں سے منسوب ہو گئے۔ اس لیے بحیثیت ایک مولف کے میرے واسطے یہ ضروری ہو گیا کہ اس بارے میں جس قدر معلومات فراہم کر سکوں اس میں حتے الوسع کوتاہی نہ ہو۔ اس سلسلہ میں مجھ سے جو ہو سکا وہ میں نے کیا۔ اس کے بعد اہل نظر کا کام ہے کہ وہ اس طرف توجہ فرمائیں۔ ممکن ہے کہ تذکرہ نویسوں نے فن کی دشواریوں، عدم واقفیتِ موسیقی اور عدم جواز کے اختلافی وجوہات کی بناء پر امیر کے اس کارنامے کو نظر انداز کر دیا ہو یا ممکن اہل خیال کیا ہو لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سات سو سال گذر جانے کے باوجود کسی اہل نظر نے توجہ نہیں کی۔

ظاہر ہے کہ امیر کی عمر کا زیادہ حصہ شاہی درباروں اور امرا کی صحبتوں میں گذرا جہاں موسیقی درباروں کی رونق اور شان و شکوہ کا جزو اعظم خیال کی جاتی تھی۔ قدرتی طور پر امیر نے یہ محسوس کیا ہوگا کہ اس زمانے کی ہندی موسیقی جو چند ہی راگوں پر مشتمل تھی۔ کچھ تو مسلمانوں کے عام مذاق سے مختلف تھی اور کچھ سراپا لہو و لعب سے مملو تھے یا ناقابل فہم تھے۔ جو گانے مسلمانوں کو پسند تھے مثلاً حمد و ثنا، نعت، غزل، رباعیات، خمسہ، مثنوی وغیرہ مضمون کے واسطے ہندی راگوں میں کوئی گنجائش نہ تھی۔

امیر نے اس دشواری کو محسوس کیا اور اس قومی ضرورت نے عملی صورت اختیار کی۔ چونکہ عربی اور عجمی گویے بستار شاہی درباروں میں شریک ہوتے تھے ان کے لیے ایجاد پیدا کر کے غیر ممالک کے راگوں کو سمجھا اور اس زمانے کے

ہندی راگوں سے واقفیت حاصل کی۔ چونکہ طبیعت رسا اور جوہر ذہن [illegible]
اس طرح ان رنگ برنگے پھولوں سے ایک ایسا خوشنما گلدستہ تیار کیا جو
کہ تمام و کمال صفات کا حامل تھا۔

امیر نے نہ صرف راگ ہی ایجاد کیے بلکہ مختلف اقسام کے ساز بھی
ایجاد کیے اور ایسے جامع اور مکمل قواعد مرتب کیے کہ باوجود اس دراز مدت
کے ان میں کوئی ترمیم تنسیخ نہ کر سکا۔

اس ضعیفی کے عالم میں یہ تو میرے لیے ممکن نہ تھا کہ ممالک غیر جا کر
ریسرچ کے سلسلہ میں موسیقی کی عربی اور بیسی کتابوں کا مطالعہ کرتا، لیکن خوش قسمتی
سے ان کتابوں میں سے بعض کے ترجمے اور اقتباسات کراچی ہی میں مل گئے
اور اتفاق سے ایسی قدیم زمانے کی کتابیں بھی دستیاب ہو گئیں جن کا وہم و گمان
بھی نہ تھا۔ گو علم موسیقی سے مجھے خاص دلچسپی ہے تاہم یہ فنی اعتبار سے ایسا
دشوار ہے جس کی باریکیوں کو سمجھنا میرے لیے آسان نہ تھا لیکن مشہور ماہرین جن کا ذکر
دیباچہ میں کیا جا چکا ہے ان سے سمجھنے کے بعد قلم اٹھایا اور اس طرح یہ فن جس پر
مسلمان دعوے دار ہیں ایک حد تک محفوظ ہو گیا۔ جن کتابوں سے مدد لی
گئی وہ حسب ذیل ہیں:

RAGMALA MINIATURES BY H. J. STOOKE

INDIAN MUSIC BY D. P. MUKERJI

HISTORY OF INDIAN MUSIC BY HENRY GEORGE FARMER

Marfat.com

4 - TRACTS ON LISTENING MUSIC BY [illegible] ROBSON

5 - INFLUENCE OF ISLAM ON INDIAN CULTURE BY TARA CHAND

6 - ISLAMIC CULTURE VOL: XXIX NO [illegible]

7 - HISTORY OF THE RĀGHĀS

8 - INDO IRANICA, ERAN SOCIETY CULTURE

[illegible] ہندوستان کی موسیقی مصنفہ عبدالحلیم شرر

۱۰ ۔ ہماری موسیقی ادارہ مطبوعات پاکستان کراچی

۱۱ ۔ تذکرۂ مرات الخیال مولفہ امیر شیر علی خاں لودھی ۔

[illegible] معدن النغمات مصنفہ ٹھاکر نواب علی خان

[illegible] شعرالعجم مولفہ شبلی

[illegible] معدن موسیقی مولفہ حکیم محمد کریم امام خان مطبوعہ ۱۹۲۵ء

[illegible] سرمایۂ عشرت مولفہ صادق علی خاں مطبوعہ ۱۸۸۴ء

[illegible] راگ چمن حصہ اول و دوئم مطبع ابوالعلائی آگرہ

مسلمانوں کی موسیقی کی ابتداء

[illegible] کے ایجاد کردہ راگوں کے بارے میں کچھ لکھا

چاہئے یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ راگوں کی ابتدا کہاں سے اور کیونکر ہوئی آج جس فن موسیقی کو معراج پر دیکھ رہے ہیں اس کی ترقی کا سہرا کس کے سر ہے۔

فلسفیوں کا مقولہ ہے کہ جن جذبات دل کے اظہار سے زبان قاصر رہتی ہے اُن کو نغمہ اپنے سروں، زمزموں، مینڈ، الاپ وغیرہ سے ادا کرتا ہے اور اس خوبی سے ادا کرتا ہے کہ نفس انسانی اس پر عاشق ہو جاتا ہے۔ روح میں جذباتی کیفیت پیدا ہو کر کبھی انسان ہنستا ہے کبھی روتا ہے اور کبھی ایسا بے خود ہو جاتا ہے کہ جز عالم مافیہا اس کو کچھ نظر نہیں آتا وہ اپنی ہستی سے بے خود ہو کر عالم روحانیت کی سیر کرتا ہے اور اس کے کیف و سرور میں گم ہو جاتا ہے۔

گانا ہر جاندار کی سرشت میں داخل ہے یہاں تک کہ جانور بھی خود گاتے ہیں اور دوسروں کے گانے سے مسرور ہوتے ہیں۔ رجز خوانی سے سپاہی کا حوصلہ بڑھتا ہے۔ پنہاری گا کر اپنی محنت کو خوشگوار بناتی ہے۔ بینڈ کے سروں اور تال سم پر فوجیں مارچ کر کے اپنی منزل کو آسان کرتی ہیں۔ ماں بیٹے کی نعش پر بین کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالتی ہے۔ عاشق غزل سرائی سے گویا اپنا غم غلط کرتا ہے، بچہ ماں کی لوری سے سو جاتا ہے، اونٹ ساربان کے نغمہ سے مست خرامی کرتا ہے، گھوڑا سیٹی کی آواز پر پانی پیتا ہے اور سانپ بین کی آواز پر جھومنے لگتا ہے یہ تو [illegible] مشہور ہی ہے معمولی گانوں سے بھی مریض کا درد دکھ کم ہو جاتا ہے

... پیدا ایسے خوش گلو ہوتے ہیں کہ ان کے ... انسان بے خود ہو جاتا ہے۔

میرا ذاتی تجربہ ہے کہ دہرہ دُون میں ایک چڑیا سورج نکلنے سے ... اپنی سریلی آواز میں نغمہ سرا ہوتی تھی تو عجیب سماں پیدا ہوتا تھا اور محسوس ہوتا تھا کہ آسمان سے سرور چھن چھن کر زمین کی طرف آ رہا ہے۔ یہی وہ کیفیات ہیں جن کے واسطے موسیقی جادو کا اثر رکھتی ہے جو لوگ گانے کو ممنوع خیال کرتے ہیں وہ بھی تنہائی میں کسی شعر کو گنگنا کر ترنم سے اپنا دل خوش کر لیتے ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان کے پاس جوش اور جذبات کے اظہار کا موثر طریقہ موسیقی ہی ہے۔

موسیقی دراصل فطرت کی ایجاد ہے اور نغمہ سنج طیور اپنی سُریلی آوازوں سے ہمیں قدرتی کیفیات کی طرف متوجہ کرتے ہیں نغمہ ہائے ساز خواہ کتنے ہی طرب خیز کیوں نہ ہوں ان کے اثرات فرحت اور سرور کی چاہے کتنی بھی ترجمانی کیوں نہ کریں دِل کے سوئے ہوئے ... کو جنبش میں لانے اور روح کی گہرائیوں میں اتر جانے کی قوت ... آفریں ... الم انگیز راگوں، دِل کش اور دِل شکن اثرات ... ہی میں ہو سکتے ہیں۔

... کا یہی حال ہے وہ فقط کانوں ہی کے لیے جنبش نہیں ہے ... اور تناؤں کی حرکت بھی ہے جو آواز کے ساتھ انسان ... یہ تمام حرکات ٹھنڈی سانس میں بھی

ہیں اور یہ تمام علامات آواز کے ساتھ آنسوؤں کا تار بھی باندھ دیتی ہیں [illegible] ہے کہ ہم آنسوؤں کا مسلسل جام چھلکائے بغیر بشدت کسی کے دل کا دروازہ کھٹکھٹا سکیں اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ فطرت کی منظر فریب سامانیاں گھر سے غم سے لبریز کردیں اور اس کا محرک ہمارے ہونٹوں سے لحن اور آنکھوں سے آنسو جاری کررہا ہو اور رقاصہ چٹکیاں بجاتی ہوئی رقص کی جنبشوں میں کھو جائے۔

الغرض انسان کے جذبات فطری نے موسیقی کو ہر ملک اور قوم میں خود رو طریقہ پر پیدا کیا اور انھوں نے اپنی استعداد کے مطابق اس کو ترقی دی
چونکہ میرا مقصد محض حضرت امیر خسرو کے ایجاد کردہ راگوں کے بارے میں معلومات بہم پہنچانا ہے جس کا تعلق عربی، عجمی اور ہندوستانی راگوں سے ہے اس لیے ان ممالک کی موسیقی سے واقفیت ضروری ہے۔

جہاں اور ممالک نے ترقی کی بنی اسرائیل۔ مصری، آشوری، بابلی، یونانی اور رومیوں نے بھی اپنی اپنی بساط کے مطابق اس فن لطیفہ کو مکمل فن بنا دیا۔

ظہور اسلام کے وقت عورتوں کا دف بجا بجا کر گانا تاریخ سے ثابت ہے صحابہ کے زمانے میں بھی نامی گویے پیدا ہوئے چنانچہ سب سے پہلے مغنی اسلام بنی مخزوم کا ایک غلام طویس تھا جس کی [illegible] حضرت خلیفہ ثالث حضرت عثمان کے زمانے میں ہو گئی تھی۔ اس کو [illegible] گانے کا شوق تھا۔ ہزج اور رمل راگوں کے اعتقاد اور بیدل [illegible] شخص تھا وہ اپنے آپ کو نہایت منحوس بتاتا تھا وہ کہا کرتا [illegible]

Marfat.com

[illegible] صاحب نے سفرِ آخرت کیا تھا جس دن میرا دودھ
[illegible] خلیفۂ اوّل کی وفات ہوئی۔ جس دن میں بلوغ کو پہنچا، خلیفہ
[illegible] شہید ہوئے اور جس دن میری شادی ہوئی اس دن خلیفہ
[illegible] النورین شہید ہوئے۔

[illegible] سعد ابی وقاص کا ایک غلام قندیس خوب گایا کرتا تھا
[illegible] عبادی تھے جن کا گانا معاویہ اور عبداللہ
[illegible] بنا تھا۔ طویس کے شاگردوں میں سے معبد دلال اور نوقیہ الضحیٰ
[illegible] جن کا موسیقی کی مدینہ طیبہ میں اور بنی امیہ کے دربار میں کافی
[illegible] طنبورہ نام کا ایک مغنی یمن سے آن کر چکا۔ جو
[illegible] کا استاد تھا۔

[illegible] عرب کی موسیقی نے بھی ترقی کی اور اس کی ابتدا
[illegible] ۶۵ھ میں عبداللہ بن زبیر کو کعبہ کی مرمت کی
[illegible] انھوں نے شام اور ایران سے رومی اور
[illegible] عجمی معماروں کا یہ دستور تھا کہ عمارت بنانے کے وقت وہ
اپنے عجمی گیت گایا کرتے تھے۔ ان کا نغمہ قبیلہ بنی جمح کے ایک
[illegible] موسیقی کو بھلا معلوم ہوا، اسے گانے کا شوق تھا
[illegible] موسیقی سے واقف تھا اس نے غور اور توجہ
[illegible] خود بھی سیکھ لیا۔ اس کے بعد جب عربی چیزوں
[illegible] کو خیال ہوا کہ

Marfat.com

غیر زبانوں کی موسیقی میں سے اپنے نغمہ کو ترقی دے سکتا ہوں۔ اس کا یہ [illegible]
دیکھ مالک نے اُسے آزاد کر دیا۔ لوگوں کی قدردانی نے اس میں [illegible]
کا ذوق پیدا کر دیا وہ سفر طے کرتا ہوا شام پہنچا۔ جہاں رومی یونانی علوم
ترقی پر تھے، ان زبانوں کے مغنیوں سے ملا اور ان کی موسیقی کے اصول سیکھے
قواعد معلوم کیے۔ چنگ و رباب بجانا سیکھا اور اس کے بعد ایران جا کر
وہاں کے گویوں کا شاگرد ہوا۔ ان کے نغموں کی دھنیں سیکھیں اور باربد، نکیسا،
تیریں، بشکر جو اس عہد میں ایران کے نامور مغنی تھے اور ان میں اول الذکر
دونوں ساسانی تاجدار خسرو پرویز کے خاص مغنی تھے۔ ان کے راگ سیکھ کر
جب اپنے وطن واپس آیا تو عجیب چیز تھا، جہاں جاتا ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا
یہاں تک کہ خلیفہ عبدالملک مروان کو اس کا علم ہوا کہ ابن مسیح تمام نوجوان
عربیہ کو غارت کیے ڈالتا ہے اس پر اس کی جائداد کی ضبطی کے ساتھ جواب
دہی کی غرض سے دمشق میں حاضری کا حکم ہوا اور کشاں کشاں دمشق لے جایا گیا
نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہاں کے لوگوں نے اس کا گانا سنا تو خود عبدالملک بھی نغمہ
کے والہ و شیدا ہو گئے اور معافی کے ساتھ انعام و اکرام دے کر اس کو گھر
واپس جانے کی اجازت دے دی۔

ابن مسیح کے بہت سے شاگردوں میں سب سے [illegible]
عریض تھے۔ اس کے بعد معابد بھی ان کا شاگرد ہو گیا۔ یہ [illegible]
سب سے بڑے استاد مغنی تھے اسی زمانہ کے بعد [illegible]
کے نغموں کی شہرت ہوئی۔ یہاں تک کہ [illegible]

Marfat.com

[illegible] بھی رہے اور ابتدائی خلیفہ بنی عباس کا دور اسی قسم کے
[illegible] الوادی اور ابو کامل عزیز خاص طور
[illegible] رشید کے عہد میں شام، عراق اور عرب کے تمام
[illegible] ہو گئے تھے۔ اس کے دربار کے منتخب مغنی
ابن جامع [illegible] ابراہیم موصلی اور ابن محرز خاص طور پر قابل ذکر ہیں -
ایک دفعہ ہارون رشید نے ایک قابل مغنی سے پوچھا کر ابن جامع کے
بارے میں کیا رائے رکھتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ شہد کا پوچھنا کیا جب چکھیئے
[illegible] ہے۔ پوچھا ابراہیم کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ جواب دیا کہ وہ
ایک چمن ہے جس میں ہر رنگ کے پھول ہیں اور طرح طرح کی خوشبو مہک رہی
ہے۔ رشید نے کہا کہ اب ابن محرز کے بارے میں بھی بتلاؤ۔ جواب دیا کہ اس کے
گانے میں جس قسم کا مزہ چاہے لے لے -
اس زمانے کا سب سے بڑا استاد اور بربط نواز زل زل تھا یہ وہ
[illegible] کی موسیقی کو خالص عربی موسیقی کہنا غلط تھا بلکہ خلفا کے دربار
[illegible] اور ایرانی موسیقی مل کر معجون مرکب بن گئی تھی
اس کے بعد مخارق اور علویہ نے صدہا نئی طرزیں ایجاد کرنے کے علاوہ فارسی
[illegible] شروع کر دیے تھے اور فارسی کی
[illegible] ہو گئی تھی -
[illegible] راگوں کو زندہ کیا اور انہی کی کوشش
[illegible] عربی موسیقی کے دوش بدوش ترقی

کرنے لگی۔

متوکل کے زمانے میں ۲۳۲ھ لغایت ۲۴۷ھ میں موسیقی نے [illegible]
ترقی کی۔ اس کے بعد زین، رد بیس، مختوفی نغمہ کے [illegible]
خلیفہ معتضد باللہ نے جس کا عہد ۲۷۹ھ لغایت ۲۸۹ھ تھا موسیقی کو
ترقی دی۔ بعدہٗ خلیفہ عبداللہ بن معتز جو شاعر بھی تھا اس نے موسیقی کی
قدردانی کی۔ اس کے بعد باہمی اختلافات کی وجہ سے [illegible] موسیقی پر
بیسیوں کتابیں لکھ ڈالیں۔

شہنشاہ حسین رضوی ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ مسٹر [illegible]
فارمر نے اپنے مضمون میں جو رائل ایشیاٹک سوسائٹی جرنل کی اشاعت
اکتوبر ۱۹۲۵ء میں فن موسیقی پر عربوں کی ان بیش بہا تصانیف کی فہرست
مرتب کی ہے۔ جن کے نادر الوجود نسخے خوش قسمتی سے یورپ [illegible]
میں موجود ہیں۔ ان تصانیف کی تین ثلث کا تذکرہ کتب خانے مذکور کی فہرست
مطبوعہ ۱۸۷۸ء میں درج ہے اور ایک ثلث حصہ [illegible]
پڑھنے والوں کے واسطے موجود ہے۔ لیکن ایسا ہے علم موسیقی کا [illegible]
سے پوشیدہ ہے۔

مسٹر فارمر نے ایک مکمل فہرست [illegible]
اس میں شک نہیں کہ محض ان کتابوں کی فہرست [illegible]
کام تھا مسٹر فارمر مذکورہ بالا نے [illegible]
رہی جس سے کتاب کے [illegible]

Marfat.com

[illegible] مقالات اور بالخصوص مضمون کا خلاصہ درج [illegible] کتابیں ہیں جو ذیل میں درج ہیں :

(۱) مختصر رسالہ از رسائل "اخوان الصفا" تصنیف دسویں صدی عیسوی۔

(۲) [illegible] کتاب الشفا از ابو سینا گیارہویں صدی عیسوی۔

(۳) [illegible] کتاب النجاۃ از حکیم ابو علی سینا گیارہویں صدی عیسوی۔

(۴) رسالہ شرفیہ از صفی الدین عبدالمومن تیرھویں صدی عیسوی۔

(۵) کتاب الادوار از مصنف مذکور

(۶) [illegible] الانغام مولفہ شمس الدین الصیداوی الغربی سولھویں صدی عیسوی۔

ان کتابوں کا اقتباس پیش ہے جس سے اندازہ ہو جائے گا کہ کتابیں کس نوعیت کی ہیں نیز یہ کہ ہر شعبہ فن کو انھوں نے کیسی گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے۔

ان کتابوں میں ریاضیات اور موسیقی دونوں شامل ہیں۔ کیونکہ ریاضی اور [illegible] واقف تھے۔ اس ترتیب سے [illegible] موسیقی کو ریاضی کا ایک جزو خیال کرتے [illegible] اور [illegible] میں طبع ہو چکا ہے [illegible] میں ترجمہ ہو کر شائع [illegible]

[illegible] اور [illegible] خیالات موسیقی کی

بابت ذکر ہے۔ فصل دوم میں نظریہ اصوات پر تفصیلی بحث ہے۔ فصل سوم امتزاج اور تنافر اصوات پر بحث ہے اور آوازوں کے اُتار چڑھاؤ پر ہیں۔ چہارم میں تاثرات اصوات یعنی آوازوں کے اثرات پر بحث ہے۔ پنجم میں الحان اور ان کے قوانین کی شرح ہے۔ ششم میں آلات موسیقی کا ذکر ہے۔ ہفتم میں افلاک اور سماوات کے نغمات کی سرود بحث ہے۔ ہشتم کا تعلق احکام کلام سے ہے۔ نہم میں علم موسیقی کے مطابق تناسب اعضا کی جس قدر ضرورت ہے اس کا ذکر ہے۔ دہم میں نغمات افلاک کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ یازدہم میں عناصر وغیرہ کے متعلق حالات ہیں۔ دوازدہم میں مختلف سُروں کا ذکر ہے۔ سیزدہم میں فلاسفروں کے اقوال نادرہ ہیں۔ چہاردہم میں پُرسُرور نغمات جو قلب اور دماغ پر کیفیت طاری کرتے ہیں ان کا بیان ہے۔ اسی قسم کی اور کتابیں ہیں۔

سب سے پہلا شخص جس نے سلف کے خزائن موسیقی کو جمع کیا ہے وہ الکندی تھا۔ جس کا ۲۶۰ھ میں انتقال ہوا۔ اس کے بعد فارابی ہوا جس نے موسیقی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اور نظری حیثیت سے اصول موسیقی پر جو تفصیلی بحث کی ہے اس کا درجہ سب پر فائق ہے۔ آلہ ساز قانون اسی کی ایجاد ہے۔ اس نے [illegible] کی مختلف ترکیبیں بطریق احسن پیش کی ہیں۔ سال [illegible] کا انتقال ہوا۔

یہی ابونصر فارابی جس کا لقب معلم ثانی ہے [illegible]

واقعہ کتاب وفیات الاعیان زیر ابن [illegible]

کی خلافت راضی باللہ کے زمانے میں اس کا گذر سیف الدولہ علی ابن
حمدان کے ہاں ہوا۔ اس وقت اکثر علوم کے عالم موجود تھے۔
فارابی کی عادت تھی کہ ترکی سپاہیوں کی وضع میں رہا کرتا تھا۔ اس
وجہ سے اس کو کسی نے نہیں پہچانا اور یہ جا کر کھڑا ہو گیا۔ سیف الدولہ کو علم
پرور تھا یہ کہاں ہے اس کو بیٹھ جانے کا اشارہ کیا لیکن اس نے جواب دیا
کہ اپنی جگہ بیٹھوں یا تمہاری جگہ؟ سیف الدولہ نے کہا کہ اپنی جگہ۔ یہ سنتے
ہی وہ تمہاری مسند پر جا بیٹھا۔ یہ بات بادشاہ کو ناگوار ہوئی اور اس نے اپنے
غلاموں کو مخاطب کر کے ایک خاص زبان میں کہا کہ یہ بڈھا بڑا بدتمیز ہے
میں اس سے چند مسائل دریافت کروں گا۔ اگر اس نے ٹھیک جواب نہ دیئے
تو اس کو قتل کیا جائے گا۔ ابونصر اس زبان سے واقف تھا۔ اس نے اسی
زبان میں کہا کہ ذرا صبر کیجئے۔ بادشاہ کو تعجب ہوا۔ کہا کیا تم اس زبان سے واقف
ہو۔ اس نے جواب دیا کہ نہ صرف اسی زبان سے بلکہ بہت سی زبانوں سے واقف
ہوں۔ اس کے بعد فارابی ان علماء سے جو اس وقت دربار میں موجود تھے گفتگو
میں مصروف ہو گیا اور سب پر غالب آیا۔ صحبت کا یہ رنگ دیکھ کر بادشاہ
نے سب کو رخصت کر دیا اور فارابی سے کھانے کے واسطے پوچھا۔ اس نے
انکار کیا پھر پوچھا کہ گانا سنئے گا؟ اس پر فارابی راضی ہو گیا۔ بڑے بڑے
گویے حاضر کیے گئے لیکن کوئی گانا اس کو پسند نہ آیا۔ پھر اس نے اپنی کمر سے
ایک تھیلا نکالا جس میں لکڑیوں کے ٹکڑے تھے ان کو جوڑ کر اس نے بجانا
شروع کیا سب ہنسنے لگے اس کے بعد پھر ایسا راگ بجایا کہ سب سو

Marfat.com

گئے اور وہ اٹھ کر چلا گیا۔

ابتدائی زمانے میں بعض راگ صرف [illegible] تھے، جب فارس فتح ہوا تو وہاں کے لوگ غلامی میں آ گئے۔ اسی زمانے میں عبداللہ بن جعفر کے غلام سائب، عامر، طویس اور نشیط مشہور ہوئے۔ ان سے معبد ابن بُرید وغیرہ نے سیکھا اور بالآخر بنی عباس کے زمانے میں مستقل فن بن گیا اور پھر اس کے بعد ابراہیم بن مہدی اور ابراہیم موصلی، اسحاق بن ابراہیم و حماد بن اسحاق، ابو الوقار، المتوفی ۹۹۸ء وغیرہ مشہور گویے عرب میں پیدا ہوئے۔ الغرض چوتھی صدی ہجری کے آغاز میں علامہ ابو الفرج اصفہانی نے اپنی مشہور کتاب "آغانی" تصنیف کی جو اتنی بڑی اور ضخیم کتاب ہے کہ اکیس جلدوں میں ختم ہوئی ہے۔ گویا اس زمانے کی موسیقی کو اس نے کتابی شکل میں محفوظ کر دیا تھا۔ اس میں گانے والوں کے نام، راگ، راگنیاں، دھنیں، گانے کے قواعد سب موجود ہیں۔ اور عربی علم و ادب کی بہترین کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔ فرانس اور انگلستان میں یہ کتاب بڑے اہتمام سے چھاپی گئی ہے لیکن اب وہ راگ و دھنیں اپنی پہلی شکل میں موجود نہیں ہیں۔

یہ عربی راگوں کی کتاب ایسی ہی قدیم اور مستند ہے جیسی ہندوستان میں "سنگیت رتناکر" قدیم ہندی راگوں کی کتاب ہے اور جس طرح [illegible] پھر زندہ کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اسی طرح ضرورت ہے کہ آغانی کے راگوں کو پھر سے زندہ کیا جائے۔

حکیم ابو نصر فارابی اس زمانے کے حکیم [illegible]

[illegible] تھے۔ ارسطو کے بعد ان کا دوسرا استاد بتلایا جاتا ہے وہ
[illegible] کا لقب معلم ثانی بھی ہے۔

ابو نصر کی وفات کے بعد بو علی ابن سینا پیدا ہوا جو مسلمانوں کا دوسرا
[illegible] حکیم [illegible] تفصیلی حالات آئندہ بیان ہوں گے۔

موسیقی میں ان لوگوں نے آسمان کے بارہ برجوں کے لحاظ سے بارہ
مقام [illegible] مقرر کیے ہیں یعنی (۱) رہاوی (۲) حسینی (۳) راست
(۴) حجاز (۵) بزرگ (۶) کوچک (۷) عراق (۸) نوا (۹)
[illegible] (۱۰) [illegible] (۱۱) زنگولہ (جس کو اب ہندوستان میں جنگلہ کہتے ہیں)
(۱۲) بوسلیک

[illegible] بارہ راگوں [illegible] ہر راگ دو شعبے قائم کیے ہیں۔ اس طرح
چوبیس [illegible] اور [illegible] شعبے [illegible] راگنیاں بن گئیں یعنی:

(۱) رہاوی کا پہلا شعبہ "نوروز عرب" ہے جس کی چند راگنیاں ہیں۔

(۲) حسینی کا پہلا شعبہ "دوگاہ" ہے جس کی دو راگنیاں ہیں اور دوسرا
شعبہ [illegible] ہے جس کی آٹھ راگنیاں ہیں۔

(۳) راست کا پہلا شعبہ "پنج گاہ" ہے جس کی پانچ راگنیاں ہیں۔ دوسرا
[illegible] ہے جس کی راگنیوں کا انحصار نہیں۔

(۴) حجاز کا پہلا شعبہ "[illegible]" ہے جس کی دو راگنیاں ہیں اور دوسرا شعبہ
[illegible] جس کی آٹھ راگنیاں ہیں۔

(۵) بزرگ کا پہلا شعبہ "ہمایون" ہے اور دوسرا [illegible] ہے اس کی راگنیوں

Marfat.com

کا بھی تفصیل معلوم نہیں۔

(۶) کوچک کا پہلا شعبہ "رکب" ہے۔ جس کی چھ راگنیاں ہیں اور دوسرا شعبہ "بیات" ہے جس کی پانچ راگنیاں ہیں۔

(۷) عراق کا پہلا شعبہ "مخالف" ہے جس کی پانچ راگنیاں ہیں اور دوسرا شعبہ "مغلب" ہے۔ جس کی آٹھ راگنیاں ہیں۔

(۸) نوا کا پہلا شعبہ "نوروز عارا" ہے۔ جس کی پانچ راگنیاں ہیں اور دوسرا شعبہ "ماہور" ہے جس کی چھ راگنیاں ہیں۔

(۹) صفاہان۔ کا پہلا شعبہ تبریز ہے جس کی پانچ راگنیاں ہیں اور دوسرا شعبہ [illegible] ہے جس کی چھ راگنیاں ہیں۔

(۱۰) عشاق کا پہلا شعبہ زابل ہے جس کی دو راگنیاں ہیں اور دوسرا شعبہ اوج ہے جس کی آٹھ راگنیاں [illegible]

(۱۱) زنگلہ کا پہلا شعبہ چہارگاہ ہے جس کی چار راگنیاں ہیں اور دوسرا شعبہ "عزال" ہے جس کی پانچ راگنیاں ہیں۔

(۱۲) بوسلیک کی راگنیاں لاعلمی میں ہیں۔

اس طرح پر عربی موسیقی میں بارہ راگ چوبیس شعبے اور ایک سو بائیس راگنیوں سے کچھ زیادہ ہیں۔ ان سارے بسیط راگوں کے علاوہ ان کی موسیقی میں بعض وصلی اور مرکب نغمے بھی ہیں جو دو دو راگوں سے مل کر [illegible] کر لیتے ہیں۔ بظاہر ان راگوں کی تعداد زیادہ ہونی چاہیے لیکن جو [illegible] میری نظر سے گذری ہیں ان میں صرف چھ درج ہیں جن کو ایرانی اصطلاح میں آہنگ کہتے ہیں۔

Marfat.com

آہنگ

(۱) سلک (۲) گردانہ (۳) نوروز (۴) گوشت (۵) مازہ (۶)
نازیں علاوہ ازیں ان کی موسیقی میں بعض دھنیں بھی ہیں جن کو وہ اپنی اصطلاح
میں گوشہ کہتے ہیں اور سب کے جدا جدا نام ہیں اور ان ناموں کی مناسبت عربی
اور ایرانی مذاق کا بین ثبوت ہے۔ گوشوں کا شمار جو انھوں نے کیا ہے اڑتالیس
تک پہنچتا ہے۔

ان تمام راگوں کے اوقات بھی مقرر ہیں مثلاً رہاوی کا وقت پو پھٹنے سے
طلوع آفتاب تک۔ حسینی کا دن پہر چڑھنے تک۔ عراق کا دوپہر تک۔ راست
کا دوپہر کو۔ کوچک کا پہر دن رہے تک۔ بوسلیک کا عصر کے وقت۔
عشاق کا شام کو۔ زنگلہ کا پہر رات گئے تک۔ بزرگ کا اس کے بعد کچھ دیر
تک۔ نوا کا آدھی رات کو۔

ان میں سترہ تال ہیں جن کو مخمس۔ ترک۔ ضرب اور دو تالے سفیر کہتے ہیں
اندلس کی سرزمین زریاب ابن فرناس اور ابوالفضل کی مرہون منت ہے جو اندلس
کے استاد ہستیوں میں سے ہیں جنھوں نے مغرب میں ذوق نغمہ کی روح
پھونکی اور اس فن لطیف کے ساتھ وابستگی پیدا کی۔ زریاب خلیفۃ المہدی
کے عہد میں سریر آداب سلطنت عباسی کے زمانے کا پروردہ تھا اور بغداد
کے اسحاق موصلی کا شاگرد تھا اور مسلمان مغنیوں میں عظیم شخصیت کا مالک تھا۔
[illegible] ہارون رشید کے دربار میں حاضر ہوا۔ اسحاق

Marfat.com

کا عود منگایا۔ لیکن زریاب نے اپنا خود ساختہ عود اٹھا لیا اور تاروں کو چھیڑ دی۔ سامعین اور ہارون رشید بے خود ہو کر وجد میں آ گئے۔ اپنے استاد کے [illegible] کے باعث زریاب اندلس چلا گیا جہاں اس نے اپنی موسیقی اور جدت طراز سے مغربی دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ دربار اندلس نے اس کی بڑی قدر و منزلت کی۔ زریاب کو بلاشک و شبہ ہزاروں راگ، راگنیاں یاد تھیں اور اس کا یہ دعویٰ تھا کہ روزانہ ایک جن آن کر اس کو ایک راگ سکھایا کرتا ہے۔ اس کی تصدیق المقری نے بھی اپنی کتاب میں کی ہے۔

زریاب سے قبل چار تارہ عود مستعمل تھا لیکن زریاب نے اس میں ایک تار کا اور اضافہ کیا جو اس کا ایک اہم کارنامہ ہے۔ چونکہ انسان کے جسم میں چار خلطیں خون، بلغم، سودا، صفرا ہیں۔ یہی رعایت موجدوں نے اس ساخت میں رکھی تھی اور یہ تار مختلف ریشم کے ڈوروں کے تھے۔ عام طور پر [illegible] کے لیے لکڑی کی مضراب استعمال ہوتی ہے لیکن اس نے عقاب کے پنجوں کے ناخنوں کو بطور مضراب استعمال کیا اور یہ ترکیب نہایت مفید ثابت ہوئی۔ اس کا انتقال ۲۳۸ھ میں ہوا ہے۔

حافظ شیرازی نے جو اشعار راگوں کے بارے میں کہے ہیں ان راگوں کے ناموں پر نشانات ہیں:

غزل

در بزم گاہ عشاق اے بلبل خوش الحان ۔ [illegible]

[illegible] دل غمی بیرون آر — سوئے حجاز بنگر در راہِ وصل جاناں
[illegible] حسینی [illegible] — چوں بوسلیک گشتہ آہنگ دلبر بایاں
[illegible] دراں ہم پوست و در دوش [illegible] — زاں ساں کہ نغمہ سازند در پردہ صفاہاں
[illegible] شناز من شاید کہ راست باشد — در پردہ رہا دلیست صورت ہزار دستاں
[illegible] جاں عیراز ما کوچک شمائم — شاید بزرگ گردیم در بارگاہ شاہاں

دیگر نظم شعبہ اور مقامات

[illegible] کندر آمد دو و چہار — دو شعبہ در ہر مقامے راست ناچار
[illegible] راست راکج رنج برخاست — برقع رابرزش پنج گاہ است
[illegible] آمد یکے نخسل نمودہ — سہ گاہ ست در حصار آں نغل رابر
اصفہان کے گشت آگاہ — زتبریز و نشاپورک برد راہ

الغرض یہ علم تھا جس کو مسلمان عرب اور فارس سے اپنے ساتھ ہندوستان [illegible] تھے۔ اس علم کا آخری مصنف بوعلی ابن سینا محمود غزنوی کا معاصر تھا [illegible] ہے کہ اس سے قبل بھی عربوں کے ساتھ متعدد مغنی سندھ میں آئے [illegible] ہو گیا تھا۔ تک مسلمانوں کے پہنچنے کا آغاز محمود غزنوی کے زمانے [illegible] ہوا ہے اور جو اسلامی معاشرت، تہذیب، لباس، طعام، زبان وغیرہ [illegible] کے مسلمانوں میں دیکھ رہے ہیں یا ہندوستانی موسیقی میں جو کایا پلٹ [illegible] کی ابتدا بھی ہم اسی زمانے سے شمار کرتے ہیں۔

[illegible] نے جو تحریر بوعلی سینا کی شائع کی ہے

اس سلسلہ میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ابو علی الحسن ابن عبد اللہ ابن
عام طور پر ابن سینا کے نام سے مشہور ہیں اُن کی پیدائش ۹۸۰ء میں ایک
چھوٹے سے قصبہ انچانا میں ہوئی تھی جو بخارا ترکستان میں واقع ہے۔ وہ
بچپن ہی سے علوم اور فنون کے بھوکے تھے۔ دس سال کی عمر میں انھوں نے
قرآن حفظ کیا، سولہ سال کی عمر میں نہ صرف وہ فلاسفی اور سائنس کے عالم
ہو گئے بلکہ دیگر علوم کے ساتھ طب میں بھی کمال حاصل کیا اس وجہ سے امیر بخارا
ان پر بہت مہربان ہو گیا اس کے بعد وہ سیر و سیاحت میں مصروف ہو گئے اور
کتابیں لکھیں۔ بائیس سال کے بعد ہمدان آئے اور وہاں کے امیر کے وزیر مقرر
ہوئے۔ امیر کے انتقال کے بعد پھر سیاحت شروع کی اور اصفہان پہنچے
اور امیر علاؤ الدین نے ان کو کوئی معزز عہدہ دینا چاہا لیکن انھوں نے منظور نہ کیا
اور اس خامی کو محسوس کر کے کہ ایرانی موسیقی میں کوئی مستند اور جامع کتاب نہیں
ہے۔ موسیقی کو سیکھنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ اس میں واقفیت حاصل کر کے ایک جامع
کتاب مرتب کی اور پھر سیاحت شروع کر دی لیکن رفتہ رفتہ صحت خراب ہو گئی
اور جبکہ امیر کے ساتھ وہ سفر میں تھے ۱۰۳۷ء میں ان کا انتقال ہو گیا اور پھر
ہمدان میں دفن ہوئے۔ ۱۰۵۲ء میں ان کا مقبرہ تیار کیا گیا۔ اس زمانے کے
حکما نے اس بارے میں بھی تحقیقات کی ہے کہ راگوں کے اثرات جسم انسانی پر
کیا ہوتے ہیں۔ نیز یہ کہ راگوں کے اثرات موسموں کے لحاظ سے کیا ہوتے
کا خیال ہے کہ راگ راست فالج اور لقوے کا مجرب علاج ہے۔
ایسے امراض میں مفید ہے جو سرد یا خشک مقامات کی آب و ہوا

Marfat.com

عراق دماغی امراض بالعموم مغلوب الغضب اشخاص کے واسطے مفید ہے۔ کوچک دردسر اور درد دل کا علاج ہے۔ بزرگ پیچش دردسر جو گرمی سے پیدا ہوتا ہے۔ حجاز درد پسلی کے واسطے مفید ہے۔ پیشاب آور اور خواہشات نفسانی پیدا کرتا ہے نیز کان کے درد کے واسطے بھی مفید ہے۔ بوسلیک یہ راگ جنین میں بچہ کی صحت و سلامتی اور سردی سے جو بدن میں درد ہوتا ہے۔ اس کے واسطے بھی مفید ہے۔ نوا عورتوں کے مرض سیلان الرحم میں مفید ہے۔ پراگندہ خیالی کو دور کرتا ہے۔ کمر میں جھٹکا آجائے اور امراض دماغی میں بھی مفید ہے۔ حسینی بخار کی شدت کو کم کرتا ہے اور جسم کی غیر معمولی حدت کو بھی زائل کرتا ہے۔ زنگولہ یہ راگ مرض خناق، قلب کی حرکت خراب ہو جانے، خون کی خرابی درد گردہ اور امراض مثانہ میں مفید ہے۔ رہاوی لقوہ اور درد گردے میں مفید ہے۔ عشاق اس راگ کی بابت لکھا ہے کہ امراض القدمین والریاح الحارۃ البات بجانب سہا النوم میں مفید ہے۔

الغرض راگوں کے متعلق جو حکماء اور عربوں نے تحقیقات کی ہے وہ حیرت انگیز ہے۔

راگوں کے اثرات سننے والوں پر ہر ماہ جداگانہ ہیں

نمبر شمار	نام راگ	[illegible]	[illegible]	ہندی مہینے	اثرات
۱	صفہان	ثور	برکھ	بیساکھ	فرحت - انبساط

۲	عراق	جوزا	متھن	جیٹھ	فرحت و انبساط
۳	کوچک	سرطان	کرک	اساڑھ	حزن و ملال
۴	بزرگ	اسد	سنگھ	ساون	حزن و ملال
۵	حجاز	سنبلہ	کنیان	بھادوں	لطف و سرور
۶	بوسلیک	میزان	تولا	کنوار	دلیری و ہمت
۷	عشاق	عقرب	برچھیک	کاتک	دلیری و جوش
۸	حسینی	قوس	دھن	اگھن	لذت و سرور
۹	زنگولہ	جدی	مکر	پوس	غم و الم
۱۰	نوا	دلو	کنبھ	ماگھ	شجاعت
۱۱	رہاوی	حوت	مین	پھاگن	ذوق و شوق
۱۲	راست	حمل	میکھ	چیت	خوشی

ہندی موسیقی

قدیم زمانے میں ہندوستانی موسیقی کی تعلیم ویدوں کی تعلیم سے وابستہ تھی کیونکہ گانا بجانا عبادت کا جزو تھا۔ تاہم وید کے بھجن گا کر عبادت [illegible] جاتی تھی۔ مگر افسوس ہے کہ پرانا میوزک لٹریچر اہل ہنود کا اس زمانے [illegible] اور اس عہد اولین کی کوئی تحریر اب موجود نہیں ہے اسی وجہ سے [illegible] سکتا کہ ان کی ابتدائی موسیقی کیا تھی۔ ان کے قواعد اور اصول کیا تھے۔

Marfat.com

[illegible] میں سب سے پہلی کتاب جو ہندی میوزک پر لکھی گئی وہ راگا ترنگی ہے جس کا مصنف لوچنا کوی ہے۔ جس نے ۱۱۶۲ء میں تکمیل کی ضخامت تقریباً ۱۰۰ صفحات ہیں۔ تیرھویں صدی عیسوی کے اختتام پر ایک دوسری کتاب سنگیت رتنا کارا جنوبی ہند کے ایک کشمیری پنڈت شرنگا دیوا نے لکھی اور یہ کتاب اس زمانے کی موسیقی کی مستند چیز ہے۔ کیونکہ اس سے ماقبل کی تمام موسیقی کے حالات اس میں درج ہیں۔ کندر کا وٹھا تیسرا شخص ہے جس نے اسی مضمون پر پانچ کتابیں لکھی ہیں یعنی صدر اگا، چندر و دیا، راگ مالا، راگ منجری اور نور تنا ترنایا۔ یہ شخص برہان خان بادشاہ خاندیش کا ملازم تھا۔ جہانگیر کے وقت میں سومنات موسیقار نے کتاب راگا وبودہ لکھی جو ۱۶۱۰ء میں ختم ہوئی۔ اسی زمانے میں داموورا پنڈت نے موسیقی کی سنگیت درپن کتاب لکھی جو ۱۶۲۵ء میں مکمل ہوئی اس کے بعد شاہجہان کے وقت میں پنڈت اہو بالا نے ۱۶۵۰ء میں سنگیت پاریجات لکھی جس میں کل ایک سو بائیس راگوں کے حالات درج ہیں۔

ان پنڈتوں نے سنگیت کی تین قسمیں مقرر کی ہیں۔ گرنتھ سنگیت، لکش سنگیت، بھاوی سنگیت۔ گرنتھ سنگیت اس کو کہتے ہیں جو زمانہ ماضی میں تھی اور زمانے کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتی رہی اور قدیم منسوخ ہو گئی۔ لکش سنگیت کے معنی موسیقی زمانہ حال اور بھاوی سنگیت وہ ہے جو زمانہ مستقبل میں ہوگی۔

امیر خسرو اور موسیقی

[illegible] شعر العجم میں مذکور ہے کہ امیر خسرو کی ہمہ گیر طبیعت نے اس نازک

Marfat.com

اور لطیف فن کی طرف بھی توجہ کی اور اس کو اس درجہ پر پہنچا دیا کہ چودھویں صدی
مدت نے بھی اس کا جواب پیدا نہیں کیا اس زمانے کا سب سے بڑا اُستاد
نائک گوپال تھا۔ اس نے بھی اس علم موسیقی کے حصول کی غرض سے امیر خسرو
ہو بروزانو ئے ادب تہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ نائک گوپال کے تقریباً بارہ سو
شاگرد تھے جو اس کے تخت کو فرداً فرداً اٹھا کر چلتے تھے۔ جب سلطان علاؤالدین
خلجی نے اس کے کمال کا شہرہ سنا تو اپنے دربار میں طلب کیا۔ امیر بھی اپنے شاگردوں
کو لائے۔ نائک گوپال بھی امیر کا شہرہ سن چکا تھا۔ لیکن ملاقات نہ تھی۔ اس نے
بادشاہ سے درخواست کی کہ پہلے امیر اپنا کمال دکھائیں۔ امیر نے اس کا یہ جواب
دیا کہ میں مغل ہوں اور ہندوستانی گانے معمولی جانتا ہوں آپ کچھ سنائیں اس کے
بعد جو کچھ میں جانتا ہوں وہ پیش کروں گا۔ گوپال نے کئی راگ گائے اور ہر ایک
راگ کو امیر نے یہ کہہ کر ٹوک دیا کہ یہ تو میری ایجاد ہے اور اس کے بعد خود گا کر
اس کی خامیاں بتلائیں اور کہا کہ یہ تو عام بازاری راگ ہیں اب میں اپنے خاص
راگ سناتا ہوں اس کے بعد جب گایا تو گوپال مبہوت ہو کر رہ گیا۔

امیر چونکہ ہندی کے علاوہ فارسی راگوں سے بھی واقف تھے اس لیے
انہوں نے دونوں قسم کی موسیقی ترتیب دے کر ایک نیا عالم پیدا کر دیا۔ اس
کے بعد امیر نے ایک اور چیز سنائی اور اس کا نام پوچھا وہ صحیح جواب نہ دے
سکا تب آپ نے اس سے کہا کہ جس چیز کو تم دھرپد کہتے ہو یا کبھی چھند، رنگ
اور ترووٹ کہتے ہو۔ ہم نے اس کا نام ترانہ رکھا ہے۔ مطلع العلوم میں ذکر
ہے کہ نائک گوپال دکن سے آیا تھا اور مدتوں آپ کی صحبت میں رہ کر کمال حاصل

...یا تھا اس کے علاوہ ساونت موسیقار بھی جو اس زمانے کا ماہر تھا آپ ہی کا
صحبت یافتہ تھا۔

راگ ایجاد کردہ امیر خسرو

نمبر شمار		وہ راگ جن سے مرتب ہے
۱	مجیب یا مجیر	غارا اور عجمی راگوں سے مرکب ہے۔
۲	سازگری	پوربی، گورا، گن کلی اور ایک فارسی راگ۔
۳	ایمن	ہنڈول اور نیریز
۴	عشاق	سارنگ، بسنت، نوا۔
۵	موافق	ٹوڑی، مال سری، درگا، حسینی۔
۶	غنم	پوربی کو تبدیل کر کے نیا راگ بنایا ہے۔
۷	زیلف	راگ کھٹ اور شہناز
۸	فرغانہ	گن کلی، گورا
۹	سرپردہ	سارنگ، بلاول، راست
۱۰	باخرو یا باخرو	دیس کار میں ایک فارسی راگ ملایا ہے۔
۱۱	صنم یا صنم	کلیان اور ایک فارسی راگ۔
۱۲	فردوست	کانڑا، گوری، پوربی اور ایک عجمی راگ
۱۳	زنگولہ	(بحوالہ قران السعدین) گردہ بگل، بانک، عراق، آفاق۔ مگر کشف العلم میں ان دو راگوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

Marfat.com

دھرپا بھاتو ہندی پنڈت تولیفار لکھتے ہیں کہ امیر خسرو ایرانی اور ہندوستانی راگوں سے بخوبی واقف تھے جس کے ثبوت میں اس نے خود امیر کی تصنیف قران السعدین اور اعجاز خسروی کا حوالہ دیا ہے۔

امیر خسرو نے ستار ایجاد کیا، مردنگ کی [illegible] تبدیل کیا ایرانی باجہ تنبور کی بجائے بینا ایجاد کیا۔ امیر کے زمانے میں چنگ، رباب، دف، تنبور، شہنائی، بلبک، بانسرا، ڈھول، عود، باجے موجود تھے۔ اسلامی کلچر کے مصنف نے امیر کے ایجاد کردہ راگوں میں صلع، مجیر، غزل، تخارہ، فرودست، قول، ترانہ، نگار، شاہانہ، بسیط، خیال، دہرپد اور قوالی کی طرزوں کا بھی اضافہ کیا ہے۔ ان میں قوالی گو امیر کی ایجاد ہے لیکن بعض طرزیں قوالی کی نیاز اور سمائی کی بھی ایجاد ہیں جو امیر کے شاگرد رشید تھے۔

آب حیات میں مولانا محمد حسین آزاد نے بھی تصدیق کی ہے کہ قوالی امیر ہی کی ایجاد ہے۔ جو اسی طریقہ پر گائی جاتی ہے یہی وجہ تھی کہ سلطان المشائخ نے آپ کو مفتاح السماع کا خطاب دیا تھا۔

۱۰۴۷ عبدالمجید لاہوری بادشاہ نامے میں ان واقعات کے ضمن میں جو میں ہندوستان میں پیش آئے تھے۔ لکھتے ہیں کہ خسرو سے قبل ہندوستان کے قدیم گویوں کا مدار گیت، چھند، دہرو [illegible] پر تھا لیکن [illegible] نغمات کرناٹک طرز اور اسی زبان میں تھے اور [illegible] لوگ ان کو نہیں [illegible] سکتے تھے اور نہ لطف آتا تھا، امیر نے [illegible] حالت [illegible] پہلے اسی فن میں قول تا قون پر ایسی کی [illegible]

جو راگ امیر نے ایجاد کیے ان کے بھی اصول اور قواعد مقرر کیے جس کی ترتیب نیر بز صغیر اور نیر بز کبیر کے اصولوں پر مبنی ہے چونکہ آئندہ اس کتاب میں ہندی راگوں کی بعض اہم اصطلاحات کا بھی ذکر ہے اس لیے جو نقشہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے اس میں ان اصطلاحات کی تشریح کی گئی ہے تاکہ عبارت کے مفہوم کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔

ہندی اصطلاحات

نمبر شمار	نام	تشریح
۱	گرنتھ	کتابیں
۲	سروپ	شکل
۳	رُوپ	شکل
۴	سنگیت	نظامِ موسیقی
۵	ٹھاٹ	مجموعہ
۶	دُربل	کمزور
۷	چرن	پیر یا نیچے کا حصہ
۸	مدھ	درمیانہ حصہ
۹	درت	تیز
۱۰	ولمبت	سست
۱۱	اترانگ	اوپر کا حصہ

۱۲	پورواَنگ	نیچے کا حصہ
۱۳	پربند	پرانے زمانے کا ایک قسم کا گانا
۱۴	شُدھ مدہم	اتری مدہم
۱۵	ترِوٹ	اس گانے کو کہتے ہیں جس میں طبلہ یا پکھاوج کے بول شامل ہوں،
۱۶	چترنگ	وہ گانا جس میں چار رنگ شامل ہوں۔
۱۷	ترانہ	مخصوص طرز ایجاد امیر خسرو
۱۸	ٹپّا	مخصوص طرز ایجاد شوری میاں
۱۹	مِشرمیل	وہ گانا جس میں ایک سے زائد راگ شامل ہوں
۲۰	انترا	گانے کا وہ حصہ جو اوپر کے سُروں میں گایا جاتا ہے۔
۲۱	استھائی	گانے کا حصہ جو نیچے کے سُروں میں گایا جاتا ہے۔
۲۲	سُر	صدائے خوش قائم
۲۳	آروہی	نیچے سے اوپر کی طرف سروں پر جانا
۲۴	امروہی	اوپر سے نیچے کی طرف سروں پر آنا
۲۵	سمپورن	وہ راگ جس میں ساتوں سُر ہو لیں۔
۲۶	انش	وہ سُر جس پر راگ کا دار و مدار ہو۔
۲۷	نیاس	خاتمہ کا سُر
۲۸	وادی سُر	وہ سُر جو سب سے زیادہ نمایاں ہو اس کو [illegible]
۲۹	سَم بادی	وادی سُر کا معاون سُر
۳۰	ان بادی	ان سُروں کو کہتے ہیں جو وادی اور سم وادی [illegible]

Marfat.com

٢١	بوادی	دشمن سُر
٢٢	تیور	وہ سُر ہے جو شدھ سُر سے ایک درجہ چڑھا ہوا ہو
٢٣	کومل	وہ سُر ہے جو سدھ سُر سے ایک درجہ اترا ہوا ہو
٢٤	ورجت	اس سر کو کہتے ہیں جو راگ میں نہ ہو۔
٢٥	مندر اور مداستان	بیچ کی سپتک کے سُر اور نیچے کی سپتک کے سُر
٢٦	اوڈو	جس میں پانچ سر بولیں خواہ وہ تیور یا کومل ہی ہوں۔
٢٧	راگ	اس پکے گانے کو کہتے ہیں جس میں آروہی امروہی ہو۔ وادی اور سم وادی سر ہوں۔ ان وادی سر ہوں۔ اور وِوادی یعنی دشمن سر سے بچنے کا خیال پورے طور پر رکھا جائے۔ بوادی سر ہمیشہ امروہی میں استعمال ہوگا اگر ان تمام باتوں کا خیال نہ رکھا جائے تو راگ غلط ہو جائے گا اس کے علاوہ سازوں کی ہم آہنگی اور تال سم کا صحیح معیار پر ہونا بھی ضروری ہے۔

سنگیت رتناکر اور امیر خسرو

ہندوستان میں سنگیت تین ہزار برس پہلے سے باقاعدہ موسیقی رائج ہے۔ جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں تمام وید اہل ہنود کی چار کتابیں ہیں جو مقدس ہیں۔ ... کتاب ہے جس کے اشلوک گا کر پڑھے جاتے تھے۔ زمانے کے انقلاب

کا یہ اثر ہوا کہ شام وید میں بھی تبدیلی ہوئی اور وہ جو سات سر آج موجود ہیں قدیم نہیں رہے۔ ہر بند چند کے زمانے میں جو قواعد موسیقی مروج تھے انہی کو کتاب میں ایک جگہ جمع کیا ہے اس لیے موسیقی کی تصانیف میں یہ کتاب مستند ہے مگر اب اس کو سمجھنے والا کوئی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ جو گرنتھ بعد میں لکھے گئے ان میں اسی عبارت کو بجنسہٖ نقل کر دیا ہے۔

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ پنڈت سارنگ دیو ۱۲۱۰ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۲۴۷ء میں وفات پائی۔ حضرت امیر کی پیدائش ۱۲۵۳ء میں چھ سال کے بعد ہوئی۔ یہ ثبوت اس بات کا ہے کہ امیر کے ایجاد کردہ راگوں کا تذکرہ کتاب رتناکر میں نہیں ہے اور یہ امیر کی ایجادیں اس کے بعد کی ہیں جس زمانے میں سارنگ دیو پیدا ہوا تھا اس وقت یدو اوا کے خاندان کا دارالخلافہ دولت آباد میں تھا۔ چند عجمی راگوں کے نام جو رتناکر میں درج ہیں وہ غالباً ان عجمی گویوں سے حاصل کیے ہوں گے جو شاہان مغلیہ کے درباروں میں ملازم تھے اور ہندو گرنتھ کار سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

ہندی اور فارسی راگوں کی تقسیم میں یہ فرق ہے کہ فارسی میں بارہ مقام چوبیس شعبے، اڑتالیس گوشے چھ آوازے، بارہ بحریں اور ستیس تحریریں ہیں اس کے علاوہ دو مقام اور چار [illegible] زیادہ مقام اور چونتیس شعبوں سے چودہ مقام اور اٹھائیس شعبے تار [illegible] ہیں۔

ہندی موسیقی میں قدیم موسیقاروں کے خیال [illegible] چھ راگ تیس راگنی، اڑتالیس پتر اور بارہ سرتھ یہ مقرر کی ہیں۔

Marfat.com

بھیروں، ملکوس، ہنڈول، دیپک، سری راگ، میگھ راگ لیکن
فی زمانہ اس میں ہنڈول رہ گیا ہے اور بہت کچھ فرق ہو گیا ہے۔

اس لحاظ سے اگر امیر کے ایجاد کردہ راگوں میں (جیسا کہ انھوں نے خود
کہا ہے) بعض ہندی راگوں سے مناسبت پائی جاتی ہے تو اس میں حیرت کی کیا بات
ہے اسی طرح ہندی راگوں میں بھی عجمی یا عربی راگوں کی مناسبت پائی جاتی ہے۔
امیر کی جدت تو یہ ہے کہ انھوں نے رنگ برنگ اور دل آویز پھولوں کو ملا کر
ایسا گلدستہ تیار کیا ہے جو اپنی خوشنمائی، دل آویزی اور رنگ و بو کے لحاظ سے
بے مثل اور لاثانی ہے۔

ان حالات کو مدِ نظر رکھ کر اگر چار شعبے یعنی حوزی، نہاوند، اصفہانک
اور مخالف کو بھی شامل کر لیا جائے تو امیر کی ایجادیں اٹھائیس ہوتی ہیں۔ یہ بھی
بعض ماہرین کا خیال ہے کہ پانچ گوشے یعنی موافق، صنم، آوان، فرغنہ
بھی امیر ہی کی ایجادیں ہیں۔

بعض لوگ صنم کو نیریز بھی کہتے ہیں۔ حالانکہ امیر خسرو نے دونوں نیریزوں
صغیر اور کبیر سے صنم کو جدا کیا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ صنم، کلیان سے
زیادہ مشابہ ہے اور نیریز، بھیروں، کافی اور اصفہان سے کیونکہ اسی کا
شعبہ ہے اور شعبہ مثلاً اصفہان سے مشابہ ہے۔ معارف النغمات میں
لکھا ہے کہ اہلِ ہند کا علم موسیقی نے بھی اپنی پرانی کتابوں میں لکھا ہے کہ
موسیقی کے علم کے مختلف اقسام ہیں مثلاً الاپ، دھرپد، سادرہ، ہوری
خیال، ٹھمری، ترانہ، ترویٹ، ہم گم، چترنگ، قول، ٹھمری، دادرا

Marfat.com

غزل / قوالی وغیرہ ان میں علاوہ دوسری طرزوں کے خصوصی ترانہ امیر [illegible]
ایجاد ہے انھوں نے عجمی انداز پر چند مخصوص الفاظ بھی ایجاد کیے ہیں [illegible]
یلل، توم / تانا / تادانی وغیرہ جس کو تال اور الاپ کے ساتھ گایا جاتا ہے
حکیم محمد کرم امام خان مصنف معدن موسیقی نے لکھا ہے (صفحہ ۳۴۳)
کہ سر اور تالوں کے لحاظ سے ہندی اور عجمی راگ تقریباً یکساں ہیں کیونکہ بارہ
سروں سے خالی نہیں ہیں اور دونوں میں کچھ نہ کچھ مناسبت ضرور ہے مثلاً عجمی راگوں
میں مقامات شعبہ / ادارہ / الحان یا آہنگ، صوت / نغمہ / رکھیپ
غزال کی مناسبت کھٹ اور دھناسری ہندی راگوں سے پائی جاتی ہے۔
دوگاہ / حسینی / نوروز / اور عجم کی مناسبت سارنگ سے ہے۔ سہ گاہ
چہارگاہ / مغلوب / زنگولہ کی مناسبت ٹوڑیوں سے ہے۔ زابل / ہمایوں
عشاق کی مناسبت گوری / پوربی / پوریا / گور / آسا / بھٹیال سے ہے
عراق / اوج / رگن کلی / مالسری سے مشابہ ہیں۔ اصفہان اور نیشاپور کی
مناسبت زیلف اور بھیروں سے ہے۔ اس طرح نیریز کبیر اور نیریز صغیر
کی مناسبت ایمن / بھوپالی / بیہاس اور جیت سے ہے۔ بعض عشاق کو
ہندی راگ نٹ سے مشابہ بتلاتے ہیں۔ نوروز عجم / حسینی اور دوگاہ
راگ کافی سے اور بعض ماہرین فن دھناسری کے مشابہ بتلاتے ہیں۔ [illegible]
سے اصفہان کو سارنگ سے عراق کو کانھڑے [illegible]
دوگاہ کو جیت سری سے، رہاوی [illegible]
کو مالی اور گورا سے سہ گاہ کو بلاول سے چہارگاہ کو [illegible]

Marfat.com

حضرت امیر خسرو کے زمانے میں جو موسیقار عرب اور عجم سے آتے تھے آپ ان سے کہا کرتے تھے کہ تمھارے ملک کے جن راگوں کو میں نے دوسرے راگوں میں ملا دیا ہے وہ پہلے سے بہتر ہو گئے ہیں اور جن ناموں کو تبدیل کیا ہے وہ اس طرح ہیں کہ جن کو تم رہاوی کہتے ہو ان کو ہم کھٹ کہتے ہیں۔ تم بھاوٹ کہتے ہو، ہم کھماچ کہتے ہیں۔ تم عشاق کہتے ہو، ہم گن کلی کہتے ہیں۔ حسینی۔ زنگولہ اور نوروز کو ہم سارنگ اور کافی کہتے ہیں۔ تم سہ گاہ۔ چہار گاہ۔ مایہ بستہ۔ نگار۔ زنگولہ۔ مغلوب کہتے ہو ہم ٹوڑی کہتے ہیں۔ حسینی اور عراق کو ہم نارہ کہتے ہیں۔ عشاق کو سارنگ یا للت۔ فرغنہ کو گوڑ اور گن کلی۔ جسے تم نشد کہتے ہو اسے ہم الاپ کہتے ہیں۔ جس کو عرب اور ایران والے مدر کہتے ہیں اس کو ہم تپ کہتے ہیں۔ خرج کو یہاں کھرج کہتے ہیں۔ امیر اکثر ان کو راگوں کے ٹکڑے نکال کر گا کر سمجھایا کرتے تھے۔

حضرت امیر خسرو اور سلطان حسین شرقی خوش قسمت ہیں کہ انھوں نے اپنی ایجادوں کو سپرد قلم کر دیا تھا۔ بعض مورخوں نے تو یہ لکھا ہے کہ راگوں کا تعین و تیں کرنے کے وقت سے ہے۔ مجھے اس رائے سے اختلاف ہے۔ کیونکہ بھرتی کے زمانے کی موسیقی آج دنیا میں موجود نہیں ہے نہ اس زمانے کے کسی راگ کا کوئی نام جانتا ہے۔ اگر پارسیوں کے عہد کا خیال کر کے لفظ نوروز [illegible] ذکر ہے تو کوئی تقابلی وجود قائم کر لیا جائے لیکن لفظ حجاز (جو [illegible] ہے) وہ قطعاً عربی لفظ ہے اور جس راگ کا نام نوروز [illegible]

معدن موسیقی صفحہ ۱۵۱ پر تحریر ہے کہ [illegible]

کھا دو کو ترمیم کرکے ان کے نام علیحدہ تجویز کیے ہیں [illegible]

میں فرودگاہ اور حسینی کو ملا کر موافق نام رکھا۔ نوا پوربی اور دھنا سری کو ملا [illegible]

نام رکھا۔ پوربی کا نام عشق اور شہناز کو کھٹ میں ملا کر [illegible]

کلیان۔ واسکا۔ ویساکھ۔ گوجری۔ کے نام بسنتی۔ سندھو۔ [illegible]

ونٹ۔ ساونت۔ ترون۔ بھوپالی۔ الشٹ۔ منگل۔ بھیروں۔ بارو اور [illegible]

راگوں میں فارسی راگ فرغانہ کی مناسبت پائی جاتی ہے۔ اس لیے فرغانہ [illegible]

کیا۔ بسنت اور سارنگ کا بلحاظ مشابہت عشاق نام رکھا۔ بلاول۔ گونڈ [illegible]

سارنگ کو ملا کر سرپردہ نام رکھا۔ کانڑو اور مذکورہ بالا چند راگوں کو ملا [illegible]

فرودست نام تجویز کیا۔ ایمن تبریزا اور ایک فارسی راگ ملا کر یمنی نام رکھا [illegible]

پوربی بھیاس۔ گورا۔ سنگن کلی کو ملا کر غزال نام رکھا۔ کلیان میں [illegible]

نام رکھا۔ سازگری اور خراسان تقریباً یکساں راگ ہیں [illegible]

حالانکہ پوربی کی سنگیت پوریا سے ہے۔ لیکن [illegible]

کی سنگیت کو یمن اور کاموو سے ایجاد کیا ہے اور قوالی کے راگوں [illegible]

سوہنی اور پنچم بہار سے ملایا ہے۔ دام کلی۔ [illegible]

میں بھیروں کی سنگیت نہایت خوشنما ہے [illegible]

اس کو تمیز کرنا مشکل ہے۔ پوریا [illegible]

ایمن وھناسری مل کر مشہور ہوگئی [illegible]

سوہنی قوالی امیر کی ایجاد ہے جس [illegible]

...ہے اور سورٹھ کا میل دیس اور بلاری سے ہے۔ کا لنگڑا مرکب
...ہے اور جا جونتی قوالی میں سنگیت دیس اور سورٹھ کی ہے تاہم دونوں
...میں اور ٹوڑی اور اساوری میں سنگیت بھیروں کی ہے۔
...غارہ سمپورن راگ ہے اس میں سوائے مدہم کے سر کے سب تیور
...ہیں۔
خلع۔ اس راگنی کو امیر نے کافی میں دو ایک سر ملا کر موزوں اور دلکش
...ہے۔ یہ سمپورن ہے جس میں شرج اور پنچم شدھ اور رکھب اور دیبوت
تیور ہیں۔ گندھار مدہم اور نکھاد کومل ہیں۔
غارا۔ یہ راگ سمپورن ہے اور بجز مدہم سر کے اس میں سب تیور ہیں۔
حسینی کانڑے کو بعض سلطان حسین شرقی اور بعض امیر سے منسوب
کرتے ہیں۔ یہ کافی ٹھاٹ کا سمپورن راگ ہے۔ پنڈت اس کو نیا سروپ
...تے ہیں جو پرانی گرنتھوں میں نہیں پایا جاتا۔ جس طرح اڈانہ کو مدہم سے شروع
...ہیں اسی طرح یہ شروع ہوتا ہے۔ اڈانے سے اس میں کانڑے کا رنگ
...ہے۔ اڈانا۔ میگ۔ حسینی۔ شاہانہ۔ سگھرائی۔ سور ملہار۔ ان سب میں
...کانڑے کا رنگ غالب ہے۔ تار استان کا کھرج اس میں اچھا معلوم ہوتا
...اور دیبوت گندھار کی زیادتی اور کمی سے یہ راگ ایک دوسرے سے
...کتاب راگ دلکش گیت میں لکھا ہے کہ حسینی کانڑے میں
...ہے اور ... نکھاد وجت ہے اور کتاب سار دا امرت
...میں ... نکھاد کھرج وادی ہے اور مدہم کا سمبوادی

ہے۔ آروہی اس کی سارے گا ما پا دھ نی سا تک ہے۔ اور امروہی سا نی دھ پا گا ما رے سا ہے۔

قول - پنڈتوں نے لکھا ہے کہ اس راگ میں فارسی الفاظ اور مضامین ہوتے ہیں کبھی ترانے کے بول بھی اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ غالباً نقش و نگار بھی سب اسی کی اقسام اور امیر کی ایجاد ہیں۔ تال اس کی مخصوص ہوتی ہے جس کو قوالی کہتے ہیں اور جس کی تعریف محتاج بیان نہیں۔

کتاب راگ درپن میں جو ہندی کی مستند کتاب ہے لکھا ہے کہ امیر کے راگوں میں سازگری عشاق اور موافق جن کا ذکر آگے تفصیل سے بیان ہوگا قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ خیال۔ نقش و نگار بسیط بھی امیر ہی سے منسوب ہیں۔

موسیقی میں مسلمانوں کی سرپرستی

واقعات سے ظاہر ہے کہ امیر کے زمانے میں ہندوستانی موسیقی [illegible] چھند۔ وضع کے گانوں تک محدود تھی۔ جو سنسکرت اور برج بھاشا میں [illegible] جاتے تھے امیر نے سب سے پہلے عجمی موسیقی کے انداز پر ترانہ قول گل وغیرہ گانے ایجاد کیے۔ قدیم سنسکرت گانوں کا نام [illegible] کو سنگیت کہتے ہیں۔

تقریباً تمام ہندی راگ جن [illegible]

جذبات نفسانی کو ابھارنے [illegible]

[illegible]

...کی تاریخ سے ثابت ہے کہ گویا قدیم زمانے میں موسیقی کا مقصد محض جذبات نفسانی کو مشتعل کرنا تھا۔ ہمہ اقسام کی پرلطف صحبتیں جو ہر راگ سے وابستہ ہیں اس کا بین ثبوت ہے۔ میں اس خیال کو تسلیم کرتا ہوں لیکن موسیقی نے ایک ہی اثر نہیں رکھتی ہے۔ بلکہ وہ ایسی عینک ہے کہ جو رنگ شیشے ہے دنیا اسی رنگ میں رنگی ہوئی دکھلائی دیتی ہے۔ مسلمانوں نے مذہبی ...کے لحاظ سے اس کو ناجائز قرار دیا۔ دوم کرناٹکی راگ اور ...نے جو گائے جاتے تھے ان سے عام مسلمان اور خصوصاً مغربی اضلاع ...ی کے مسلمان ناآشنا تھے۔ اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ اپنی زبان ...نے مذاق اور خیالات کے مطابق موسیقی کو مرتب کیا جائے۔

اس ضرورت کو سب سے پہلے مشائخ صوفیہ نے محسوس کیا اور امیر خسرو ...عربی، عجمی اور ہندی راگوں کو اس طرح پر ہم آہنگ کیا کہ جو خمسہ، ...ل اور رباعیات وغیرہ کے واسطے موزوں تھے۔ بالآخر امیر کی یہ کوشش ...ور ہوئی اور ہندو مسلمان دونوں فرقوں نے اس کو پسند کیا۔ صوفیوں نے ...کو عبادت کا رنگ دے کر عشق حقیقی کی کیفیت پیدا کر دی اور یہ ...ایسے مقبول ہوئے کہ ان کی شہرت اطراف عالم میں ہو گئی۔ خدا کی ...ثنا۔ رسول خدا کی نعت سننے کے واسطے دور دور سے اہل ذوق ...نے لگے

...ابتدائے اسلام میں علماء نے موسیقی کو ناجائز قرار دیا تھا لیکن ...ہمارے زمانے میں ایسا ہی ...ہے جو متصوفانہ غزلیں گا کر

Marfat.com

روحانی سرور حاصل کیا کرتے تھے چنانچہ شمس الدین التمش کے زمانے میں [illegible]
سعدالدین صادق اور منہاج السراج کے اثرات سے موسیقی غیر اخلاقی [illegible]
قرار دے دی گئی تھی۔ لیکن جب قاضی حمید الدین ناگوری کی تبلیغ اور [illegible]
دہلی کے لوگوں میں دوبارہ دلچسپی پیدا ہو گئی۔ بلکہ ایک زمانے میں تو وہ محفل ہائے
سماع کے رکن تھے۔

شمس الدین التمش نے بھی پابندی کے حکم کو منسوخ کر دیا تھا اور دربار میں
اس کی اجازت ہو گئی تھی۔ اس کے بعد ان کا بڑا بیٹا فیروز شاہ بھی موسیقی کا بے
دلدادہ تھا یہاں تک کہ اس نے ۶۳۴ھ مطابق ۱۲۳۶ء میں ایک [illegible]
سال میں اپنی سلطنت اس شوق پر قربان کر دی۔

غیاث الدین بلبن کے دربار میں بھی موسیقی مقبول رہی اس کے دربار میں عبداللہ
ترکی ایک مشہور گویا بھی تھا اور شیخ بہاؤالدین زکریا کے مریدوں میں سے تھا [illegible]
زمانہ امیر خسرو کا تھا۔ جنھوں نے اپنی قران السعدین میں کیقباد کی موسیقی کے [illegible]
درج کیے ہیں۔

اس کے پچاس برس کے بعد ۶۸۶ھ میں جبکہ معز الدین کیقباد [illegible]
نشین ہوا اس کے زمانے میں موسیقی کا عروج تھا اور [illegible]
والے اور گانے والیاں بہت کثرت سے دہلی میں [illegible]

جلال الدین فیروز خلجی کے زمانے ۶۸۹ھ میں [illegible]
فتوحات [illegible]
علاؤالدین خلجی کے [illegible]

... رہا۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامے میں لکھا ہے کہ محمد تغلق کے ... بڑا گویا اور اس کا داروغہ ارباب نشاط امیر شمس الدین تبریز ... الغرض اس زمانے میں دکن اور خصوصاً دولت آباد فن موسیقی کا گہوارہ ... ہوا تھا۔ اس طرح تمام ہندی موسیقی پر عجمی موسیقی کا کافی اثر پڑا اور جس طرح ... فارق علویہ نے عربی کی دھنیں فارسی گانوں میں منتقل کر دیں اسی طرح بادشاہوں ... کے مغنیوں نے اپنے ممالک کی دھنیں ہندوستان میں آن کر گائیں اور نئے ... نئے راگوں کی بنیادیں قائم ہونا شروع ہو گئیں۔ یہ اسی میل جول کی برکت ہے کہ عجمی موسیقی کے عام بند راگوں میں زنگولہ جس کو اب جنگلہ اور حجاز کو بیج اور نورچکا کہتے ہیں اسی طرح زیلف۔ ایمن۔ درباری عشاق۔ سرپردہ ... وغیرہ اسی موسیقی کی پیدا شدہ یادگاریں ہیں جو آج مقبول عام ہیں ... بو علی سینا۔ سلطان حسین شرقی اور امیر خسرو کے بعد بھی مسلمانوں ... نے فن موسیقی کو اپنی ہی سرپرستی قدردانی اور حفاظت میں پروان چڑھایا ... دی اور جس قدر بہترین موسیقار پیدا ہوئے وہ تقریباً سب ہی ... مسلمان تھے۔ مثلاً امیر خسرو کے بعد گجرات میں عمر سلطان۔ جونپور کے سلطان حسین شرقی۔ شاہ اکبر۔ محمد شاہ رنگیلے۔ لکھنؤ کے آصف الدولہ بہادر ... علی شاہ۔ موسیقی کے مربی رہے۔ تان سین۔ تان رس خان نظام الدین ... خان۔ بڑودے کے عنایت خان۔ ان کے علاوہ بھی طبلہ ... ستار اور سرود کے ماہر بھی مسلمان ہی تھے۔ مثلاً رحیم خان دہلوی ... دہلوی۔ امراؤ خان گوندھ۔ برکت علی خان عرف سانولیا

فرخ آباد۔ نواب حشمت جنگ فرخ آباد، نواب علی نقی خان ولد سلطنت [illegible]
عرف قطب الدولہ بریلی شاگرد پیارے خان۔ خواجہ دہاری [illegible] نواز ساکن خورجہ
بندو خاں دہلوی وغیرہ بے شمار استاد گزرے ہیں جنھوں نے اس فن میں کمال حاصل کیا
اور یہ مسلمانوں کی تعداد تقریباً نوے فیصدی ہے۔

زبان اردو کی طرح موسیقی بھی مشترکہ چیز ہے جس میں عرب عجم ہندوستان سب ہی کا حصہ ہے۔

عروض اور قوافی

امیر کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ ہر پابندی سے بے نیاز تھے۔ وہ فطری شاعر تھے اور اوزان شعر پر ان کو قدرت حاصل تھی۔ مشکل سے مشکل بحر میں بلا تکلف شعر کہتے تھے، چنانچہ مثنوی نہ سپہر میں ایسی بحر کو کام میں لائے ہیں جو مثنوی میں ان سے پہلے کسی دوسرے شاعر نے استعمال نہیں کی۔

ایک مرتبہ کسی شاعر نے ان کو کسی موقع پر مورد طعن و طنز بنایا تھا، اسی سلسلہ میں ایک جگہ کہتے ہیں ؎

ایکہ می گوئی مرا خسرو نمی دانی عروض — من چہ محتاج عروضم تا کنم [illegible]
نظم سنجیدہ ہمی گویم بموزونی طبع — نکتہ سنجیدہ باشد وقت سنجیدن [illegible]
می ترازو دارم و تو در ترازو می نہی — نیست زین بہ [illegible]

بحر اور اوزان

چونکہ گانے کا تعلق نظم سے ہے اور نظم بلا کسی بحر کے نظم نہیں کہی جا سکتی اور بحر کے واسطے اوزان کا ہونا ضروری ہے کیونکہ بلا اس کے تال اور سم کا ساتھ نہیں ہو سکتا اس وجہ سے امیر خسرو نے بحر اوزان اور تال سم کے بھی قواعد مقرر کیے۔ ہندی گانوں کا دارومدار سر، لے اور تال سم پر ہے۔ فارسی میں اسی کو نغمہ، ادارہ اور اوزان کہتے ہیں اور تمام عجمی گانوں کا دارومدار وغیرہ اور نغمہ پر ہے۔

ہندی تالیں ساڑھے بارہ تالیں بتلائی جاتی ہیں اور امیر نے چوبیس [۲۴] بحروں میں تالیں ایجاد کی ہیں جن کے اقسام حسب ذیل ہیں:

بحر ہزج۔ بحر ترکی۔ بحر دومک۔ بحر دور۔ بحر ثقیل بحر خفیف۔ بحر چہار ضرب۔ بحر درافشاں۔ بحر راہین۔ بحر ضرب الفتح۔ بحر فاختہ۔ بحر رمل بحر متقارب۔ بحر طویل۔ بحر رجز۔ بحر کامل۔ بحر بسیط۔ بحر تصریح۔ بحر منسرح۔ بحر سریع۔ بحر مجتث۔ بحر مرتفع۔ بحر مقتضب۔ بحر وافر۔

ان بحروں کے علاوہ جو ہیں ان کی تشریح یہ ہے:

بحر المتقارب المثمن المقصود

ایا مارضت رشک خورشید ماہ	گرت وبتقارب شود دا شتباہ
فعولن فعولن فعولن فعول	بخوانش دریں وزن ہر صبح گاہ

Marfat.com

بحر المتقارب المثمن السالم

زشرم رخت لاله را خون شده دل — ز رشک قدت سرو را پاے در گل
فعولن فعولن فعولن فعولن — تقارب ازین وزن گردید حاصل

بحر المجتث المثمن المقصور

نسیمے به گلشن چه باشد قد تو سرو روان — رخ تو بر فلک دلبری مهر تابان
مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلات — بگوا ئے مجتث این بحر را جو حق برهان

بحر المجتث المثمن المحذوف

بزیر در صدف سینه اے هنر پرور — ز بحر دل کش مجتث سفینه هاے گهر
مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

بحر الرمل المثمن المحذوف

اے بهار یکے مبانت همچو موئے در کمر — غنچه از رشک دهانت همچو خون در جگر
فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

بحر الخفیف المسدس المحذوف

[illegible] رنگ شاخ تا [illegible]
فاعلاتن مفاعلن فعلن

Marfat.com

بحر الہزج الرباعی المحذوف

گل غنچہ ز شرم دہن ہست در صراب — گر دلیست دامن گل بر عطر است
مفعول مفاعلن مفاعیل دو فاع — بحر ہزج ایں ست گر اندک نگر است

بحر الرجز المثمن السالم

اے ماہ روئے کمسنی وے دلبرے شیریں دہاں
خورشید رویاں را شدہ ذکر لبت حرزِ زباں
مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن
ایں ست تقطیع زیر بر خواں چو محل بر زباں

بحر المضارع المثمن المحذوف

اے سیمبر کہ ہست رخت ہمچو خارہ لخت
جاں در ہوائے گل تو چوں بیت لخت لخت
مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات

×

قواعدِ تقطیع

[illegible] کی غرض سے نیز بحر کا تعلق اوزان

اور موسیقی سے بتلانے کی غرض سے ذیل کا طریقہ پیش کیا جاتا ہے :
تقطیع اوّل تقارب مثمن کو [illegible] کے ایک تالا ٹھیکہ کے ساتھ سمجھیے

کریما بہ بخشائے بر حال ما
کہ ہستم اسیرِ کمندِ ہوا

یہ تو ہے شعر بحر اس کی فعولن فعولن فعولن فعول ہے۔ اس بحر کے گویا چار حصّے ہیں۔ ان حصوں کی گردان اس طرح پر ہے

کریما فعولن۔ بہ بخشا فعولن ئے بر حال فعولن ل ما فعول

یہ ٹکڑے تقطیع میں یکسانیت پیدا کرنے کے واسطے کیے جاتے ہیں شعرائے متقدمین نے بھی حروفوں کے ٹکڑے عروض میں جائز قرار دیئے ہیں۔

موسیقی سے ان ٹکڑوں کی یکسانیت پیدا کرنے کی غرض سے یکتالہ ٹھیکہ مقرر فرمایا ہے یعنی۔ دھی۔ ترک۔ دھنا۔ دھا۔ تو۔ نا۔ کتا۔ گانے میں اس تال کی ضرب برابر چلی جاتی ہے اور دوسری دھی پر صورت سم کی ہے۔ اور بحر ہذا میں لفظ فعول رکن چہارم پر ظاہر ہوتا ہے اور آٹھ میں بحر المثمن السالم میں بھی کہ جس کے چاروں حصّے برابر ہیں ٹھیکہ ایک تالا نہایت موزوں ہے اور ٹھیکہ جھپ تالے میں بھی یہ وزن صحیح ہوتا ہے، ضرب کے علاوہ دونوں تالوں کی ایک صورت ہے۔ چنانچہ چوتالا دھرپد کا ایک ہی طرح یک تالے میں بھی گانا بجانا ممکن ہے۔

حضرت امیر خسرو نے بحر [illegible] کا وزن تالا [illegible]
میں موزوں کیا ہے۔ یہ تیالا چار ضرب کا [illegible]

اور اس میں سے دوسری یعنی دھن کی ضرب پر سم ہے۔ اس طرح پر چار رکن بحر
مذکور کے ہیں مثلاً فاعلاتن ۔ فاعلاتن ۔ فاعلاتن ۔ فاعلن ۔

تقطیع بحر ہذا ملاحظہ ہو۔ مصرع یہ ہے
"اے پیارے کے میانت ہچو موئے در کمر"

اے پیارے	کے میانت	ہچو موئے	در کمر (خالی)
فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلن (خالی)
تا دھن دہا دہا	دھن دہا دہا	دھن دہا دہا	تن تا (خالی)

غور فرمایئے کہ تن تا کا درجہ خالی رہا اور فاعلن آخری رکن خالی پر پڑا اور
لفظ درکمر کے مقابلہ میں خالی دھی اور دوسرے رکن کے فاعلاتن پر سم ہے اور
اس سے پہلے لفظ کے اوپر سم ہے اور اس سے مقابلہ میں دوسری دھی پر سم ہے
یہ تال چار ضرب کی کہلاتی ہے جن میں تین ضرب بھری اور ایک خالی ہے
بحر خفیف المسدس المحذوف جس کا وزن تال سول فاختہ پر ہے۔
یعنی چیک تال ہے اور یہ دونوں تین تین ضرب کی ہیں۔
اے خطت رشک خشک تاتارے
ذوق بحر خفیف گرد آرے
سول فاختہ میں ضربیں مثل کی برابر ہیں اور ایک ضرب آخر میں وقفہ سے
کہ فاعلاتن پہلی ضرب کا پیدا اور دوسری ضرب لاتن پہ اور تیسری ضرب مفاعلن

کا مد چھوڑ کر بطور وقفہ حصّہ سوم کے لفظ تن پر پڑتی ہے [illegible]
کا وزن اور ٹھیکہ یہ ہوگا فاعلاتن مفاعلن فعلن - یہ ٹھیکہ [illegible]
یعنی دَہ دَہ تک دَ بَد - دَہ تِہ تک - اس کی اوّل ضرب [illegible] ہے -
پہلی دَہ پر اور دوسری تک پر اور تیسری ضرب دوسری تک پر اور تیسری
ضرب دوسری تک پر ہونی چاہیئے اور تال چپک میں ضرب اول کے حرف
فا پر اور دو ضرب برابر رکن دوم فاعلن کی ضرب کا آخری حصہ دوسرے
رکن سوم کی طرف فا پر اور تیسرے لفظ تن پر پڑنا چاہیئے - صرف اس قدر
فرق سول فاختہ اور چپک میں پایا جاتا ہے البتہ منقلب کرنے سے تال
تبدیل ہو جاتی ہے -

امیر کی ایجاد تال سم

اس ایجاد کے سلسلہ میں ماہر موسیقی دولت شاہ اور حکیم محمد کرم خاں
وغیرہ نے لکھا ہے کہ امیر نے پکھاوج کی بجائے ڈھولک [illegible] ایجاد
کیا اور ان کے بجانے کے قواعد مقرر کیے امیر نے سترہ تالیں قائم کیں
جن میں فارسی کے قواعد کو بھی ملحوظ رکھا یعنی اوّل خمسہ [illegible]
چار تال - فرودست پانچ تال - پہلوان چار تال [illegible] تال [illegible]
سواری پانچ تال اور سات تال - پشتو ایک تال [illegible] اور اگر ضرب [illegible]
دی جائے تو تین تال کی [illegible] ہے [illegible]
[illegible] تین تال - [illegible] تین تال [illegible]

[illegible] کی چپک تال ہے۔ جس کے معکوس کرنے سے سول
چپک اور چپک سول ہو جاتی ہے۔

اس سے اندازہ ہو گا کہ امیر نے چار بول یعنی چار لفظ ڈھولک کے پکھاوج
میں سے جداگانہ نکال کر تالیں مقرر کی ہیں یعنی کر، کڑاں، گت، جھا۔ ورنہ خاص
پکھاوج کے بول ہیں۔ کر۔ جھن۔ اٹ۔ گھن۔ نا۔

جس وقت امیر خسرو نے بجائے پکھاوج کے ڈھولک ایجاد کی تو
ایک قاعدہ اور بول علیحدہ کر کے گتیں ایجاد کیں۔ پکھاوج میں پہلے چار لفظ
یہ تھے تد، دت، رن، تا۔ امیر نے ان کی بجائے یہ چار بول قائم کیے یعنی
کڑاں، کٹ، جھا۔ اس کے بعد جھن اور جھٹان، گھن اور گھناں۔
کا، تیتا، نا، کی۔ دھی وغیرہ سے سترہ تالیں مطابق اوزان عجمی کہ جن میں تیرہ
ہندوستان میں مروج کیں۔

پشتو۔ فرو بحر۔ قوالی۔ سول فاختہ۔ جت۔ تتالہ۔ سواری۔ آڑا
چوتالہ۔ جھپ۔ نیم سواری۔ داستان۔ خمسہ۔ فرودست۔ قید۔ پہلوان۔
اکتالہ۔ چپک تال۔

پشتو میں نقش و گل رباعی وغیرہ گائے جاتے ہیں۔ ٹھیکہ
اس کا یہ ہے۔ دھی۔ دھگ۔ تہ۔ ٹا۔ تہ۔ کہ اس میں پہلی
ضرب سم ہے اور دوسرے طریقہ سے دوسری ضرب پر بھی سم ہو سکتا ہے۔
[illegible] بلا دھی۔ دوسرے کو کہتے ہیں۔ یعنی تہ
[illegible] تیسری ضرب دوسری دھی پر پڑی

اور دوسرے دو دسے کی تہ کی ضرب لفظ تال پر پڑتی [illegible]
ممکن ہیں۔

۲۔ ذو بحر: ذو کے معنی دو کے ہیں۔ اس لئے یہ ذو بحر [illegible]

۳۔ فرودست: اس تال میں سات الفاظ ہیں۔ دھن۔ دھن۔ [illegible]
دھا۔ گے۔ تو۔ نا۔ اس میں برابر ضرب ہندی ایک تالہ کی طرح [illegible] اور
سَم پہلی ضرب دھن پر ہے۔ یہ ٹھیکہ تین تال کا بھی ہو سکتا ہے۔ [illegible] اور [illegible]
میں دوسری ضرب جب دھا پر پڑتی ہے وہی سم ہو جاتا ہے۔ اس تال میں
غزل کے علاوہ ٹھمری بھی گائی جاتی ہے۔

۴۔ سول فاختہ: اہل تصوف کا یہ قاعدہ ہے کہ جب [illegible]
مشغول رہتے ہیں تو دل پر اللہ کے نام کی ضرب لگاتے ہیں جس کو [illegible]
مثلاً ضرب فاختہ ہے تو لفظ حق دل سے نکالتے ہیں اور لفظ [illegible]
دے کر زور سے آواز نکالتے ہیں جس کو وہ اپنی اصطلاح میں ضرب [illegible]
چونکہ حضرت امیر کو بھی تصوف سے کمال ذوق تھا۔ انھوں نے [illegible]
کو ملحوظ رکھ کر ضرب الفتح۔ ضرب الثقیل۔ مخمس۔ در افشاں [illegible]
کے بھی قواعد مقرر کیے۔ بہر حال سول فاختہ میں تین ضربیں [illegible]
سم پر ہے۔ ٹھیکہ دس لفظ کا ہے۔ دھن دھن / [illegible]
دھاتر کٹ / تن نا /

پہلی ضرب برابر اور تیسری ضرب [illegible]
اس طرح پڑھاتے ہیں کہ فاختہ پر ضرب [illegible]

Marfat.com

کی ضرب برابر کی بجائی جاتی ہیں یعنی شروع کرنے حطی سے تیسری ضرب تو پردم
یعنی وقفہ دے کر بجتی ہے اور سم حرف حا پر یعنی جو اول ضرب ہے مقرر کیا گیا ہے

۵۔ جت ۔ یہ تال ہوری سے مشہور ہوئی ہے ۔ یعنی اس تال پر نقش گل کے علاوہ ہولی غزل ٹھمری بخوبی گائی جاتی ہے ۔ لیکن عام طور پر یہ ہولی کے واسطے مخصوص ہے ۔ اس میں تین ضربیں ہیں، دوسری پر سم ہے ٹھیکہ اس کا تو الفاظ کا ہے ۔ دھن ۔ جھا ۔ دھن ۔ دھا ۔ دھن ۔ جا ۔ گے ۔ تن ۔ تا ۔ بہرحال دوسری پر سم ہے اس لیے لفظ دھا پر دوسری ضرب ہے اور سم صحیح ہو جاتا ہے اس کے بعد پن اور لے داری تیز دکی پر منحصر ہے ۔

۶۔ چار تال اکتالہ اس میں تین ضرب پوری ایک خالی ہوتی ہے ۔ باقی حصے کو وقفہ اور دم کہتے ہیں ۔ بجانے والا جب پلٹتا ہے تو ضرب اول پر پہنچتا ہے بس اسی کو سم کہتے ہیں اور کوئی تال ایسی نہیں ہوتی جس میں سم نہ ہو ۔ موجودہ زمانے میں اس ٹھیکہ کو تسار خالی یا تتار خالی بھی کہتے ہیں ۔ ورنہ اصل اس کی ٹیپ ہے ۔ جس کو بلمپت کہتے ہیں اور اس میں وقفہ ایک حرف سے زیادہ نہیں ہے ۔ اگر یہ کی صورت الگ کی جائے تو صورت تتا ہے کی صرف پڑ رہ جاتی ہے ۔ تین ضرب متحرک کے عرصہ میں وقفہ خالی اور بھری کا یکساں ہے ۔ اس کے کل آٹھ حروف ہیں مثلاً ضرب الف ۔ ضرب الف ۔ خالی الف اس کے بعد ضرب سے شروع کرے اور ضرب کی بجائے تو آگے چل کر حرف الف شمار میں رہ جاتے ہیں ۔ ٹھیکہ اس کا بارہ لفظ کا ہے ۔

دھن دھن / دھا ترک / تو نا / ک تا / دھا ترک / دھی نا / آخری
× ۵ ۲ ۵ ۳ ۴

Marfat.com

ضرب کا وقفہ خالی ہے اور بعد اس کے تا تا نہ دھن تا ...

یعنی دو ہیں اور درمیان میں دونوں تا خالی سے خالی نہیں ہیں۔

۷۔ سواری: یہ تال چار ضرب کی ہے اور ہر ایک ضرب کے بعد ایک
زمانہ کا وقفہ خالی ہے اور چاروں ضرب کے بعد وقفہ برابر ہے۔ چاروں ضرب
متحرک ہیں، ٹھیکہ اس کا بیس لفظ کا ہے۔ دہ دہ نادہ ترکٹ دھج
جا کت تا دھی دھی تا دھی دھی نا تی ترکٹ تن تا دھا تگے
تو نا کٹ تا کٹ تا۔ لفظ دھج پر سم تصور کرنا چاہئے۔

۸۔ آڑا چوتالہ۔ اس تال میں بھی چار ضرب ہیں۔ جن میں چار ضرب
بھری باقی خالی ہیں، تیسری ضرب پر سم ہے۔ ٹھیکہ اس کا چودہ ماترے
کا ہے۔ دھی دھی / دھا ترک / توڑا / دھی دھی / تا دھی /
سم
۲ ۵ ۵ ۴

دھی تا /۔ بعض نے یہ ترتیب کی ہے۔ دھی دھی نا۔ دہ دھنا۔ دھی ترکٹ
دھج جا۔ دھاگے تو تا کٹ تا۔ اس میں پانچویں دھی پر تیسری ضرب
پڑتی ہے گویا دھی سم ہوا۔ اس میں دو ضرب برابر پڑتے ہیں اور دو ضرب
میں ایک ایک ضرب کا وقفہ خالی دیا جاتا ہے۔

۹۔ جھومرہ یہ تال تین ضرب کی ہے اور ایک ضرب کا وقفہ تین
ضربوں کے بعد خالی دیا جاتا ہے ٹھیکہ اس کا چودہ لفظوں کا ہے
دھن دہ ترکٹ / دھن دھن دھاتت / تن تا ...
دھن دھن دھاتت / بعض نے اس تال میں اضافہ کیا ہے

Marfat.com

[illegible] ہے [illegible] پر سم ٹھہرتا ہے اور تال ہندی دو تک
[illegible] دو [illegible] ضرب کی ہے مگر جھومرا دو پک میں اور روپک جھومرے
میں [illegible] ہے۔

۱۰۔ سواری زنانی: یہ تال پانچ ضرب کی ہے۔ اس میں پانچویں ضرب پر
ایک ایک ضرب کا وقفہ خالی رہتا ہے۔ زنانی سواری میں تیس ماترے اور مردانی
سواری میں بتیس ہیں۔ دھی تک دھی تاک / دھی دھی تاک / دھی دھی تاک /
تی تا پر سم، تی تا ترکٹ / دھی نا دھی دھی / نا دھی دھی نا / دھی
ای نا / آدھی ای دھی / ای نا آدھی / دھی نا دھی دھی نا / اوّل پشتو
دوم ذو بحر سوم قوالی چہارم سول فاختہ وغیرہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے
ہولی اور قوالی میں رائج ہیں۔

۱۱۔ داستان: یہ تال پانچ ضرب کی ہے اور نقارے میں بجائی
جاتی ہے۔ ٹھیکہ اس کا بیس لفظ کا ہے کا تا کا تا کت کٹ کا تا کت
گی دھی گھج جا کت گی دھی گی دھی گی دھی گھج جا۔

اس میں پانچوں ضرب پر سم ہے دو ضرب کے بعد دو دو ضرب کا
یا ایک ایک ضرب میں تین ضرب کا وقفہ خالی رہتا ہے اور تین ضرب برابر
مثل تال تیورا ہندی کے پڑتی ہیں اور آخر میں لفظ جھا پر سم ہے۔ وقفہ کا
قاعدہ اس تال میں رکھنا دشوار ہے اور پہلی ضرب تیسری تا پر ہے دوسری
[illegible] تیسری دھی اور چوتھی گھج پر اور پانچویں تال جھا پر ختم
ہوتی ہے

Marfat.com

۱۲- خمسہ : اس تال میں پانچ ضربیں ہیں اور پانچ پیچ
اور ہر ضرب کے برابر کے وزن کی ہے [illegible]
اس کو فرودست تال خیال کرتے ہیں یہ غلط ہے، کیونکہ [illegible]
اور یہ پانچ تال کی ہے۔ دھن دھن دھا دھا دھن [illegible] دھا
کھتک بھتک دھا کھتک دھنک

دوسرا ٹھیکہ

دھن دھن گو دھا ترکٹ دھنا کھی [illegible]
ڈیلنگ گھٹنگ۔

۱۳ فرودست : اس کی تال چھ ضرب کی ہے اگر حساب میں خالی کی
جگہ چھوڑ دی جائے تو پانچ تال شمار میں آتی ہیں اور اگر خالی کو شمار کیا جائے
تو چھ تال ہوتی ہیں۔ بعض لوگ اس کو خمسہ کے ٹھیکے پر بجاتے ہیں وہ
غلط ہے اس کے چودہ ماترے ہیں، دھاگے ترکٹ [illegible]
تت تا ترکٹ / دھن دھا / دھن دھن / دھاگے تک [illegible]

۱۴ قیدی : یہ تال چار ضرب کی ہے لیکن بعض [illegible]
سات کی بھی ہیں جیسا کہ زنانی سواری میں بھی ہے۔

۱۵ پہلوان } ان دونوں کی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی
۱۶ تال پٹ }

۱۷ اچپک : یہ تال مثل سول [illegible]
تبدیل ہونے کا یہ امکان ہے اگر چپک کو [illegible] سول [illegible]

Marfat.com

پلٹ چپک ہو جاتا ہے۔ یعنی پہلی ضرب کے بعد خالی وقفہ میں ایک ضرب اور پھر دو ضرب اور پھر دو ضرب برابر پڑتی ہیں۔ اس ٹھیکہ میں بھی بعض نے یہ تبدیلی کی ہے کہ بات لفظ کا ہے۔ دَھم کرٹ تک دھا دھا کٹ تک، اس میں تیسری ضرب جو دوسری دھا پر ہے وہی اس کا سم ہے اور پہلی ضرب جو دَھم پر ہے وہاں سے کرکٹ تک کا زمانہ خالی ہے۔

۱۸۔ پشتو۔ چارتال تت ک دھن / دھا دھا / دھی ان /

ان سب کے بعد امیر خسرو نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے کہ جس طرح سول فاختہ کی تال میں اول دو ضرب لفظ حقا کے اور دونوں تالوں پر ایک ایک ضرب ہے اور تیسری صرف تو پر ہے، اسی طرح چپک تال بھی صدائے قمری پر تصور کرنا چاہیئے کیونکہ وہ حق سرہ کہتی ہے اس لیے اس تال میں پہلی ضرب لفظ حق پر ہے اور دو ضرب میں ایک ضرب سر اور دوسری ضرب ہُو پر ہے اور دونوں ضربیں برابر پڑتی ہیں یعنی جس طرح کہ شروع میں دو ضرب اور آخر میں ایک ضرب سول فاختہ میں ہے۔ تال چپک میں اول ایک ضرب ہے اور آخر میں دو ضرب ہیں۔

فارسی ترانہ مع تال اور سم

تننہ تنانا درنا نم ۔۔۔ تنہ درنانا درز در نم

ہو یک ۔۔۔ دو رویہ

وش وشش ہون ۔۔۔ وش وش لون وش وش لون

Marfat.com

وش وشش وش وش

روانی

وش نکہ وشش لون

نیم دور

وش لون نکہ وشش
وش وش لون

نالہ

وش تہ وشش لون

خنجر

وش لون لکہ وش وش
لون وش وش لون لون

سماعی

وش وش لون لکہ وش لون
وش وش ——— لون

شک ضرب

لکہ لکہ نگا وشش
وش وش لون لون وش وش

وش وشش لون

بسیت

وشش لون وشش
وش لون

پچپ انداز

وش تہ وشش لون

نیم ثقیل

نکہ نکہ نکا وش نکا وشش نکہ نکہ
نکا وش نکا وش وشش لون

مخمس

لکہ لکہ نکا وشش نکا وش
لون وش وش لکہ لکہ نکا وش

دور حقیقی

وش لون [illegible] وش لون
لون وش لون وشش لون
وش وشش [illegible]
وش [illegible]

ضرب [illegible]

وش [illegible]

Marfat.com

قلبانہ

قلبانہ کی اصل قَلْبَہٗ ہے امیر خسرو نے زبان عربی کو ہندی میں ملایا ہے تال سواری اور تتالہ استائی بول میں لَقَدْ صُدَقَ قَوْلَہٗ تَعَالیٰ " انترا امیر خسرو بل بل جاویں" حضرت نظام الدین کے دربار گاویں۔

قلبانہ اور قول کہ جس کی اصل قولہ ہے کچھ عربی اور کچھ الفاظ ترانے کے ملاکر ایجاد کیا ہے۔ استائی تال تتالہ۔ حتیٰ یا درد۔ تا لا لا سے۔ حسن و نظام الدین اولیا دیم دیم در در در تتنے۔ تان یہ ہے تلے تنا تا تا۔ تا تا۔ تا تا۔ انترا یہ ہے۔ فَاَیْنَمَا تُوَ تُوْ فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہ در تم در تم توم توم تنا نا نا نا۔ در دے تلے تلے دراجا لم دیم دیم در در در در تلے تان تلے نا نا نا، اس کے بھی انترے سے تال بدلتی ہے اور نقش گل میں تال نہیں بدلتی ہے اکثر یہ تال پشتو اور قوالی میں گائی بجائی جاتی ہے۔

نقش سے مراد رباعی اور گل سے بیت ہے گویا مختصر سا ایک شعر ہے بقیہ اور دو میں تالیں بدلتی ہیں اور دہر پد کی بجائے کہ اس میں چار یا پانچ چرن ہوتے ہیں (اور بعض میں دو چرن بھی ہوتے ہیں) امیر نے خیال مقرر کیا۔ جس میں صرف دو ہی بیت ہیں لیکن تانیں اس میں بحر اور عجمی زمزمہ پر رکھیں جس کو [illegible] کہتے ہیں۔

اصلیت یہ ہے کہ ہندی میں پہلے گٹکری نہ تھی اور اب بھی اس میں [illegible] داخل ہے اسی وجہ سے امیر نے اس کی بجائے پر بند

Marfat.com

کا ترانہ بنایا اور وہ ایسا مقبول ہوا کہ سننے والوں کے علاوہ خود گانے والے بھی محوِ حیرت رہ گئے۔

ڈھولک اور طبلہ بھی پکھاوج پر غالب آگئے اسی طرح ستار کے بولوں نے بین کے بولوں کو شرما دیا۔ اس زمانے میں بھی قوال تقریباً ہر جگہ موجود ہیں لیکن ایسے بہت کم ہیں جو قول اور قلبانہ سے بخوبی واقف ہوں ورنہ عام طور پر جو خیال وغیرہ گاتے ہیں وہ بھی قوال کہلاتے ہیں۔

جیسا کہ شروع میں بیان ہو چکا ہے امیر نے دھرو، دھوا، ماٹھا، چندو پربند، گیت، دھرپد کی بجائے خیال۔ قول۔ قلبانہ۔ نقش گل اور ترانہ ایجاد کیے اور جس طرح پر کہ دھوا، ماٹھا اور چندو کی تالیں بدلتی ہیں، اسی طرح قول قلبانہ وغیرہ میں بھی تالیں بدلتی ہیں۔

قدرتی طور پر جوش اور جذبہ کی حالت میں جو الفاظ [illegible] وغیرہ کے نکلتے ہیں ان کو حضرت امیر نے ان الفاظ میں منتقل فرمایا [illegible] تانون بروزن تو۔ وان بروزن جان وان مقرر کیے الاپ بروزن کباب مقرر کیا۔ اس سے زیادہ الاپ اس قسم کی [illegible] خیال قول۔ قلبانہ۔ نقش گل اور ترانے میں نہیں ہیں اگر [illegible] یہ راگ گویا امیر کی امانت ہیں۔ [illegible] میں خیانت نازیبا ہے کیونکہ ایسا کرنے سے [illegible] یا ان کی شکل تبدیل ہو جائے گی۔ الاپ [illegible] گانے کو پر لطف بناتی ہیں لیکن اگر [illegible]

Marfat.com

قابل فہم ہو جائیں تو وہ عیب میں داخل ہے اس کے گانے میں جو تان لی جائے وہ بھی اسی راگ کی ہونی چاہئے جس میں وہ غزل گائی جا رہی ہو۔ اگر ان دونوں باتوں کا لحاظ نہ رکھا گیا تو قوالی بے لطف ہو جاتی ہے۔

ترانہ

ترانہ بروزن فسانہ و لفظ تنا بروزن ثنا، سیم و در بروزن سر اور نا بروزن جا اور توم بروزن موم، تتا بروزن فنا، اس کے علاوہ اور حروف مفردات مثلاً تا، دال، نون، الف یا میم، را، واؤ۔ یہ آٹھ حروف ہیں ان کے علاوہ ہرکٹ، تروٹ، بروزن سلوٹ مستعمل ہیں اگر آٹھ حروف سے زیادہ ہوئے تو ترانے کے شمار سے باہر ہو جاتے ہیں۔

امیر نے ترانہ بزبان فارسی ایجاد کیا۔ یعنی در آ آ۔ در آ آ۔ دیدنم۔ در آ جان من۔ در آ۔ در آ۔

بتنگ آمدہ ام چند انتظار کشم
بیا بیا کہ ترا تنگ در کنار کشم

ترانہ سوہے کا اصل ہندوست کی ہے دراصل اس کی تال خمسہ کی ہے۔ ترا دیرہے: درا درا تیلے۔ دیدوانے ما اثل لایئے۔ اثل لایئے [illegible]

برندی و بشوخی ہمچو خسرو
[illegible] یاتی

ستار

امیر نے بین کی بجائے ستار ایجاد کیا۔ بین میں سات تار دو تونبی اور سارہیں ہوتی ہیں اور دو مضرابوں کو چھنگیا انگلی میں پہن کر بجائی جاتی ہے وہ ساز جن میں تار ہوتے ہیں ان کے بجانے کے صرف دو ہی طریقے ہیں یا تو مضراب سے یا بالوں کے کمانچہ سے۔ مضراب کو تت اور کمانچہ کو تبت کہتے ہیں اور لکڑی کے ٹکڑے کو جس سے بجاتے ہیں۔ اس کو گھن کہتے ہیں۔

ستار کا اصلی ابتدائی نام سہ تار اور سرود کا سہ رود ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ ان دونوں باجوں میں پہلے صرف تین تار تھے اور تین تانت تھیں امیر نے ستار میں ایک تار آہنی اور دو برنجی لگا کر نصف تونبہ سے بین کی مشابہ بنا دیا۔

ستار میں ایک سپتک کامل اور دو سپتکیں ناقص ہیں یعنی سپتک اوّل مدھم سے سپتک میانہ تک اور (سپتک دوم) سپتک میانہ سے گندھار تک ایک سپتک زائد چڑھی ہوئی خط گندھار تک ہوتی ہے جس کو امیری سپتک کہتے ہیں البتہ بیچ کی سپتک کامل ہے

حضرت امیر نے جو قواعد مقرر کیے وہ یہ ہیں :

بیچ کی سپتک کو کامل کیا، جب یہ تین سپتکیں [illegible] کے ساتھ اس میں چھ تار اس طرح پر رکھے گئے

اوّل تار باج کا، دو تار [illegible]

بنجی گنڈ والا اور پھر ایک تار آہنی اس کی برابر جس کو چکاری کہتے ہیں، جو تار برنجی ہیں وہ کھرج کہلاتے ہیں، جو باج ہیں ان کو بحساب مدھم کوک کہتے ہیں، سیدھے ہاتھ کی طرف کھرج آہنی اور برنجی ہوتی ہے، پنچم اور چکاری ہم وزن مدھم ہوتے یا سر کے مطابق ہوتے ہیں اور سبتک دوسری اور تیسری میں کام آتی ہے۔

سبتک اول میں قواعد کوک ستار کے اس طرح پر ہیں کہ: ڑا ڑا ڈر (یہ لفظ سیدھے ہاتھ سے نکلتے ہیں) اور لفظ ڈاؤن میں آواز بائیں ہاتھ کی انگلی سے نکلتی ہے جس مینڈ کہتے ہیں۔

ڈر ڈر انگلی کو اوپر سے نیچے کی طرف کرنے سے پیدا ہوتی ہے جو بائیں ہاتھ کی بیچ کی انگلی سے تار کو کھینچ کر پیدا کی جاتی ہے مثلاً ڈر ڈر ڈرا رڑ. یا ڈر ڈر در ڈرڑر درڑ در ڈر، ڈر، ڈرار، ڈرار، درارڑ یا دا، را، رارا، یا ڈرڑ، ڈرڑ مقرر ہیں۔ اس کے بعد کمال حاصل کرنا ریاضت پر منحصر ہے۔

گت یمن : دِر دا دِر دا را (دادا سم) را۔دِر دا دِر دارا (دا خالی) دارا۔

جب توڑا گت ختم ہو تو پھر گت کو اوّل سے ملا دو۔ دلدا دا دارا دِر دا دِر دارا (دا خالی) دارا۔

دِر دِر دارا (دا سم) در دارا، دادر دارا (دادارا خالی)

گت زیلف : (تال تتالہ) دِر دا در دارا (دادا سم) رادردا دادا (دا دا خالی) را در دا دِر دارا (دا دا را خالی)

Marfat.com

در دا در دارا (دا در سم) دارا یا در دارا یا [illegible]
دارا دا در دارا ا دا دا را خالی) ٹکڑی کے [illegible]
شروع کی جائے۔

دِر دا دِر دارا (راسم) دارا۔
دِر دا دِر دارا دِر دا دِر دارا (دام [illegible] دا را
دا دِر دارا ا دا دا خالی) را۔

دِر دا در دارا (دا در سم) دارا [illegible]
دا دا را خالی)

امیر کے گانے اور اُن کی ترکیب

مرتبہ سید بڑے آغا

امیر کے ایجاد کردہ راگوں کے بارے میں جو کچھ لکھا [illegible] اس بات
میں ثبوت ہے کہ بلا شرکت غیرے ان راگوں کی ایجاد کا سہرا امیر کے [illegible]
بیانات سے جو آپ پڑھ چکے ہیں صرف [illegible] بڑے
علم موسیقی سے واقف ہیں باوجود واقفیت کے بھی وہ امیر کے [illegible]
پر نہیں گا سکتے ہیں۔ اس واسطے یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ امیر کے [illegible]
پر گانے کے مناسب ذرائع اختیار کیے جائیں۔
گانا سمجھنے کے دو ہی طریقے ہیں بہتر [illegible]

Marfat.com

۔۔ارشکل کر ان کے متادیر پڑھا کو سمجھایا جائے، یا آوازوں کے ایسے نشانات
۔۔علامات مقرر کیے جائیں جن سے ان کی شناخت ہو سکے، ایسے علامات کو
۔۔۔ لکھتے ہیں یہ حسب ذیل ہیں:

(۱) سُرگم۔ سا - رے - گا - ما - پا - دھا - نی -
۔۔ یہ بیچ کی سپتک کے چڑھے سُر ہیں۔ جو تیور ہیں۔

(۲) سا - رے - گا - ما - پا - دھا - نی - ان میں جو حروف
کٹے ہوئے ہیں وہ بیچ کی سپتک کے اُترے ہوئے سُر ہیں یا جو کومل ہیں۔

(۳) سا - رے - گا - ما - پا - دھا - نی
یہ اوپر کی سپتک کے چڑھے ہوئے سُر ہیں جو تیور ہیں۔

(۴) سا - رے - گا - ما - پا - دھا - نی
۔۔حروف کٹے ہوئے ہیں وہ اُوپر کی سپتک کے اُترے سُر ہیں جو کومل ہیں یا
علامات زیر کی ہیں۔

(۵) سا - نی - دھا - پا - ما - گا - رے - سا -
ان زیر کی علامات کی وجہ سے یہ نیچے کی سپتک کے چڑھے سر ہوئے
۔۔ تیور ہیں۔

(۶) سا - نی - دھا - پا - ما - گا - رے - سا -
ان علامات کی وجہ سے یہ کومل ہوئے

(۷) سا - رے - گا - ۔۔۔۔۔۔ - ان علامات سے
۔۔۔۔۔۔ - رے - گا - گا - گا - گا - گا -

Marfat.com

(۸) گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ او ۔ ۔ ۔ ۔ کا مطلب یعنی
گا آ۔آ۔آ او۔او۔او

(۹) گا ما اس علامت سے یہ مراد ہے کہ ایک ہی ماترے میں گا
اور ما دونوں سُر ہیں۔

(۱۰) گا۔ما۔پا اس علامت سے یہ مُراد ہے کہ ایک ہی ماترے میں
تینوں سُر ہیں۔

(نوٹ: ماترے سے مراد نبض یا گھڑی کا ایک کھٹکا یا ایک حرکت)

(۱۱) X اس علامت سے مراد سَم ہے۔ جہاں گانے کا حصہ
ختم ہوتا ہے۔

(۱۲) ○ یہ علامت خالی کی ہے جس سے سَم کا حساب لگایا جاتا ہے

(۱۳) X ۔ ۔ ۔ ۔ / ۲ ۔ ۔ ۔ ۔ / O ۔ ۔ ۔ ۔ / ۲ ۔ ۔ ۔ ۔
یہ سولہ ماترے کی تین تال ہیں۔

(۱۴) X ۔ ۔ / ۵ ۔ ۔ / ۲ ۔ ۔ / ۵ ۔ ۔ / ۲ ۔ ۔ / ۴ ۔ ۔ / ۵
یہ بارہ ماترے کا ایک تال کا ٹھیکہ ہے۔

(۱۵) X ۔ ۔ / ۲ ۔ ۔ / ۵ ۔ ۔ / ۲ ۔ ۔ / ۰ ۔ ۔ / ۴ ۔ ۔ / ۵ ۔ ۔ X
یہ چودہ ماترے کا آڑا چوتالہ ہے۔

(۱۶) X ۔ ۔ / ۲ ۔ ۔ ۔ / ۵ ۔ ۔ / ۴ ۔ ۔ ۔ /
یہ دس ماترے کا جھپ تال کا ٹھیکہ ہے

(۱۷) مردوں کے واسطے سا یعنی گانے کا سر ...

Marfat.com

...ہے ضرور درست ہوگا۔ یہ بخوبی سمجھ لینے کے بعد آپ کو راگوں کے سمجھنے میں آسانی ہو جائے گی۔

امیر کے ایجاد کردہ راگوں کے گانے کا طریقہ

راگ مجیب یا مجیر

یہ راگ کافی ٹھاٹ کا ہے اور شاڈو سمپورن ہے۔ آروہی میں گا ورجت ہے (یعنی معدوم) اور امروہی میں وکرت ہے جس میں ٹیڑھا گا ما رے سا ہے۔ اس میں رے ما پا گا ما رے سا کی تان آتی ہے جس سے ملار کا رنگ یعنی صورت کا شبہ ہوتا ہے۔ اس میں دھیوت وادی اور گندھار سم وادی ہے اس وجہ سے دن کے وقت گانا چاہیے۔ اس میں امیر خسرو کی قوالی کا رنگ بدرجۂ اتم موجود ہے۔ یہ زیادہ تر ورت لے میں گایا جاتا ہے اور خاندانی قوالوں کے گھرانے کا خیال کہلایا جاتا ہے۔

یہ راگ مشرمیل یعنی ایک سے زیادہ راگوں سے مرکب ہے۔ آروہی اس کی سا رے ما پا دھا نی سا ہے اور امروہی اس کی سا نی دھا پا ما پا نی گا ما رے سا اور بول اس کے یہ ہیں:

حضرت نظام الدین اولیا پیر مشائخ نور۔
تمہارے دربار تہارے۔ خسرو پر کرپا
سیدائے انبیاء پیر مشائخ نور

Marfat.com

تال	× ۔ ۔ ۔	۲ ۔ ۔ ۔	۵ ۔ ۔ ۔	۳ ۔ ۔ ۔
استھائی	نی دھا پا پا	تا پا دھا گا	تا رے تا پا	پا دھا نی [illegible]
	جا جا را تے	نی جا مو دی	۔ ۔ ۔ ۔	تے او تی یا
	نی دھا نی ما	تا پا پا نی	گا تا رے سا	۔ ۔ رے ۔ سا
	پا ۔ ۔ ۔	پی ۔ رے ما	تنا ء آئی خ	۔ نو ۔ رے
انترہ	ما پا نی نی	تا ء سا سا	نی تا تے سا	سا نی سا نی نی
	آ ۔ ن پا	ری ۔ دا ۔	پا ۔ رے تے	[illegible]
	×	۲	۵	۳
	نی دھا پا ما	تا رے پا ما	پا پا پا دھا	پا دھا نی سا
	خوش را و ے	پا رے کی ۔	پا رو یا را	۔ ام بی یا
	×	۲	۵	۳
تانیں	سا رے سا گا ما گا	پا دھا تا پا گا	تا پا دھا نی سا رے	نی دھا نی پا پا
	رے سا	پا رے	نی ما	[illegible]
	سا نی دھا نی پا گا	رے پا نی دھا نی پا	گا ما رے سا نی دھا	[illegible]
	پا رے	ما پا	[illegible]	[illegible]
	سا نی دھا نی پا ما	رے ما پا دھا گا	پا پا دھا نی [illegible]	[illegible]
	نی سا	[illegible]	[illegible]	[illegible]

راگ سازگری

یہ مارواٹھاٹ کا سمپورن راگ ہے۔ اس کا سروپ یعنی شکل نئی ہے گا اس کا وادی سر ہے۔ اس میں دونوں دھیوتوں کا رواج ہے جانے میں تیور اور آنے میں کومل ہے۔ اس میں نکھاد اور مدھم کی سنگت ہے۔ شدھ مدھم کم لگائی جاتی ہے۔ گانے کا وقت شام کا ہے۔ یہ راگ پوریا اور پوربی کے ملنے سے پیدا ہوا ہے چونکہ رنگ پوریا کا ہے لہذا اس کو مندر اور مدھ استھان سے گانا چاہیے۔

آروہی اس کی نی۔ رے۔ سا۔ نی۔ دھا۔ نی۔ رے۔ گا۔ ما
گاما۔ پا۔ دھا۔ نی۔ سا، ہے۔

امروہی۔ سا۔ نی۔ دھا۔ پا۔ دھا۔ ما۔ گا۔ رے۔ سا۔

خیال ایک تالہ الفاظ یہ ہیں:

چنگے کام ہووے آسان۔ نت چین پر بیٹھے ہی۔ دربار ہووے اپن آرام۔ اولیا کے چرن پر ہووے شام تت چین مٹت دلدر دام۔

استائی

۵ ۶	۳ ۶	۵ ۶	x ۶	۱ ۶	۵ ۶	۳ ۶
ء سا	نی رے	گا رے	ما ما	گا رے	ء سا	ء سا

Marfat.com

ڈ پا	رے ڈ	گا ع	ع گا	ڈڈ	ع م	ڈ [illegible]
نی رے	گا رے	ـد سا	سا سا	دھا سا	سا ع	سا سا نی
رے ڈ	آ تا	ڈ سا	تا تا	سا ا	ڈڈ	پا را ڈ
رے سا	نی رے	گا گا	نی سے	نی دھا	ما دھا	پا سا
نی رے	نی ڈ	دا رے	پا ڈ	رے ڈ	دھا ڈ	ع ع
ڈ سا	گا گا	گا ما	نی نی ما	دھا گا	گا ما ما گا	گا ما ما
ڈ رے	پا سا	آ آ	ع ع را	ڈڈ	ڈڈڈڈڈڈ	ڈڈ
سا سا	نی سے	گا رے	×			
			×			

انترہ سازگری

ڈڈ	ما گا	پا دھا پا	پا تا	سا سا	تا ڈ	تا ڈ
ڈڈ	ع ع نی	پا سا ڈ	پا را	ن پا	رے ڈ	ھو ڈ
سا نی دھا	نی دھا	پا پا	پا ع	پا دھا	دھا گا	پا پا
ڈ دے	سا ع	م ع	ت ت	دھی	ن ی	ٹ ت
ڈ دھا	تا نی	سے نی	سا دھا	گا گا ما	گا ما ما	گا رے ما
ڈ دا	نی ڈ	ڈ دے	دھا ڈ	ڈڈڈ	ڈڈڈڈڈ	
ڈ سا	نی سے	گا رے	×			
ڈڈڈ	[illegible]	[illegible] گا	×			

Marfat.com

راگ ایمن کلیان

کلیان ٹھاٹ کا پہلا راگ ہے جس کا ذکر تفصیل کے ساتھ معارف النغمات صفحہ ۱۰ میں ہے۔ اس راگ میں گندھار گرہ انش اور نیاس کا سُر ہے۔ راگ کا وقت شام، شام کے گانے کا ہے۔ بعض پرانے پنڈتوں نے بھی اپنی کتابوں میں اس کو تسلیم کیا ہے۔ کہ یہ راگ ملک فارس کا ہے۔ صوبہ دکن کی پرانی سنگیتوں میں بھی یہ راگ موجود ہے اور ان میں گانے کا وقت بھی شام ہی کا درج ہے۔

تان سین کی مت میں ہے کہ شدھ کلیان ایمن اور بلاول ملاکر ایمن کلیان راگ بنایا گیا ہے۔ اس لیے گاتے وقت ان تینوں راگوں کا ثبوت ملنا چاہیئے۔ یہ راگ سمپورن ہے اور آنے جانے میں ساتوں سُر لگتے ہیں اور دونوں سُروں سے گایا جاتا ہے۔ گا ما پا رے سا، شدھ کلیان کا ثبوت ہے باقی سُر ایمن کے ہیں۔

آروہی : سا رے گا ما پا دھا نی سا۔
امروہی : سا نی دھا پا ما گا ما گا رے سا۔
وادی : نی سمواد ی گا ہے۔ گانے کا وقت غروب آفتاب کے بعد ہے۔

گانے کے الفاظ یہ ہیں

گنی جاگنی پہچانو گنی بین سوا ملو گنی گنی نہ کرو چت دہرو دھیان کرو۔

مورکھ باورے۔ جب کرتار کی مہر عنایت ہو۔ تب گنی لے ساچی تان۔
طبلہ کے بول: تا دھن دھن تا تا۔ تن تن تا تا۔ دھن دھن
تا۔ کلیان ٹھاٹ تین تال۔

۲ ـ ـ ـ	۵ ـ ـ ـ	۲ ـ ـ ـ	x ـ ـ ـ
ع ع ما رے	گا ما پا رے گا رے	گی نی پ د	پا ع تو ع
سا نی دھا پا	سا ع سا سا	سا رے گا گا	گا گا رے سا
گنی جاتے	سون ع بڑو	گنی گنی	نا کا ر دیچی
رے گا ما گا	پا ء پا ما	گا ما گا رے	سا پا گا رے رے
تا دھا رو ع	دھیان ع نے ک	رو مو را کھے	لے با [illegible]
رو ع نی سا	x		
رہ کرن	x		
پا گا پا ع کر پا	تا ع سا سا	نی ع نی سا	نی دھا نی دھا پا
جا پا کی رے ع	تا ع رے کی	ے دھ رے ای	تا ع ع یا تے
پا ع ما گا	گا گا گا رے	سا رے سا ع	رے گا ما پا و نی سا
ہوء تب	گنی کی ع	سان ع چی ع	آں ع ع ع ع ع
نی دھا پا ما گا رے سا	x		گا ما گا [illegible]
ع ع ع ع نی گونی	x	—	نی رے
دھا نی رے سا نی سا			

Marfat.com

گو نی سا رے			
	تال		
۵ ء ء ء	۳ ء ء ء	× ء ء ء	
نی رے گا رے	سا رے نی رے گا ما	نی دھا پا ما گا ما گا رے	نی رے نی دھا نی پا ما دھا
نی سا گو نی	گا رے نی رے	گا ما گا رے	رے سا گا ما
سا رے نی رے گا ما	نی دھا پا ما	نی سا دھانی	
گا رے نی سا			
رے سا گو نی			

راگ عشاق

یہ راگ بسنت سارنگ اور نوا سے مرکب ہے۔ شاڈو یعنی چھ سر جاتے ہیں اور چھ آتے ہیں۔ اس میں گمسند ھار نہیں لگتی۔ سا سے اور پا تک سارنگ کی چال ہے اور پا سے سا تک بسنت کی چال ہے۔ یہ راگ گانے میں آسان ہے۔ اس کا وادی سُر "ما" ہے اور سم وادی سا ہے۔ دن کے وقت گایا جاتا ہے۔

آروہی : اس کی سا۔ رے۔ ما۔ پا۔ دھا۔ نی۔ سا ہے۔

امروہی : سا۔ نی۔ دھا۔ پا۔ ما۔ رے۔ سا ہے۔

خیال : اس راگ کا ایک تال کا ہے، الفاظ یہ ہیں :-

Marfat.com

ساپنچ دیسرن ساپنچ مورن ساپنچو راگ ساپنچ تان
جو کوئی گاوے تال سرن میں والو گنی مان
تال سرن بھید جانے کال اکالی پہچانے
جو آپ کو جانے خسرو واکو بڑو گیان

راگ عشاق بھیروں ٹھاٹ

ایک تالہ تال

× ر	٥ ر	٢ ر	٥ ر	٢ ر	٤ ر
دھن دھن	دھاگے ترکٹ	تو نا	کت تا	دھاگے ترکٹے	دھن تا
سارے	تا رے	تا پا	ما دھا	تا نی	دھا پا
سان ر	چو دھا	رانے	سان ر	پچومو	رانے
ما ر	پا تا	ر تا	رے ر	رے دھا	رے سا
سان ر	چورا	ر گ	سان ر	جو تا	آئے
دھا ر	نی نی	سا ر	سا ر	سارے	تا رے
چو ر	آپ کو جانے	گا ر	وے ر	تا ر	رے سو
سارے	سا ر	تا نی	دھا پا	تا رے	[illegible]
رانے	من ر	واکو	گوحن	[illegible]	[illegible]

انترہ

ما ی	پا پا	دھا دھا	نی ی	سا سا	رے سا
ما ی	ے سو	را نے	مے ی	رے جا	ی نے
ما رے	ما رے	سا نی	دھا پا	ما پا	دھا پا
گا ی	سا ا	گا ی	ے چھ	ھ جا	ر نے
سا ے	ما رے	سا نی	دھا پا	پا دھا	دھا پا
جو ی	کو ی ی	آ ی	پ کو	ع جا	ی نے
سا نی	دھا پا	ما پا	دھا پا	ما ما	رے ما
خسر	رو ی	وا ی	کو ب	بڑو گیا	ی نہے

راگ موافق

یہ راگ ٹوڑی مالوی اور ذوگاہ سے بنایا ہے۔ آخر الذکر فارس کا راگ ہے پا اس کا وادی ہے اور سا سم وادی ہے۔ صبح کے وقت گانے میں مزا دیتا ہے۔ ٹوڑی میں دھا وادی ہے اور مالوی میں رے۔

آروہی: اس کی سا رے گا پا دھا سا

امروہی: سا دھا پا گا رے سا

خیال: تین تال۔

بن کے پنچھی بھئے باورے۔ ایسی بین بجائی سانورے۔
تار تار کی تان نرالی۔ جھوم رہیں سب بن کی ڈاری۔
پن گھٹ کی پنہاری ٹھاڑی، بھول گئیں خسرو پنیا بھرن کو۔

بول خیال

استائی

۵ ءءء	۳ ءءء	× ءءء	۲ ءءء
سا ما رے گا	رے رے سا ء	پا پا مر پا	دھا دھا پا ء
پانے کے ء	پانی جی ء	بہا اے ء پا	وار رے ء
پا دھا سا ء	دھا ما پا پا	گا ء گا رے	گا رے سا ء
اے سی ء	بی ء بی ب	جا ء ای سان	ء وارے ء

انترہ

۵ ءءء	۳ ءءء	× ءءء	۲ ءءء
پا ء گا گا	پا پا دھا پا	تا ء تا تا	[illegible]
تا ء ر تا	ء ر کی ء	را ء ھ بے تی	پہ ولی ء
رے گا رے تا	تا سے سا تا	تا ء بے تا دھا	پا دھا پا ء
بھو پڑ مارا	ہی ء سا پا	پا نا گی ء [illegible]	[illegible]

Marfat.com

رے گا پا	دھا تا دھا پا	رے ء ما ء	رے ء سا ء
پانے گھا ٹھا	کی ء پا نے	ہا ء ری	ٹھا ء رڑی
سا رے گا رے	گا رے تا تا	گا رے سا	گا رے سا ء
بھو ء ل گا	لے خوس رو	پانی یا بھ	را نے کو

راگ غنم

یہ راگ اوڈو اوڈو یعنی پانچ سُر کا ہے۔ پوربی اور تربینی جس کو تروَن کہتے ہیں ان سے بہت مشابہ ہے۔ پرانی کتابوں میں لکھا ہے کہ امیر نے پوربی راگ میں تھوڑا سا تغیّر کر دیا ہے۔ یعنی پوربی میں کڑی مدھم ہے اور اس میں مدھم نہیں ہے۔ بھیروں میں اتری رکھب وادی ہے اور اس میں پا وادی ہے۔ پوربی میں سرگا۔ وادی کہے ہیں یہی فرق ہے۔ تروَن شری راگ کے مانند گایا جاتا ہے اور اس کی طرز پوربی راگ کی طرح ہے۔ گانے کا وقت شام کا ہے۔

آروہی: سا۔ رے۔ گا۔ تا۔ پا۔ دھا۔ نی۔ تا۔

امروہی: تا۔ نی۔ دھا۔ پا۔ گا۔ رے۔ رے۔ سا۔

خیال راگ غنم تال تین تال۔ الفاظ یہ ہیں:

ادرج سنو مورے [illegible] پیر مورے۔ چرن چھوئے
[illegible] دا کھو مورے پیارے۔ تمہیں تو بندھاؤ
دھیر مورے پیر

تین تال

استھائی

۵ ء ء ء	۲ ء ء ء	x	۲ ۔ ء ء ء
پا گا پا گا	گا پا گا رے	پا گا گا رے	گا پا دھا پا
ارا جے سو	نو مو د ری	آ ء ج پی	و رے مو رے
گا پا دھا نی	سا نی دھا پا	گا گا رے پا	گا رے سا ء
چا را نے چھو	و رے کی لاج را	کھو مو رے	پیا ء رے ء

انترہ

پا پا گا ء	پا پا دھا پا	تا ء تا تا	تا ء تا تا
تم ری تو ء	بان دھا ء او	د ہی ءو رے مو	ری پی ء رے
پا گا پا پا	گا پا گا رے	پا گا ء رے	گا پا دھا پا
اراج سو	نو ء موری	آ آ ء ج	پی پا رے مو رے

راگ زیلف

یہ بھیروں ٹھاٹ کا سمپورن راگ ہے [illegible]

Marfat.com

عام گویئے اس کو کم گاتے ہیں۔ یہ راگ مشر میل کا ہے اور کئی ٹھاٹ ملا کر بنا ہے اس کی آتر انگ میں کانڑے اور بھیروں کا رنگ دکھلایا ہے امروہی میں رکھب ورجت ہے۔ دھیوت کا سُر وادی اور گندھار کا سُر سموادی ہے گانے کا وقت پہلا پہر دن ہے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ اس میں جونپوری اور کھٹ بھی شامل ہیں۔ اس لیے اس کا بھی لحاظ رکھنا چاہیئے۔ اس راگ کو بھیروں سے الگ کرنے کے لیے رکھب کا سر بہت کمی کے ساتھ استعمال کرنا چاہیئے۔

سرمایۂ عشرت میں لکھا ہے کہ اس راگ کا ٹھاٹ کا لنگڑے کی طرح پر ہے یعنی کھرج پنچم، اچل رکھب مدھم اور دھیوت کومل ہیں گندھار اور نکھاد تیور ہیں اور ادچار اس کا دھیوت سُر سے ہوتا ہے۔ اس لیے گانے کا وقت آخر شب ہو سکتا ہے۔

آروہی : سا رے گا ما پا دھا نی سا

امروہی : سا نی دھا پا دھا ما گا ما سا

ترانہ ٹھاٹ اساوری

تال جھپ تال

حد در توم نا در در توم نا دے رے نا تا

نا دارے دانی تا آ توم تا نا نے تنے نا تا

تے دارے دانی

اے سگ بدسیرہ مجنوں خلق پرسد کیستی

گفت ایں سگ گاہے گاہے کوئے لیلیٰ رفتہ بود

Marfat.com

خیال : ٹھاٹ بھیروں ۔ تال تین تال [illegible]

سب گھر آنند بدھاوے لاڑی بالنیاں
پھولن سے سہرا ۔ سب جگ میں بھوا جیارا
جب حضرت جنم پایو سب منگل گاؤ

استھائی بھیروں ٹھاٹ

۲ ـ ـ ـ	ـ ـ ـ	۳ ـ ـ ـ	x ـ ـ ـ
سا سا سا مَ مَ دھا پا ـ ـ ـ پا گا ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ پا دھا نی سا ـ ـ ـ ـ ـ ـ سا سا ـ ـ ما جا	گا مَ ما پا پا ـ ـ پا دھا نا نی دھا ـ ـ ـ ع دھا ع دھا ع لا ری ما نی دھا پا دھا ع لا نی وا ع گا ما پا ، امے آ نی	ع ما گا ما ع گھا ـے آ سا نی وا ـ ـ پا ع دھا پا مَ ما لا نی پا ما ما گا ع سہرے ع را ع ع ما گا ما ع گورجے آ	دھا ـ ـ ـ دھا ما ـ ـ انی دھا پا گا گا ـ ـ ـ ـ ما گا گا ما پانی ع پھو ع [illegible] ـ ـ ـ ـ پا x x

انترہ

پا	دھا نی ع نی	پا سا سا ع	ع ع ع نی

[illegible]

پچھ دھا ق ء گا ای او ء میں تا گا ء تا س ن ء ح دھا پا ء پا م ج ء ب	او دا ء ما ے سا گا ے نا ء ء ء پا ء ء ء ے ء ء ء پا دھا سا نی پا ء ء ء	ب ق من ء تا ء ر نی ای ء ء ء پا ء ء پا ن ء ء ج تا ء ء نی و ء ء ء	ء ء ء ھو دھا پا ء ما ء ء ء ح ء ء دھا ء ء ء ن ء دھا پا ما گا ء ء ء ء
۲ ء ء ء	۵ ء ء ء	۳ ء ء ء	× ء ء ء
نی تا نی دھا س ب جو ء پا ء ء دھا ل ء ء ء	پا دھا دھا دھا را ء ے ل پاما پا ما گا گا ء ء ء ء	پا ما ما پا گا ملتا ء ء ء ء پا ما گا ے ء ء ء ء	گا ما پا دھا ء ء گا سا ء تا تا ء ء ء ء

تروٹ راگ زلیف جھپ تال ٹھاٹ آساوری

× ء	۲ ء ء	۵ ء	۳ ء ء
نی سا در در پا دھا	گا ما ما تو آم نا نی تا ے	پا پا در در نی تا	پا ء پا تو آم نا دھا ء پا

Marfat.com

رے رے	تا سا سا	را وہے	دھا پانی
نی نی	سا ء رے	تا نی	دھا پانی
سا م	تو ام	تا نا	تا نا بہے
دھا پا	گا تا پا	ما رے	رنبے بر سا
تا نا	تا ما تا	دا رے	دا ء نی

ما پا	دھا دھا نی	سا سا	سا سا سا
پا اے	سی لے گ	بو سی	دام ج نون
نی سا	رے ء سا	نی تا	دھا نی پا
خلق	پر ء سد	کی ء	س تی
ما پا	گا تا تا	پا پا	پا ء پا
گفت تا	ایں سگ	گا بہے	گا بہے
اے تا	تا ء رہے	نی تا	دھا نی پا
کو اے	بیہ ہو لا	ہفت تہ	بد عز اود

راگ فرغانہ

یہ راگ دیس کار۔ دیوساکھ۔ گوجری۔ گونڈ۔ سرتھی۔ سند
سندھوی۔ ونٹ۔ ساونت۔ تروان بھوپالی۔ اچنک مل

…وا اور بنگال وغیرہ اقسام کے راگوں سے زیادہ مشابہ ہے گورا اور کن کی
…یہ راگ مرکب ہے۔

آروہی : گنکلی بھیروں ٹھاٹ : سا رے ما پا۔ دھا۔ سا۔
امروہی : سا دھا۔ پا ما۔ رے سا۔
بھیروں ٹھاٹ کی گوری آروہی : سا رے گا ما پا ما دھا نی سا۔
امروہی : سا نی دھا پا ما گا رے سا۔

فرغانہ تین تال بھیروں ٹھاٹ

آروہی : سا رے۔ سا ما۔ گا۔ پا۔ نی
امروہی : دھا۔ نی۔ سا۔ سا۔ نی۔ دھا۔ پا۔ ما۔ پا۔ گا۔ ما۔
وادی : رے۔ سا
سمواوی : ما
گانے کا وقت دن کا ہے۔

بول

جے جے نظام الدین جگ تارن۔ تا پرمیں پران کر وارن
خسرو کے پربھو۔ احمد کے پوت تن من اور دھن کروں نثارن

ء ء ء ء	۳ ء ء ء	× ء ء ء	۲ ء ء ء
سا دھا دھا ء	پا پا پا ما	پا گا ما ما	رے ء سا سا
جے ء جے ء	نی جا مو ء ی	ء نا جگ کا	تا ء را نا
نظام ما پا	رے ء ما گا	ما ما گا ما	رے ء سا سا

آ پا رے	تا مہ نی پرا	مہ نا گا رو	را مہ ر
ما ما پا دھا	نی دھا تا تا تا	سا نی دھا پا	پا گا پا گا
خو س رو ء	کے ء پر بھو	ا ج م د	[illegible] ت
ا دھا دھا دھا	دھا پا پا گا	گا گا نو تا	بے ء سا سا
تن من	اور بے دھانے	کروں ء نی	نا ء راتے

راگ سُر پردہ

یہ بلاول ٹھاٹھ کا سمپورن راگ اور بلاول کی ایک قسم ہے گانے کا وقت پہلا پہر دن ہے۔ بعض اس میں گندھار کو وادی مانتے ہیں اور بعض دھیوت کو۔ کیونکہ یہ راگ صبح کا مانا گیا ہے، اس میں تیور گندھار کا وادی ہونا صحیح نہیں ہے۔ کھرج اور پنچم وادی سموادی سُر ہیں۔

امروہی میں بلاول کی شکل کا ظاہر ہونا ضروری ہے۔ بیہاگ کی بھی شکل نظر آتی ہے، لیکن بیہاگ میں رکھیپ دربل یعنی کمزور ہے اور اس میں صاف ہے۔

بعض کا یہ بھی خیال ہے کہ یہ راگ ایمن الیا اور گونڈ سے مرکب ہے

آروہی: سا رے گا ما دھا پا دھا نی سا

امروہی: سا نی دھا پا نی دھا پا ماگا ما رے سا

خیال راگ سُرپردہ تال تین تال۔ بول یہ ہیں

سلطان جی صاحب نجام الدین اولیا تو ہے
پل پل جاوں۔ موہے پیر توسوں دیا۔ چرنن تیرے
لگے خسرو پایا میں نے اپنا ایسو پیر مورے تم نجام الدین اولیاؔ"

بلاول ٹھاٹ تین تال

۵ ء ء ء	۳ ء ء ء	× ء ء ء	۲ ء ء ء
استھائی			
سا	رے گا ء ما	نی دھا نی دھا	دھا پا دھا ما
س	رے طا ء نے	جی ء ء ء	ء ء ء ء
جا ء ء سا	رے گا ء گا	ما گا ما گا	تا رے سا سا
ء ء ء سا	ء ح ء پا	نی ء جا ء	مو ء دین او
رے سا ء گا	پانی دھا نی	سا ء سا	تا ء ما پا
ل یا ء تو	بے با ء رے	با ء بے ء	جا ء ء ء
ا گا ء سا	رے گا ء گا	ما گا ما رے	ء ء ء رے
ء او ء ء	بے پی ء رے	تو ء ء ء	سون ء ء ء
رے سا ء سا	گا پا نی دھا نی	سا ء ء ء	سا ء ء ء
[illegible]	[illegible]	تے ء ء ء	رے ء ء ء

Marfat.com

انترہ

رے سا ء نی	دھا نی مہ نی	سا ء ء ء ء	ء ء سا ء
گا ہے ء ئو	س ر ء ء پا	ے آ ء ء ء ء	ے ء نے ء
دھا پا ء سا	رے گا ء ما	نی دھا نی پا	دھا ما پا ء
آ ء ء ء ء پا	ء ء ما ء لے	سو ء پی ء	ء ء رے و تم
ما گا رے سا	رے گا گا گا	ما رے سا ء	رے سا ء سا
مو رے ء نی ء	جا مہ ء ہی	دی ء ء ء	نے ء ء او
رے سا ء سا	ر گا . . کا	×	
لی ء ء ء	یا ء ء ء	×	

تانیں

سارے گاما	رے ما ما دھا	نی دھا نی پا	پا دھا ما گا
ما دھا نی سا	رے دھا نی پا	ما دھا ما پا	گا ما رے سا
نی دھا نی سا	رے سا	×	
دھانی سارے	گا گا رے سا	سا رے نی دھا	ما دھا نی [illegible]
رے گا ما دھا	دھا پا ما پا	دھا پا دھا ما	[illegible]
نی سا رے سا			
ماء گاما	دھانی ساما	[illegible]	

راگ باغرو

اس میں ایک راگ فارسی شامل ہے جس کے نام کا پتہ نہیں چلا۔
اس میں گا وادی اور دھا سموادی ہے۔ گانا آسان ہے۔ اس راگ
کا کوئی خاص وقت معین نہیں ہے۔ راگ سمپورن ہے۔

آروہی: سا رے گا ما پا نی سا ہے
امروہی: سا نی دھا پا ما گا رے سا ہے

خیال راگ باغرو تین تال الفاظ یہ ہیں

دل من دل من دل من ایں آوارہ۔ دل من
پارہ پارہ دل من، ایں بے چارہ دل من
دل من دل من دل من ایں دیوانہ دل من عاشق
جاناں دل من، ایں پروانہ دل من
خسرو در عشق خراب، رحم چو ماہی بہ سراب سوئے
دل من بہ شتاب۔ ایں دیوانہ دل من

خیال راگ باغرو تین تال

٠ ء ء ء	۳ ء ء ء	× ء ء ء	۲ ء ء ء
اے رے گا	گا گا گا گا	اے رے رے گا گا	پہ رہ سرہ گا
دل بھرا ے ان	دل بے م ان	د کا بے ا ع ع	ر ع م ان

Marfat.com

پا ما پا ما	پا ماگا ماگا	ماسے سے گا ء	ء ء ء گا
این ء ء	آ ء ء را ء را ء	دگی سے ماء ء	ء ء ء ان
سارے گا ء	ما ء گا ء	مارے رے گا گا	ء ء ء گا
این ء آ ء	وا ء را ء	دگا سے ماء ء	ء ء ء ان
سارے رے گا گا	گا ء گا ء	مارے رے گا گا	ء ء ء گا
دی سے ماء ان	دی سے م ء ن	دل ماء ء	ء ء ء ان
سارے رے گا گا	گا ء گا ء	مارے رے گا گا	ء ء ء گا
این ء دی ء ء	وا ء تا ء	دی سے ماء ء	ء ء ء ان
پا ما پا ما	پا ماگا ماگا	مارے رے گا گا	ما ما ء گا
آ ء شق	جا ء ء ما ء	دی سے ماء ء	ء ء ء ان
پا ء دھا نی	ما گا ما گا	مارے رے گا گا	ء ء ء گا
این ء پر	وا ء تا ء	دی سے ماء ء	ء ء ء ان
مارے رے گا گا	گا گا گا گا	مارے رے ما گا	ء ء ء گا
خوش رو ء ء	درای اش	قدح رائے ب ء	ء ء ء ء
۵ ء ء ء	۳ ء ء ء	× ء ء ء	۲ ء ء ء

انترہ

مارے گا ء	گا ء گا ء	مارے گا ء	[illegible]

Marfat.com

ا ا م چو ع سا رے گا ع سو و سے دی کر	ما ع حی مع گا ع گا گا سے ع ن	ما س را ع ما رے گا ر ما شی تا ع	ع ع ع اب ع ع ع گا ی ر ع اب

تانیں

سا رے گا ما رے گا ما ما ما پا ما پا گا ما رے گا	دھا پا ما ما گا گا رے گا پا دھا ما پا گا ما رے گا	ما پا دھا نی سا نی دھا پا نی سا دھا نی پا دھا ما پا سا رے گا ما پا دھا نی سا	سا نی دھا پا ما گا رے سا گا ما رے گا سا رے نی سا نی دھا پا ما گا رے سا ع

راگ صنم

یہ راگ کلیان اور بلاول کو ملا کر بنایا گیا ہے۔ بعض کا یہ بھی خیال ہے کہ ایمن کلیان اور ایک فارسی راگ ہے جس کو نوروز اور نورچکا بھی کہتے ہیں۔ یہ راگ آسان بھی ہے اور مزے دار بھی۔ سُدھ سارنگ اور شام کلیان سے مشابہ ہے۔ مگر آج کل جو سدھ سارنگ مروج ہے

Marfat.com

اس میں کومل نی یعنی نکھاد اور تیور گندھار نہیں ہے، کافی ٹھاٹ کی قسم نی کومل گندھار اور کومل نکھاد ہے پس ان دونوں سروں کا سدھ سارنگ میں ممنوع ہونا اس راگ کو قاعدہ میں نہیں رہنے دیتا ہے سدھ سارنگ میں گندھار نہیں ہے اور صنم میں گندھار بالجبر ہم ہے سدھ سارنگ میں کومل نکھاد انوادی سر ہے صنم راگ میں یہ سر آتے نام ہے شدھ سارنگ کا نیاس یعنی خاتمہ (نی) پر ہے اور اس میں (رے پر) ہے۔ شام کلیان اور سدھ سارنگ میں دونوں مدھمیں ہیں اور اس میں بھی دونوں مدھمیں ہیں۔ اس طرح پر آروہی میں تیور اور امروہی میں کومل ہے سدھ سارنگ اوڈو، اوڈو یعنی پانچ پانچ سر کا راگ ہے اور صنم شاڈو، سمپورن ہے یعنی چھ سات کا۔

آروہی: سا رے ما پا دھا نی سا ۔

امروہی: سا نی دھا پا ما گا ما رے سا ۔

گانے کا وقت رات کا ہے۔

خیال صنم ایک تال۔ الفاظ یہ ہیں:

"اندھیری گھٹا کالی حسن چراغ علاج دل ماکن خسرو کنج باغ"

خیال دیگر صنم تین تال الفاظ یہ ہیں: ـــ

نجام الدین پیر اولیا نجام الدین شان انبیا خسرو
آن پڑے چرنن میں کرپا کرو بھر بھیر یا

استھائی

کت تا	دھاگے ترکٹ	دھی تا	دھا دھن	دھاگے ترکٹ	[illegible]
۵ ۶	۲ ۰ ۷	۴ ۳	[illegible]	[illegible]	

ت ت	تا گا رے	گا نی سا	ر ء	تا تا	پا ما پا
ء گھا	ٹھا ءء	ء کالی	ہو ء	اس نے	ء ءء
دھا پا	ما پا پا	ماگا مارے	رے گا	گا ماگا	پا ما
گ ر ا	ءء ءء	غ ءر ءان	و ہے ء	ء ری ء	ءی ٹے
گا رے	رے پا	ماگارے نی سا	×		
ری گھا	ٹھا ء	ءءء کالی	×		

انترہ

۵ ء	۲ ء	۴ ء	× ء	۵ ء	۲ ء
	پاپا تا	تاتا ءسا	رے تا تا	تا نی تا	تا تا
	علا بجے	د ء ءل	ماکن	خس روء	کن ء
دھا نی دھا	پا ءء	ماگا مارے	۲ گا	گا ماگا	گا رے
ان بجے	بارے سا	غ ءماءان	دھے ءءء	ء نوری	ء گھا
ٹھا ء	ءء کاءے	ء لی	×	×	

تین تال

۲ ءءء	۵ ءءء	۳ ءءء	× ءءء
ماء پا ء پا	ماگارے ما	گاسا ء سا	ر ءءء

نی ء جا ءءء	سو دی ان پی	ر داو ھا لی	پا ءءء
پا ء دھا نی	ما گا رے گا	گا ما ء سا	ء ءءء
نی ء جا ء	سو دی ءن شا	نے ام ء جی	پا ءءء
پا پا نی ء	سا ء سا سا	نی ء سا سا	دھا نی پا ء
غوں رو ء	آ ء ء نے پا	رو ء ج رء	ن ن بن ء
ما ما پا دھا پا	ما گا رے گا	گو سا ما سا	رے ءءء
کی رے پا ءءء	ک رو ء بھ	رے کی جی ری	پا ءءء

راگ زنگولہ

اس راگ کا تعلق دو راگوں سے ہے یعنی بھیروں اور آساوری اس لیے اس میں دونوں دھیونیں لگائی جاتی ہیں۔ مگر شدھ دھیوت کی کے ساتھ گی ہے جس میں بلاول کی صورت نظر آتی ہے مگر اصلی رنگت بھیروں آساوری کا قائم ہے گانے کا وقت صبح کا ہے۔ اس میں دھا وادی ہے اور رے سمادی ہے

آروہی: سا رے گا ما پا دھا نی سا۔

امروہی: سا نی دھا پا ما گا رے سا۔

خیال ایک تال بھیروں ٹھاٹ

من شمع جان گدازم تو صبح دل کشائی

سوزم گرت نہ بینم میرم چو رخ نمائی

دھرپد راگ زنگولہ آساوری ٹھاٹ تال ایک تال بھوپ سکھیسری
ل کہے کو کرت نت اتنی چودا چالی رے ۔ سات سکھی مل منگل گا دیہویں
چوک پرا پور چا پورسے ۔
ـــــ تان سین سے تم بھوتا یک خسرو کرت ستتی گن گا یورے ۔
من شمع جاں گدازم تو صبح دل کشا ئی
سوزم گرت نہ بینم میرم چو رخ نما ئی

۲ مہ	۴ ر	× مہ	۵ مہ	۲ ر	۵ مہ
گا T	گا ما گا ما پا ما گا	گا رے ء	ما نی سا سا رے	ء	سا سا رے
م ن ء گا T بجئے ء	ءءءءءءتاء ما پا گا ما پا ما گا دل ءءءءکوء	م ء ء ما گا شا ء	جان ء گو ما رے ء ء	دا ء ء سا ء ء	زم تو صو نی سا ای ء ء

اتھائی آساوری ٹھاٹ دھرپد

× مہ	۵ مہ	۲ ر	۵ مہ	۲ ر	۴ مہ
دھا ء	ء پا	ء ما	گا T T ما	ء پا	دھا ء

بھو ء	ء پ	دس	کبی ء ری	ء ء ل	ء ء
پا ما	ء رے	گا سا	رے ما	ء دھا	نی پا
کا ء بے	ء کو	ء کا	رت	ء نی	نت ء
سا نی	دھا پا	دھا پا	ما گا	رے ما	پا ء
ای ما	نی چو	ء را	چا ء ری	ء رے	او ء

انترہ دہرپد راگ جنگلہ (زنگولہ) آساوری ٹھاٹ

× ء	۵ ء	۲ ء	۵ ء	۲ ء	۳ ء
ء ما	ء دھا	ء دھا	نی ء	ء نی	سا ء
ء سا	ء تھ	ء س	کبی ء	ء می	ل ء
ء دھا	ء نی	ء سا	نی دھا	ء پا	دھا پا
ان ء ۲	ء گا	ء ل	گا ء	ء دین	ء این
پا ما	ء گا رے	گا سا	رے ما	ء دھا	ء نی
ء سنی	ء پا ء	ربویں	چو ء	ء کا	ء پو
ء دھا پا	دھا پا	دھا پا	ما گا	رے ما	پا ء
ء را	یو ء ء ء ء ء	را	چا ء	رے یو	سی ء

انترہ دیگر سنجائی راگ زنگولہ

ء ما	ما دھا	ء دھا	نی ء	نی ء	نی ء

ء تا	نے سے	ء نے	کے ء تے	رہی	تر ء
ء دھا	دھا نی	ء سا	دھا ء	ء پا	دھا پا
ء ہو	سے جا	ء ہو	تا ء یک	ء غسی	ء رو
پا کا	ء رے	گا سا	رے ما	تا دھا	عی ء ء
گا را	ء ت	اس تی	تی ء	گو ء ء	ان ر
تا دھا	ء پا	دھا پا	کا گا	رے تا	پا ء
ء گا	ء یو	ء ء سے	جا ء	ء یو	ری

نوٹ

تان سین نے اس سچائی میں اسیر کو نائک تسلیم کیا ہے

باب ۸

امیر کے اوصاف معذرت اور کتاب ختم

بالعموم انسان اپنی عمر کو دن مہینے اور سال کے پیمانے سے ناپا کرتا ہے، اعمال کی دوڑ ہی سے نہیں ناپتا۔ اگر اس کے اصول زندگی میں اعلیٰ مقاصد شامل نہیں ہوتے اور عمر جیسی بیش بہا نعمت کو محض حصول دولت، ثروت، حکومت، نفس پرستی اور تن پروری تک ہی محدود رکھتا ہے تو مقصدِ حیات گم ہو جاتا ہے۔

اسلام میں شریعت ہی ایک ایسا جامع اور مکمل قانون ہے جس کے ذریعہ سے انسان انسانیت کے آخری مدارج حاصل کر لیتا ہے۔

اس قانون کا فرمان اٹل ہے اور وہ یہ کہ جب تک نیکی کی اشاعت اور بدی کی روک تھام کا اصول انسان کی شخصی اور اجتماعی زندگی کی بنیاد نہ قرار پائے گا بنی آدم کی اجتماعی فضیلت کا قیام اور اخلاق و عادات کی اصلاح ناممکن ہے۔ کوئی انسانی جماعت اس قانون کے اثرات اور تعلیم کی ہمہ گیری سے علیحدگی کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔

شریعت کی تعلیم ہے کہ انسان نہ تو پرہیزگاری میں دنیا سے قطع تعلق کرے اور نہ آخرت پر دنیا کو ترجیح دے بلکہ ان دونوں کے درمیان

ایک ایسی معتدل راہ قائم کر دی ہے کہ جس کے ذریعہ سے جسم کو اپنا حق دیا اور انسان کی مجموعی زندگی کو اس کا حق دیا، تاکہ انسان اگر ان اصولوں پر عامل ہو جائے تو اس میں جو استعداد اور جواہر روحانیت کے پوشیدہ ہیں وہ خود بخود نمایاں ہو کر اپنے افعال اور کردار سے اشرف المخلوقات کہلائے جانے کا مستحق ہو جاتا ہے

اپنی خودی کو خدا کے سامنے جھکا دینے کا نام تصوف ہے۔ ایک صوفی دنیا سے صرف اسی قدر واسطہ رکھ سکتا ہے جس کی دنیاوی لحاظ سے جائز اور اہم ضرورت ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ ثانی کو باقی پر ترجیح دیتا ہے۔ شریعت اور طریقت دو جداگانہ چیزیں نہیں ہیں بلکہ لازم ملزوم ہیں یعنی شریعت پہلے اور طریقت اس کے بعد۔ شریعت کی وہی شراب وحدت اور محبت ہے جو آتش عشق کی بھٹی میں کشید ہو کر دو آتشہ اور سہ آتشہ بن جاتی ہے اور انسان اس لذت چشی سے کچھ ایسا مخمور ہو جاتا ہے کہ صفات سے بے نیاز ہو کر خالص ذات کی طرف دوڑتا ہے اور اپنی خودی کو جو خدا سے دور رکھنے والی ہے اس کے حضور میں سرنگوں کر کے فنا کر دیتا ہے۔ بس اسی کو عشق الٰہی یا تصوف کہتے ہیں۔

لفظ صوفی صوف سے ماخوذ ہے۔ کسی زمانے میں ازراہ انکساری اہل باطن صوف کا لباس پہنتے تھے۔ صوف کے لغوی معنی پشم گوسفند کے ہیں ایسے لوگوں کے افعال اور معارف کو تصوف کہتے ہیں کیونکہ وہ ماسوائے اللہ سے یکسو روگردانی کرتے تھے۔ صوفی کے لغوی معنی مخلص کے بھی ہیں۔ صفہ فقرا مہاجرین کو بھی کہتے ہیں۔ جو رسول اللہ کے زمانے میں ہجرت کر کے مدینہ آگئے تھے۔ اور مسجد نبوی کا ایک چبوترہ جس کا نام صفہ تھا ان کی رہائش

Marfat.com

کے واسطے مخصوص تھا اس کے لیے وہ بھی صفہ کہلاتے تھے۔

اصحاب صفہ حضور اکرم سے انواع اقسام کے علوم حاصل کرتے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی کوہِ طور پر جبۂ صوف سر اوپر اور کمبلی بھی صوف کی پہنے ہوئے تھے۔ عربی میں پرانے کپڑے کو بھی صوف کہتے ہیں۔

صوفی دراصل وہ ہے جس کا دل مصفیٰ، زبان سچی، چشم پرنم اور دل خدا کی محبت سے لبریز ہو۔ کبر، عجب، نخوت، حسد، حُبِ دنیا، حب جاہ وغیرہ بُری خصلتوں کو ترک کر دے خود بیں نہ ہو دوسروں کی طرف سے بدگمان نہ ہو، بدبیں نہ ہو، بخیل نہ ہو، خلق اللہ کا فائدہ مدِنظر رکھے، مصیبت پر صبر اور دل پر جبر کرے اور اپنی ہستی کو ذاتِ مطلق کی ہستی میں محو کر دے اور جو صوف پہنے اسے مرغن لقمہ نہ کھانا چاہیے اور نہ دنیاوی معاملات میں ضرورت سے زیادہ منہمک رہنا چاہیے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو انبیاء اور اولیاء کے لباس میں خیانت کرتا ہے دراصل ایک صوفی کے واسطے یہ ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ کوئی چیز نہ اس کی ملکیت ہے اور نہ کسی دوسرے کی ملکیت ہے۔

دنیا میں ہر قسم کے عیوب گناہ اور بدکرداریوں کے انسداد کا ایک ہی [illegible] ہے اور وہ ذریعہ خدا کی محبت ہے۔ حضرت مولانا رومؒ نے کیا خوب کہا ہے

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما

اے طبیب جملہ علت ہائے ما

یعنی اے عشق تو میرا ایسا رفیق اور لطف [illegible] ہے [illegible]
ایسی مرغوب بیماری ہے ایسا [illegible] جنون ہے جس [illegible]

بیمن کو بیماری نہیں ہے بلکہ ایسا حاذق طبیب ہے کہ جس کے باعث میرے تمام روحانی امراض دُور ہو گئے ؎

اے دوائے نخوت ناموس ما
اے تو افلاطون و جالینوس ما

اے عشق تو میرے روحانی امراض کی ایسی مجرب دوا ہے کہ غرور، تکبر، نفس پرستی، خود غرضی، خود نمائی، خود ستائی، جو بندہ کو خدا سے دور رکھنے والے امراض ہیں۔ ان سب سے نجات حاصل ہو گئی، گویا میرے واسطے تُو تو افلاطون اور جالینوس ہے ؎

از محبت مردہ زندہ می شود
وز محبت شاہ بندہ می شود

محبت مردہ میں جان ڈال دیتی ہے یعنی روحانی قوتیں جو لذاتِ دنیوی سے مردہ ہو چکی ہیں ان میں از سرِ نو جان پڑ جاتی ہے۔ بڑے بڑے جلیل القدر شہنشاہ جب محبت کا شکار ہو جاتے ہیں وہ بھی ایک حقیر غلام بننا پسند کرتے ہیں کیونکہ اس راہ میں شہنشاہ اور فقیر سب برابر ہیں۔

عشق ہا گر از پئے رنگ بود
عشق نہ بود عاقبت ننگے بود

عشق دو قسم کے ہیں مجازی اور حقیقی۔ اوّل الذکر محض خط و خال، رنگ روپ اور جسم زیبا ہی تک محدود رہتا ہے اور یہ عارضی اور فانی چیز ہے یہ عاقبت خراب کرنے کا ذریعہ اور فعل ننگِ انسانیت ہے۔

عشقِ الٰہی وہ ہے جس نے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کی

Marfat.com

بنیاد قائم کی۔ اس کی حکومت ہر کوچہ و دیار میں ہے۔ اسی کا جلوہ گر [illegible] میں ہے۔ اسی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جلوۂ طور دکھلایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھایا۔

سرمد علیہ الرحمت کی گردن کس نے کٹوائی یہ سب حضرت عشق ہی کی تو بازی گری تھی ؎

سرمد در دیں عجب شکستے کردی ایمان بفدائے چشم مستے کردی
عمرے کہ بآیات و احادیث گذشت رفتی و نثار بت پرستے کردی

ایوان زلیخا میں دامن یوسفؑ کس نے چاک کیا، صبر ایوبؑ اور گریۂ یعقوبؑ میں استغنائی کس نے پیدا کی، شب معراج میں دیدار جمال باری کا پردہ کس نے اٹھایا، یہ مجال سوائے حضرت عشق کے اور کس کی تھی۔ معرکۂ کربلا کے خاک و خون میں کس کی تڑپ تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ کس نے گلزار بنایا اور حضرت منصور کو کس نے سولی پر چڑھایا۔ کیا بشر کی یہ مجال تھی کہ وہ انا الحق تک کہے۔ حضرت ابراہیم ادھم کس کی بدولت اپنی سلطنت کھو بیٹھے، یہ وہی عشق تو تھا جس کی امانت کا بار سوائے حضرت انسان کے آسمان بھی نہ اٹھا سکا۔

آسماں بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

حضرت امیر خسرو کے دل میں بھی وہی چنگاری تھی جو بجلی کی طرح [illegible] کوندا کرتی تھی۔ اسی وجہ سے آپ نے ہر حضرت [illegible]

Marfat.com

تھا " الہیٰ بسوز سینۂ ایں ترک مرا بہ بخش " پیر نے آپ کو ترک اللہ کا خطاب دیا تھا اور اسی نام سے پکارا کرتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ اگر مجھ سے حشر کے روز پوچھا جائے گا کہ نظام الدین کیا لایا ہے تو میں خسرو کو پیش کر دوں گا "

محبت کی یہ فراوانی تھی کہ بڑھاپے میں بھی جب آپ اپنی ماں کو یاد کرتے تھے تو بچوں کی طرح بلک بلک کر رویا کرتے تھے۔ یہ دولت سعادت مندی خوش نصیبوں کو ہی حاصل ہوتی ہے آپ کو فنا فی الشیخ کا درجہ حاصل تھا اور شیخ کو بلا دیکھے چین نہ پڑتا تھا خدا اور اس کے رسول برحق کی شان میں جو آپ کی غزلیں مناجات اور منقبت ہیں وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کو عشق اللہ اور فنا فی الرسول کے بھی مدارج حاصل تھے۔

دنیا میں بے شمار انسان پیدا ہوتے ہیں اور فنا ہو جاتے ہیں اور کچھ عرصہ کے بعد ان کا کوئی نام بھی لینے والا باقی نہیں رہتا، لیکن خاصان خدا نہ صرف اپنی ذات بلکہ صفات سے بھی زندہ رہتے ہیں اور یہ زندگی لافانی ہوتی ہے کیونکہ زمانہ ان کو کبھی فراموش نہیں کرتا۔

حضرت امیر کی وفات کو تقریباً سات صدیاں گزر گئیں لیکن آج بھی بلا تفریق مذہب و ملت ہر شخص آپ کو محبت اور عقیدت سے یاد کرتا ہے۔

آپ کی سوانح حیات کو جتنی مرتبہ پڑھیے، لطف میں اضافہ ہوتا ہے۔ حالات آپ کے ہمارے واسطے نہ صرف علمی اور ادبی لحاظ سے دلچسپ ہیں بلکہ سبق آموز بھی ہیں۔

سیرت کے فوائد کم و بیش ہر قوم نے قلم بند کیے ہیں لیکن حکمائے یورپ

Marfat.com

نے بالخصوص اس بارے میں زیادہ دلچسپی لی ہے۔ مسٹر کارلائل نے ایک موقع پر لکھا ہے کہ "معزز طبقہ کے اسلاف کی تاریخ بہ نسبت دنیاوی تاریخ کے زیادہ ضروری ہے کیونکہ زندگی کا کارآمد پہلو اس سے بخوبی اجاگر ہوتا ہے"

ڈاکٹر اسمائلس مصنف "سلف ہیلپ" کا قول ہے کہ "مشہور آدمیوں کی سوانح حیات بنی نوع انسان کی ترقی کا مفید ذریعہ ہے جس طرح پہاڑی پر چاروں طرف روشنی پھیل جاتی ہے اسی طرح ان کی روحانی روشنی آئندہ نسلوں کے واسطے اپنی نورانی چمک جاری رکھتی ہے۔"

ہمارے زمانے کا قومی شاعر حیاتِ سعدی کے دیباچہ میں لکھتا ہے کہ "بایوگرافی بزرگوں کی ایک لازوال یادگار ہے جنھوں نے اپنی ان تھک کوششوں سے دنیا میں کمالات اور نیکیاں پھیلائیں جو آئندہ نسلوں کے واسطے شمع ہدایت ہیں۔

ایسے بھی دنیا میں لوگ گذرے ہیں جنھوں نے بزرگوں کی زندگی کے حالات کتابوں میں پڑھ کر اپنے آپ کو انسانیت کے اعلیٰ مدارج پر پہنچا دیا۔ انگلستان کے ایک مشہور مصنف کا قول ہے کہ "بایوگرافی جتایا کرتی ہے کہ نوجوانو! کمر ہمت باندھو اور تم بھی ایسے ہی کام کرو۔"

اگر حضرت امیر خسرو کو آپ دنیا کے عمل میں دیکھنا چاہیں تو پہلے ک ایک شمشیر زن جری سپاہی کی طرح اپنی تلوار کے جوہر دکھلاتے نظر آئیں گے۔ شاہی درباروں میں ان کا ہم پلہ کوئی دوسرا نہ تھا۔ حلقۂ خدا میں بلحاظ ایک صوفی ممتاز درجہ حاصل تھا۔ شاعری میں

Marfat.com

اس آپ کا ثانی نہ تھا۔

فارسی اشعار کی بابت وہ خود لکھتے ہیں کہ "کم و بیش چار لاکھ اشعار کے ہیں" بعض مصنفوں کے بیانات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ تقریباً یہی حالت اُردو، ہندی اشعار کی ہوگی۔

ایران کے نقادوں نے بھی جن کو اپنی زبان دانی پر ناز ہے امیر کی قابلیت علمی اور شعر گوئی کا اعتراف کیا ہے۔ شیخ سعدی نے جو اس زمانے کے بادشاہ سخن تھے، حضرت امیر کو طوطی ہند کے نام سے یاد کیا ہے۔

انھوں نے سلطان غیاث الدین کو جب کہ وہ حاکم بنگال تھے اور امیر ان کے ساتھ تھے، یہ شعر لکھ کر بھیجا تھا

شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند

زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ میرود

اس جامع کمالات شخصیت کو علاوہ اور علوم کے علم التواریخ کا بھی شوق تھا۔ انھوں نے اسلامی حکومت کے قیام سے لے کر اپنے زمانے تک کے واقعات اور حالات کو اپنے قصائد اور مثنویوں میں جس خوبی سے نظم کیا ہے اس کی مثال ملنا مشکل ہے گویا اُن کے زمانے کی مکمل تاریخ انہی کی کتابوں سے مرتب کی جا سکتی ہے۔ یہ خوبی اس زمانے کے کسی مصنف کی کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ وہ مصنف نہ تھے بلکہ شاعر تھے اور مبالغہ شاعری کا جز و ہوتا ہے لیکن انھوں نے تاریخی واقعات میں قطعی مبالغہ سے کام نہیں لیا۔

ہندوستانی موسیقی پر بھی امیر کا بڑا احسان ہے۔ انھوں نے ضرورت

Marfat.com

کو ملحوظ رکھ کر فنی اعتبار سے موسیقی میں کمال حاصل کیا اور نہ صرف نئے نئے راگوں کی بنیاد قائم کی بلکہ طبلہ، ستار وغیرہ اقسام کے ساز بھی ایجاد کیے۔ ان کے بعد جس قدر بھی ماہرین موسیقی پیدا ہوئے انھوں نے نہ صرف اُن کا اتباع کیا بلکہ تان سین نے اس کتاب کے آخری راگ زنگولہ کے گانے میں امیر کا نائک ہونا تسلیم کیا ہے۔ جو اس زمانے کا اعلیٰ ترین موسیقی کا طلاب تھا شاہ اودھ واجد علی شاہ نے بھی جو فن موسیقی کے ماہر تھے اپنی تصنیف صوت المبارک میں نائک ہونا تسلیم کیا ہے۔ نائک گوپال جو اس زمانے کا موسیقی دانی میں فرد اور یکتائے روزگار تھا امیر کی صحبت میں رہ کر راگوں کی تعلیم حاصل کیا کرتا تھا۔ لیکن واضح رہے کہ سماع کی یہ صحبتیں بزرگوں کے تفریحی مشاغل نہ تھے بلکہ حمد و ثنا اور رموز عشق الٰہی کے اشعار سے جو ان کو لطف و سرور حاصل ہوتا تھا اس کو عبادت کا درجہ حاصل تھا۔

برخلاف اس کے اس آخرت فراموش دور میں جبکہ نفسانی خواہشات نے راگ رنگ اور لہو و لعب کو انسانیت کے لیے ایک مستقل فتنہ بنا دیا ہے مجھے اندیشہ ہے کہ اکابر اور اسلاف کے مشاغل موسیقی کے واقعات کو کہیں حیلہ جو طبیعتیں حجت بنا کر اخلاقی حدود سے نہ گذر جائیں۔ دراصل تصوف کا طغرائے امتیاز محض ساز آواز اور راگنیاں ہی نہیں بلکہ تزکیۂ نفس ہے جس کی جھلکیاں آپ کو اس کتاب میں جابجا نظر آئی ہوں گی۔

حضرت امیر کو نجوم میں بھی دسترس حاصل تھی جو ان کے کلام سے ثابت ہے بعض مختلف برجوں میں مختلف سیاروں اور ستاروں کے ...

وقوع کا مبارک یا نحوس اثر، قرآن، تثلیث، تسدیس وغیرہ رمل کی رو سے بارہ خانوں کے خواص غرض کہ نجوم کے متعلق انھیں تمام جزویات سے واقفیت حاصل تھی اور ان حالات کو ایک خاص شاعرانہ انداز میں بیان کرنا بھی انھی کا حصہ تھا۔

مثنوی نہ سپہر میں انھوں نے سلطان محمد یعنی سلطان قطب الدین مبارک شاہ کے بیٹے کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے جو زائچہ اور فال نامہ لکھا ہے وہ ان کے کمال کی بہترین مثال ہے۔

اہل ہنود کے بعض قدیم علوم مثلاً سحر اور طلسمات وغیرہ کی طرف بھی انھوں نے توجہ کی تھی اور غالباً اور زیادہ توجہ کرتے اگر انھیں اپنے پیر کا خیال مانع نہ ہوتا کہ یہ شرع اسلامی کے خلاف ہے کیونکہ بیعت کے بعد ان کو اس قسم باتوں میں زیادہ احتیاط ہو گئی تھی اور مذہبی پابندی کا خیال ہر چیز پر غالب تھا۔ نہ سپہر میں اس توجہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ "من قدرے بر سر ایں کار شدم"

زبان دانی کے لحاظ سے آپ کو ہندی، فارسی، عربی اور ترکی زبانوں پر عبور حاصل تھا غرض کہ آپ سپاہی، درویش، صوفی، عالم، شاعر، موسیقار، درباری سب ہی کچھ تھے۔ طبعاً زندہ دل تھے اور قوم کی فلاح کا بھی جذبہ تھا۔

یہ تمام خوبیاں اگر یکجا کی جائیں تو آپ کی زندگی بلحاظ دینی اور دنیوی کس قدر کامیاب تھی اور ان کے بعد اس طویل عرصہ میں کوئی شخص ایسا نہیں ہوا جو ان صفات کا حامل ہوتا۔ جو تصانیف آپ کی زمانے کے دست برد سے بچ گئی ہیں اور جن سے امیر کے حالات معلوم ہوئے ہیں وہ تو یقینی ہیں لیکن بعض ان کے ہم عصر مورخین اور مولفین نے بھی جو کچھ امیر کے بارے میں لکھا ہے وہ

بھی یقیناً صحیح ہے۔ اِن سب دشواریوں کا بھی ہمیں بخوبی احساس ہے کہ نہ اس
میں چھاپے خانے عام تھے نہ کاغذ کی فراوانی تھی، نہ اخبار اور رسالے تھے نہ
زمانے کی تاریخ مرتب کرنے کا شوق تھا، ظاہر ہے کہ ان تمام دشواریوں کے
پیشِ نظر روایات ہی واقعات کو زندہ رکھنے کا واحد ذریعہ تھیں اور سچ
پوچھئے تو بعض اقوامِ عالم کی نسلی، مذہبی، معاشرتی اور تمدنی تاریخ کا بڑا حصہ
روایات ہی تو ہیں جنھوں نے صدیاں گذر جانے کے بعد کتابی شکل اختیار کی ہے۔
میں نے حتی الوسع ان تمام حالات کو مدِ نظر رکھ کر احتیاط سے کام لیا
ہے اور جابجا بطورِ سند تواریخ اور کتابوں کے حوالے بھی دیئے ہیں۔

اس اندیشہ سے کتاب زیادہ ضخیم نہ ہو جائے اکثر غیر ضروری اور
غیر دلچسپ واقعات کو نظر انداز کر دیا ہے، بہر حال امیر کے حالاتِ زندگی
کی فراہمی اور موسیقی کی تحقیقات کے سلسلہ میں جو کچھ مجھ سے ہو سکا، وہ میں
نے کیا، اب آگے اہلِ ذوق اور اہلِ نظر حضرات توجہ فرمائیں۔

میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ کتاب غلطیوں سے پاک ہے۔ اگر کوئی
فروگذاشت ہوئی ہے تو چشم پوشی فرمایئے اور سمجھ لیجئے کہ خطا اور نسیان
انسان کی سرشت میں داخل ہے اور باوجود احتیاط کے بھی اس سے نجات
نہیں ملتی۔

نقی محمد خان خورجوی

۱۲۱۔لاجپت رائے جمشید کراچی

Marfat.com

مطبوعات

بہ سلسلہ آموزشِ حیات

نام کتاب	مختصر تفصیل	قیمت
فن شناسی مکمل ترجمہ سید ناظر حسن زیدی	عملی نفسیات کا ایک آزمودہ مکمل نسخہ سائز ۵" × ۷½"، ضخامت ۳۰۰ صفحات مجلد	۴/-/-
ہم اور نفسیات عابدی جعفر	حیات آمیز اور حیات آموز سائز ۵" × ۷½"، ضخامت ۴۲۵ صفحات مجلد	۲/۸/-
فلسفۂ کامرانی حسین انور	عملی نفسیات پر اہم ترین کتاب سائز ۵½" × ۹"، ضخامت ۵۲۸ صفحات	۸/-/-
دولت آپ کے قدموں میں حسین انور	عظیم اور کامیاب زندگی کی راہ نما سائز ۵" × ۷½" ضخامت ۴۰۵ صفحات	۶/-/-
خود شناسی عابدی جعفر	آپ کیا ہیں ــــ ایک لمحہ فکریہ سائز ۵" × ۷½"، ضخامت ۳۱۲ صفحات	۳/۸/-
ہر دل عزیزی عابدی جعفر	زندگی کو خوش گوار بنانے کا راز سائز ۵" × ۷½" ضخامت ۲۰۲ صفحات	۴/-/-
نفسیاتی علاج رئیس احمد جعفری	علاج نفسی اور امراض مثلی کے موضوع پر علمی اور سائنٹفک تصنیف سائز ۵ × ۷½"، ضخامت ۳۰۴ صفحات مجلد	۳/-/-
رازِ قدرت پروفیسر قمر الزمان	مادہ پرستی کے سحر کو باطل کرنے والی ایمان افروز تصنیف سائز ۶¾" × ۸½"، ضخامت ۲۴۰ صفحات	۳/-/-
[illegible] انشائیے [illegible]	فن زندگی پر ایک مجتہدانہ تصنیف سائز ۷½" × ۵ ضخامت ۱۸۰ صفحات	۲/-/-

[illegible] اینڈ سنز ناشران و تاجران کتب کشمیری بازار لاہور بندر روڈ کراچی

Marfat.com

نام کتاب	مختصر تفصیل	قیمت
ننھے منوں کی نفسیات پروفیسر صوفی گلزار محمد ایم۔ اے	شیر خوار بچوں کا نفسیاتی مطالعہ سائز ۵" × ½ ۷"، ضخامت ۱۶۴ صفحات	۳/۱۲/-
مطمئن رہیے محمد شفیع الدین	آسودگی خاطر کی عملی نفسات سائز ۵" × ½ ۷" ضخامت ۲۵۶ صفحات	۲/۸/-
سائنس اور جرم علی ناصر زیدی ایم۔ ایس سی (علیگ)	جرائم اور ان کے پس منظر میں ایک عملی تجزیہ سائز ۵" × ½ ۷" ضخامت ۲۳۱ صفحات	۳/۸/۰
فلسفہ تعلیم و تربیت رئیس احمد جعفری	موضوع کے اعتبار سے حیرت انگیز اور قابل رشک تصنیف سائز ۵" × ½ ۷" ضخامت ۲۶۸ صفحات	۲/۱۲/۰
تکلیف و اذیت رئیس احمد جعفری	روز آفرینش سے لیکر اب تک کے انسانی مسائل و زندگی کا تجزیہ سائز ۵" × ½ ۷"، ضخامت ۲۸۸ صفحات	۳/-/۰
تحلیل نفسی حزب اللہ ایم۔ اے	حقیقت کو اصل روپ میں دیکھنے کے لیے سائز ضخامت ۱۲ صفحات اردو ٹائپ میں	۱۲/-/۰
تعلیمی نفسیات پروفیسر عبدالحی علوی	تعلیم کے علمی، فنی اور تکنیکی نکات سائز ۵" × ½ ۷" صفحات ۸۰ صفحات اردو ٹائپ میں	۱۰/۰/-
دوست بنو دوست بناؤ نسیم امروہوی	کردار انسانی کے لیے تعمیری لائحہ عمل سائز ۵" × ½ ۷" ضخامت ۲۵۴ صفحات	[illegible]/۰/-
نوجوانوں کی نفسی بیماریاں ڈاکٹر محمد بشارت علی قریشی	نوجوانوں کا نفسیاتی مطالعہ یہ کتاب قوم کی باطنیت ذہنیت اور مافوق الطبعی گہرائی جو آسودہ خواب ہے کیلئے تازیانہ ہے سائز ۵" × ½ ۷"، ضخامت ۲۹۴ صفحات	[illegible]/۰/-
ہمارے بچے (چار جلدوں میں) ظہور الحق قریشی	بچوں کی نفسیات پر مفید ترین کتاب سائز ۵" × ½ ۷" ضخامت جلد اول ۲۱۰، ۱۴ جلد [illegible] جلد سوم ۱۲۸، ۱۱ عمر، جلد چہارم ۲۴۰ ع	

Marfat.com

Marfat.com

تفسیر علوم قرآن
اوّل و دوم کے بعد جا

Marfat.com